بسم الله الرحمن الرحيم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

البدر 2020ء

سرپرست اعلیٰ ڈائریکٹر۔پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

نگران ڈاکٹر حافظہ شاہدہ پروین

معاون نگران ڈاکٹر حافظ عثمان احمد،ڈاکٹر سعدیہ گلزار

مجلس ادارت

مدیرہ: فروا اعجاز

نائب مدیرہ: صمیہ بی بی

معاون مدیرہ: ویشا حفیظ

ادارۂ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

اداریہ

عزیز طلباء وطالبات ! ہم علوم اسلامیہ کے سالانہ مجلہ "البدر 2020ء" کے ساتھ آپ کی خدمت حاضر ہیں، ذرا تاخیر سے ہی سہی لیکن اللہ کے فضل سے اس مجلہ کی تکمیل ہو گئی۔اس تاخیر کی بھی کچھ وجوہات تھیں۔ہم سب جانتے ہیں 2020 درد والم سے بھرا سال گزرا ہے، کرونا وائرس جیسی جان لیوہ وبا نے عالمی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا، جس وقت میں اپنوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے اس وقت میں سماجی فاصلے ضروری ہو گئے،ہر شعبہ زندگی بری طرح متاثر ہوا، گویا یہ قیامت صغری ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔

ان حالات میں جہاں معاشی نظام تباہ ہوا وہاں تعلیمی نقصان بھی بہت ہوا۔ تمام تعلیمی مراکز بند کر دیئے گئے۔ہم نے اپنا آخری سمسٹر آن لائن مکمل کیا۔آخری سمسٹر میں طلباء کے بہت سے پلانز ہوتے ہیں۔لیکن سب حالات کی نظر ہو گیا۔ ہمارے محترم اساتذہ اور ہماری مدیرہ بھی covid-19 کا شکار ہوئیں۔الحمدللہ وہ اللہ کے کرم سے شفاء یاب ہیں۔ ان حالات میں گھروں پر محصور ہونا پڑا۔ہمارے لکھاری حضرات سے کچھ تاخیر بھی ہوئی۔جو نقصان اور تاخیر ہوئی اسکا ازالہ تو ممکن نہیں لیکن اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ ہم سب کو ایسی وباؤں اور حالات سے محفوظ رکھے اور اپنی امان میں رکھے۔

اب کچھ البدر کا تعارف کرواتی ہوں۔البدر علوم اسلامیہ کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک سالانہ مجلہ ہے، جس میں وہ اپنے آرٹیکلز دیتے ہیں،البدر ہر سال ایک خاص نمبر دیتا ہے جس کے تحت مضامین لکھے جاتے اگرچہ تحریر خاص نمبر کے علاوہ بھی ہوں،البدر اسے لے لیتا ہے۔البدر میں مضامین، منظومات غزل واقوال لکھے جاتے ہیں۔اس کا سب سے بڑا

فائدہ یہ ہے کہ ایسا پلیٹ فارم ہے جو طلبہ و طالبات کی لکھنے کی صلاحیت کو مزید نکھارتا ہے۔البدر 2020ء کا نمبر "باپ" ہے جس سے متعلق طالبات نے اپنے جذبات کا اظہار بذریعہ قلم کیا ہے۔

میرا نائب مدیرہ ہونے کا پہلا تجربہ تھا۔اس عمل کے دوران میں نے بہت کچھ سیکھا۔میں سب سے پہلے اللہ سبحان و تعالی کی بارگاہ میں شکر گزار ہوں اللہ نے مجھے توفیق عطا فرمائی۔اپنی اساتذہ بالخصوص اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ گلزار صاحبہ کا کہ جنھوں نے اپنے مصروف وقت میں بھی میری ہر طرح سے رہنمائی کی۔اپنی ساتھی مدیرہ کی بھی شکر گزار ہوں جو میری وقتاً فوقتاً رہنمائی کرتی رہیں،البدر کی ٹیم کا شکریہ سب نے مل کر بہترین طریقہ سے کام کیا۔سب سے بڑھ کے اس ادارہ علوم اسلامیہ کا شکریہ کہ جس نے ایسے بہترین مواقع فراہم کیے ہیں جس سے طلباء کی نصابی کے ساتھ غیر نصابی سرگرمیاں بھی نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

آخر میں یہی کہوں گی کہ قلم اور کتاب انسان کے لیے راہ ہدایت پانے کے سہارے ہیں یہ وہ بیساکھیاں ہیں جو انسان کے قدم مضبوط کرتی ہیں۔دعا یہی ہے کہ اللہ تعالی ہمیں نفع بخش علم عطا فرمائے۔آمین!

نائب مدیرہ البدر

صمیہ بی بی،ایم اے سمسٹر چہارم

فہرستِ مضامین

حمد باری تعالیٰ 11

حمد رب ذوالجلال 13

نعت رسول مقبول ﷺ 15

قرآن و سنت 18

کنوزِ دِل 19

آئیں اِن سنتوں کو زندہ کریں 24

ذکر تعارف اور اہمیت 33

حضرت موسیٰ کا قرآن میں ذکر اور کثرت سے ذکر کے اسباب و حکمتیں 44

ختم نبوت اور آئمہ حدیث کی آراء 47

قرآن مجید کے مختلف اسالیب 54

قرآن مجید میں مضامین کی تکرار 59

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ 63

ذکر و تسبیح 69

تخصصات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سورت احزاب کی روشنی میں) 76

آپ ﷺ کی زندگی کے معاشی حالات 85

صحابہ وصحابیاتؓ 92
عظمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم 93
سیرت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فضائل ومناقب 102
عہد فاروقی میں نظام حکومت 109
ام المومنین حضرت بی بی جویریہ ؓ 119
ام المومنین حضرت صفیہ ؓ 126
ام المومنین حضرت ماریہ مصریہ 133
اقوالِ زریں 137
پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب کے چند انمول موتی 138
حضرت عائشہؓ کے حکمت بھرے اقوال 140
اقوال زریں 143
اقوال زریں 144
مختلف مضامین 145
"خلوت اور جلوت کا ایک نہ ہونا نیکیوں کے ضیاع کا باعث بن سکتا ہے" 146
مفتی محمد تقی عثمانی کے حالاتِ زندگی اور فقہی خدمات 152
گرمی کا موسم اور اس کے شرعی آداب 157
خواتین کی ملازمت، شریعت اسلامیہ کی نظر میں 165
جہاد اور قتال (عصر حاضر کے تناظر) 172

قرآت خلف الامام کا صحیح عقیدہ 178

پاکستان میں دور جدید کے محدثین 181

ماہ صفر اور آج کا مسلمان 192

پاکستان کے نظامِ تعلیم کی خرابیاں اور چند تجاویزات 197

فیمنزم کیا ہے؟ 202

حکایاتِ سعدی 205

اصلاح معاشرہ 208

پاکستان کے تعلیمی نظام کی خامیاں 211

خودکشی اور ہمارا رویہ 218

عیسائیت کی سات مقدس رسوم 221

عربی ادب 224

مصری دور میں کہانت 230

زمانہ جاہلیت کے مشہور شعراء 235

واقعہ افک 241

تعمیر وطن میں نوجوانوں کا کردار 247

قومی یکجہتی وقت کی اہم ضرورت 251

بیٹیوں کے حقوق 260

اللہ اور انسان سے محبت 276

کنفیوشس مت کا مذہبی ادب 277

ماں کی بیٹی کو وصیت 284

سد ذرائع 286

مثل الدنیا فی الاخرۃ 294

آن لائن پڑھائی اور ادارہ علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب کی داستان 308

منظومات 314

غزل 315

غزل 316

چند اشعار 318

بلوچستان کے گمشدہ بھائی 319

فروا اعجاز (مہکِ فروا) 322

اردو شاعری 324

نمرہ ذوالفقار ایم اے، سمسٹر 2 326

میں فتوے لاواں ہر اک تے 330

ایک بہت عمدہ نظم 334

ابلیس کا اعتراف 334

باپ (مضامین اور نظمیں) 340

کچھ بابا جان کے بارے میں! 341

والدین کی نصیحت اور آج کی نسل 344
والد محترم کی عظمت 348
میرے باباجان 353
میری زندگی میرے بابا 355
باپ 358
پیارے باباجان 360
"باپ بطورِ سائبان" 363
میرا باپ کم نہیں میری ماں سے 365
والد کی فریاد 367
روزینہ حسن، ایم اے، سمسٹر چہارم 368
باپ کے نام ایک غزل 369
باپ کے لازوال مقام پر 372
باپ کی یاد 374
باپ کی عظمت 376
چند اشعار 378
بیٹی 380
بابا! 382

حمد باری تعالیٰ

(شفق بابر خان، ایم اے پارٹ II-ایوننگ)

اے کل کے مدد گار اے صاحبِ کمال

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

کرتے ہیں تیری حمد و ثناء نجم و قمر مہتاب

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

ارض و فلک ہوں یا ہوں بشر سب تیرے مدح خوان

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

یا حَیُّ یا قیوم یا رازق جبار

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

تُو رحیم ہے تو کریم ہے تو البارئُ غفار

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

لکھوں جو روشنائی سمندر کو بنا کے

مدحت کہاں ہو پائے گی اے تیری

کردگار

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

جھکتے ہیں لفظ سجدے میں کھول دیجئے باب

اے ربِ ذوالجلال, اے ربِ ذوالجلال

☆☆☆☆☆

حمد رب ذوالجلال

(صمیہ بی بی، ایم اے سمسٹر چہارم)

لکھوں تیری شان اگر میرے مالک لکھوں
سچ تو یہ ہے کہ محمد کا ہی خالق لکھوں

تو ہے خالق مطلق ہر چیز ہے خلقت تیری
تیرے محبوب کو ہر چیز کا مالک لکھوں

سر پہ رکھ لوں اسے اے میرے رب کریم
جس لوح پہ میں تیرا نامِ مبارک لکھوں

دیکھوں جو تیری شانِ جباری میرے مولا
اپنے اعمال کے سبب انجام بھیانک لکھوں

تو جو کہتا ہے رحیم ہوں آؤ میرے در پر

خود کو تیرے فضل کا میں طالب لکھوں

جل گیا تھا کوہ طور اک تجلی سے تیری

پھر بھی ہوں تیرے دیدار کا طالب لکھوں

ہو پوشیدہ بھی ہر ذرے میں جلوت تیری

میں تجھے ظاہر یا کہ پھر باطن لکھوں

آفتاب کرے حمد تیری ہو تیری عنائیت تو

ہو کے مخلوق تیری کیا میرے خالق لکھوں

(آفتاب احمد قادری)

☆☆☆☆☆

نعت رسول مقبول ﷺ

(صمیہ بی بی، ایم اے سمسٹر چہارم)

کہاں میں کہاں تاجدارِ مدینہ

میرا دل بھی ہے طلبگارِ مدینہ

تیرے در پہ ہاتھ باندھے کھڑے

سبھی تاجور شہریار مدینہ

عبادت کا مرکز مکہ معظمہ

محبت کا مرکز دیارِ مدینہ

مجھے اپنے در پہ بلا لیجے نا

اب ہے مشکل ہوا انتظار مدینہ

خاکی تو خاکی نوری بھی آئے

تیرے در پہ اے سرکارِ مدینہ

امراض ظاہر یا ہوں کہ باطن

شفاء ہی شفاء ہے غبارِ مدینہ

گزرے وہ لمحے ہیں کتنے پیارے

جاں فزا ہیں لیل و نہارِ مدینہ

جلوہ دنیا کیوں دیکھیں آنکھیں

سجا ہو جب جلوہ زارِ مدینہ

ہے بوئے دنیا طریقِ ضلالت

ہدایت کا رستہ بہارِ مدینہ

آفتاب کو مطلب کیا گلِ تر سے

بسا ہے نگاہوں میں خارِ مدینہ

(آفتاب احمد قادری)

☆☆☆☆☆

قرآن وسنت

کنوزِدِل

(ماریہ رحیم،بی۔ایس 8 سمیسٹر)

بندہ نے کل ایک مضمون دیکھا جس میں فاضل مصنف نے سارازورِ قلم یہ ثابت کرنے میں پہ صرف فرمایا کہ قرآن کریم میں جہاں بھی ذکر کا لفظ آیا ہے اس سے قرآن کریم ہی مراد ہے۔اس کے علاوہ کوئی ذکر نہیں بہت اچھی بات ہے۔ قرآن کریم ذکر ہے، مگر یہ کہنا بے دلیل ہوگا کہ صرف قرآن ہی ذکر ہے۔ کیا حدیث ذکر نہیں؟ کیا تسبیحات یا درود شریف ذکر نہیں ہے؟ کیا تبلیغ ذکر نہیں ہے؟ کیا عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ ذکر نہیں ہیں؟

قرآن کریم میں جہاں جہاں ذکر کا حکم ہوا ہے کیا ہر جگہ تلاوتِ قرآن کریم مراد لی جاسکتی ہے؟ جیسے لڑائی میں حکم ہے:

فَاثبُتُوا وَاذكرُوا اللهَ كَثِيرا(سورۃ الانفال:45)

کہ ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔

توکیا یہ ممکن ہے کہ حالت جنگ میں لڑائی بھی جاری رکھیں اور تلاوت بھی؟

الَّذِينَ يَذكرُونَ اللهَ قِيٰما وَّقعُودا وَّعَلى جُنُو بِهِم(آل عمران:191)

توکیا کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہوئے تلاوت ممکن ہے؟ یا

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِی الارضِ وَبتَغُوا مِن فَضلِ اللهِ وَ اذكرُاللهَ كَثِيرا(الجمعہ:10)

سورۃ جمعہ میں ہے کہ نماز کے بعد اپنے کام پہ جاو، مزدوری کرو، رزق حلال کماو اور اللہ کا ذکر کثرت سے جاری رکھو۔ ذکر کو اگر قرآن کریم مانا جائے تو کیا یہ عمل ممکن ہے؟

ہاں یہ درست ہے کہ قرآن کریم ذکر ہے، افضل ترین ذکر ہے مگر یہاں ''قرآن بھی ذکر ہے 'افضل ترین ذکر ہے 'تو درست ہے 'یہ درست نہیں کہ 'قرآن ہی ذکر ہے۔''

ذکر میں اور بھی بہت سی چیزیں، حتیٰ کہ عقائد سے ایمان اور اعمال تک شامل ہیں۔

ذکر کی اقسام

1۔ایمان لانا ایک عمل ہے اور اس میں اللہ کریم کی یاد موجود ہے لہذا ذکر ہے۔

2۔دین کا علم حاصل کرنا بہترین اعمال میں سے ہے اور اللہ کی یاد اس میں موجود ہے لہذا ذکر ہے۔

3۔(الف) ہر عمل جو بھی ہو خواہ فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مباح اس میں اللہ کریم کی یاد موجود ہے لہذا ذکر ہے۔اس میں عبادت سے لیکر امورِ دنیا تک سب شامل ہیں۔یہ ذکر علمی کہلاتا ہے۔نیز اس میں ذکر لسانی بھی شامل ہوتا ہے کہ عبادات میں تلاوت، تسبیحات ذکر لسانی ہیں۔اسی طرح دین پڑھنا، پڑھانا، تبلیغ، سب ذکر میں شامل ہیں کہ ان میں اللہ کریم کی یاد موجود ہے۔

(ب) اگلی قسم ذکر لسانی ہے، تسبیحات، اور درود شریف، تلاوت یہ سب ذکر لسانی میں شامل ہیں۔

(ج) اس سے آگے تیسری قسم ذکر قلبی ہے۔

قلب ایک لطیفہ ربانی ہے، جو اس گوشت کے لوتھڑے کے اندر ہے جس کے بارے ارشاد نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جسم کے اندر ایک لوتھڑا ہے۔اگر یہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے اور اگر یہ خراب ہے تو سارا بدن خراب ہے۔ **جان لو یہ دِل ہے۔او کما قال ﷺ**

اس {ذکر قلبی} کے احکام بھی موجود ہیں۔حتٰی کہ صاحبِ تفسیر مظہری ؒ نے تو لکھا ہے کہ ذکر قلبی کا حصول ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے اور احکام کے لیے صرف دو حوالے پیش کیے ہیں۔

1۔حضرت موسٰی علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرون کے پاس روانہ فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالٰی ہے:

وَلاَ تَنِیاَ فِی ذِکرِی۔(طٰہٰ:22)

یعنی میرے ذکر کی طرف توجہ ثانوی نہ ہو جائے۔

نبی کا ہر ذرہ بدن نہ صرف ذاکر ہوتا ہے بلکہ ذاکر گر ہوتا ہے کہ جو چیز مَس ہو جائے ذاکر ہو جاتی ہے۔لہذا نبی کی شان سے عدم ذکر تو ممکن نہیں ہاں فرعون ایک جابر و ظالم حکمران، کرّو فر، لاؤ لشکر اور شان و شوکت والا دربار اور وہ اپنی خدائی کا دعویدار ،اِسے دعوتِ اقرارِ توحید دینا وہ بھی بے سر و سامانی کی حالت میں، یہ کام اللہ کا نبی ہی کر سکتا ہے۔

تاکید فرمائی کہ اس حال میں بھی اول توجہ میرے ذکر کی طرف رہے اور فرعون سے کلام ثانوی درجہ میں ہو۔یہ صورت ،ذکر قلبی کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتی۔

2۔دوسرا حکم خود سورۃ مزمل میں آتا ہے۔آقائے نامدار ﷺ کو خطاب فرما کر فرمایا:

وَاذکُرِاسمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلا (المزمل:8)

کہ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کریں یعنی اللہ، اللہ، اللہ اس درجہ کریں کہ ماسوااللہ {اللہ کے سوا} کسی کی خبر نہ رہے ۔یہاں تلاوت کا حکم الگ گزر چکا تو یہ سب ،ذکر اسم ذات اور ذکر قلبی ہے۔ہاں توفیق اللہ کریم کے پاس ہے کہ سمجھنے کا شعور عطا فرمائے۔

ذکر قلبی

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست اور صالح ہے تو سارا بدن صالح ہے، اگر وہ فساد زدہ ہے تو سارا بدن فساد کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ تو قلب سے مراد، گوشت کے لوتھڑے یعنی دل { جو خون پمپ کرنے کی مشین ہے } کے اندر ایک لطیفہ ربانی ہے۔ اور عالم امر سے ہے۔

لطائف

جس طرح بدن کے اعضائے رئیسہ ہیں اسی طرح روح کے بھی اعضائے رئیسہ ہیں۔ بدن مادی ہے، اعضاء بھی مادی ہیں۔ مگر روح عالمِ امر سے ہے لٰہذا اس کے اعضائے رئیسہ بھی عالمِ امر سے ہیں ان کو لطائف کہا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ انسان پانچ نہیں دس چیزوں سے بنا ہے۔ پانچ اجزائے بدن ہیں اور پانچ لطائفِ روحانی۔ بدن کے اجزاء مٹی، آگ، ہوا، پانی اور ان کے ملنے سے نفس بنا۔ یہ پانچ ہوئے۔ جبکہ روح کے پانچ لطائف ہیں۔ قلب، روح، سری، خفی اور اخفا۔ یہ پانچوں لطائف ہر روح میں موجود ہیں اور انھیں میں انوارات کو قبول کرنے محسوس کرنے اور کیفیات پانے کی استعداد ہے۔

یہ پانچوں لطائف تو بنیاد ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے توان پر وارد ہونے والے انوارات کے رنگ بھی تحریر فرمائے ہیں۔ نیز مختلف سلاسل میں ان پانچوں کو بنیاد مانا گیا ہے۔ اپنے اپنے ذوق کے مطابق بعض نے مذید لطائف بیان فرمائے کہ سات ہیں اور بعض کے نزدیک گیارہ بھی ہیں۔ یہ توجیہات ذوقی ہیں۔ یعنی کشف و مشاہدہ اپنا اپنا ہے۔ لیکن سب کی بنیاد یہی پانچ ہیں اور پھر پانچ کا حاصل بھی ایک ہے لطیفہ قلب۔ کہ سب اذکار کا حاصل آخر اسی کی روشنی اور جلا ہے۔

لٰہذا ذکر کرنا بہت ضروری ہے کو دل کی میل کچیل کو دھو کر دل اور روح کو ہیرے کی طرح چمکا دیتا ہے۔

"میں کس طرح کروں بھلا تعریف آپ ﷺ کی کتنا بلند آپ ﷺ کی ہے رفعتوں کا حال صدیاں گزر گئیں تری مدحت کی راہ میں عاجز گئیں تری مدحت کی راہ میں عاجز ہوئے زبان و قلم تھک گئے خیال کرتے رہیں گے حسن کو تیرے سبھی بیاں شعلہ بیاں خطیب بھی شاعر بھی باکمال جس کو بھی تیری ذات سے نسبت نصیب ہو کہلائے دو جہاں میں وہی صاحبِ کمال"۔

☆☆☆☆☆

آئیں اِن سنتوں کو زندہ کریں

(نمرہ نصیر، ایم اے سمیسٹر چہارم)

سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض بھی ہے اور اس کی اولین ترجیح بھی۔ آئیں ہم ایسے مسلمان بن جائیں جو بھولی ہوئی سنتوں کو زندہ کریں پھر سے ہمارا ملک اسلام کے نفاذ کی مثال بن جائے اور جو کوئی ایسی سنت کو زندہ کرے گا جو مردہ ہو گئی ہو تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

- **رات کو برتن ڈھانک کر سونا**

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "برتن ڈھانک دو، مشکیزے کا منہ باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے۔ پھر جس بھی ان ڈھکے برتن اور منہ کھلے مشکیزے کے پاس سے گزرتی ہے۔ تو اس وبا میں سے (کچھ حصہ) اس میں اُتر جاتا ہے۔ "[1]

- **نیند سے بیدار ہوتے وقت ہاتھوں سے آنکھوں کو ملنا**

رسول اللہ ﷺ سو گئے تا آنکہ جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد، تو آپ بیدار ہوئے اور بیٹھ کر ہاتھ کے ذریعے سے چہرہ مبارک سے نیند کے اثرات دور کرنے لگے۔ پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ [2]

- **مسواک کرنا**

حضرت انسؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں مسواک کرنے کے متعلق بہت تلقین کر چکا ہوں۔ [3]

- **مرغ اور گدھے کی آواز سننے پر ذکر کرنا**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے۔ اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے شیطان کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔ [4]

- **کھانے میں عیب نہ نکالنا**

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر کوئی چیز آپ کو پسند آتی تو آپ اس کو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے۔ [5]

- **سفر سے واپسی پر نفل ادا کرنا**

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن میں چاشت کے وقت کے سوا (کسی اور وقت) سفر سے واپس تشریف نہ لاتے، پھر جب تشریف لاتے تو مسجد جاتے، اس میں دو رکعتیں ادا کرتے، پھر (کچھ دیر) وہیں تشریف رکھتے (تاکہ گھر والوں کو آپ ﷺ کی آمد کا علم ہو جائے)۔ [6]

- **مہمان کی میزبان کے لئے دعا**

حضور ﷺ نے میزبان کے لیے یہ دعا مانگی۔ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ [7]

- **بہت زیادہ زیب و زینت کی ممانعت اور کبھی کبھار ننگے پاؤں چلنا**

سیدنا عبداللہ بن بریدہؓ نے سیدنا فضالہ بن عبیدؓ سے ان کے جوتے نہ ہونے اور پراگندہ سر سے متعلق دریافت کیا تو حضرت فضالہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمیں بہت زیادہ اسباب عیش جمع کرنے اور بہت زیادہ زیب و زینت سے منع

فرمایا کرتے تھے۔ پھر جوتے نہ ہونے کے بارے میں کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی رہا کریں۔ [8]

- **مسلمان بھائی کو مسکر کر ملنا**

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "نیکی میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو، چاہے یہی ہو کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی کو کھلتے ہوئے چہرے سے ملو۔ "[9]

- **سفر کے لئے جمعرات کا انتخاب کرنا**

سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے علاوہ کسی اور دن سفر میں نکلیں (یعنی آپ اکثر جمعرات ہی کو نکلتے تھے)۔ [10]

- **بارش کا پانی بطور تبرک ڈالنے کے لئے اپنے جسم سے کچھ کپڑا اہٹانا**

سیّدنا انس رضي اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش ہونے لگی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اپنے جسم سے کپڑا اہٹالیا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر پڑنے لگی۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! آپ نے ایسے کیوں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیونکہ یہ ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے آئی ہے۔ "[11]

- **گناہ کے بعد نماز توبہ پڑھنا**

رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ ﷺ فررہے تھے "کوئی بندہ ایسا نہیں جو کوئی گناہ کر بیٹھے پھر وضو کرے اچھی طرح، پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھے اور اللہ سے استغفار کرے، مگر اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ [12]

- **مجلس سے اٹھتے وقت یا ساتھی سے جدا ہوتے وقت سلام کرنا**

سیدنا ابو ھریرۃ رضي اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب وہاں سے اٹھنا چاہے تو بھی سلام کہے۔ پہلی دفعہ سلام کہنا دوسری دفعہ کے مقابلے میں کوئی زیادہ اہم نہیں ہے۔ [13]

- **مغرب کی نماز میں لمبی قرأت کرنا**

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا کرتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں دو لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، مروان کہتے ہیں: میں نے (ان سے) پوچھا: وہ دو لمبی لمبی سورتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا سورۃ الاعراف اور دوسری سورۃ الانعام ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں: میں نے ابن ابی ملیکہ سے پوچھا: تو انہوں نے مجھ سے خود اپنی طرف سے کہا: وہ سورۃ المائدہ اور اعراف ہیں۔ [14]

- **افطاری کی دعا پڑھنا**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ "پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اگر اللہ نے چاہا تو ثواب مل گیا"۔ [15]

- **رات کو سونے سے پہلے کی سنتیں**

← بستر پر لیٹ کر یہ دعا پڑھنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: جب تم سونے لگو یا اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَاَمِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ پھر اگر تمہارا اس رات انتقال ہو گیا تو دین اسلام پر مرو گے، اور اگر تم نے صبح کی تو تم خیر کثیر کے ساتھ صبح کرو گے۔ [16]

← رات کو سونے سے پہلے "سورۃ بنی اسرائیل" اور "سورۃ الزمر" کی تلاوت کرنا

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر کی تلاوت کئے بغیر نہیں سوتے تھے۔ [17]

← سوتے وقت سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے، پھر پڑھتے: « اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ أَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ [18]

← سونے سے پہلے "سورۃ الکافرون" کی تلاوت کرنا

فروہ بن نوفل ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر انہوں نے کہا: اور کہا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جسے میں جب اپنے بستر پر جانے لگوں تو پڑھ لیا کروں، آپ نے فرمایا: "{ قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ } پڑھ لیا کرو، کیونکہ اس سورہ میں شرک سے برأۃ (نجات) ہے۔ [19]

- تین وتروں میں یہ سورتیں ترتیب سے پڑھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں «سبح اسم ربك الأعلى» دوسری رکعت میں «قل يا أيها الكافرون» اور تیسری میں «قل هو الله أحد» پڑھتے، اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے، پھر جب (وتر سے) فارغ ہو جاتے تو فراغت کے وقت تین بار: «سبحان الملك القدوس» کہتے، اور ان کے آخر میں کھینچتے۔ [20]

- **ہر ماہ تین روزے**

سیّدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے۔ چاشت کی نماز۔ وتر پڑھ کر سونا۔ [21]

- **پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنا**

ام المومنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سوموار اور جمعرات کے صیام کی تلاش میں رہتے تھے۔ [22]

- **رکوع کے بعد یہ دعا پڑھنا**

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رکوع سے سَر اٹھاتے تو یہ (دعا) فرماتے :

اللهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ، وَمَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَد ُّ [23]

- **جنازہ رکھنے کے بعد بیٹھنا**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔ [24]

- **فجر کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر میں سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا [25]

- **جمعہ کے خطبہ میں سورۃ ق کی تلاوت کرنا**

عبداللہ بن محمد بن معن نے حارثہ بن نعمان کی بیٹی (ام ہشام) سے روایت کی، انھوں نے کہا: میں نے سورہ ق (کسی اور سے نہیں براہ راست) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن کر یاد کی، آپ ہر جمعے میں اسے پڑھ کر خطاب فرماتے تھے۔ [26]

مصادر و مراجع

1. **صحیح مسلم**: كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ (بَابُ اسْتِحبَابِ تَخْمِيرِ الْإِنَاءِ وَهُوَ تَغْطِيَةِ وَإِيكَاءِ السِّقَاءِ، وَإِغْلَاقِ الْأَبْوَابِ، وَذِكْرِ اسْمِ اللهِ عَلَيْهَا، وَإِطْفَاءِ السِّرَاجِ وَالنَّارِ عِنْدَ النَّوْمِ، وَكَفِّ الصِّبْيَانِ وَالْمَوَاشِي بَعْدَ الْمَغْرِب : 5255
2. **صحيح البخاري**،كِتَابُ الوُضُوءِ ، بَابُ قِرَاءَةِ القُرْآنِ بَعْدَ الحَدَثِ وَغَيْرِهِ : 183
3. **صحيح البخاري**: كِتَابُ الجُمُعَةِ (بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ :888
4. **صحيح البخاري**: كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ (بَابٌ:خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ : 3303
5. **صحیح مسلم**:كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ (بَابُ لَا يَعِيبُ الطَّعَامَ: 5380
6. **صحیح مسلم**:كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا (بَابُ اسْتِحْبَابِ الرَّكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ قُدُومِهِ :1659
7. **جامع الترمذي**:أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (بَابٌ فِي دُعَاءِ الضَّيْفِ : 3576

8. **سنن ابی داؤد: اول** کتاب الترجل، باب النهی عن کثیر من الارفاه: 4160

9. **صحیح مسلم**: كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ (بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ:6690

10. **سنن ابی داؤد**،کتاب الجهاد، باب فی ای یوم یستحب السفر: 2605

11. **سنن ابی داؤد**،کتاب الاداب (ب) (ابواب النوم) ، باب المطر: 5100

12. **سنن أبي داؤد**،كِتَابُ تَفريع أبوَاب الوِترِ، بَابُ فِي الِاسْتِغْفَارِ : 1521

13. **سنن ابی داود**،کتاب السلام ، باب فی السلام اذا قام من المجلس: 5208

14. **سنن ابی داؤد**،کتاب تفریع استفتاح الصلاة، باب قدر القراءة فی المغرب : 812

15. **سنن ابی داؤد**،کتاب الصیام، باب القول عند الافطار: 2357

16. **سنن ابن ماجه**،كِتَابُ الدُّعَا ،بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ: 3876

17. **جامع الترمذي**،أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،بَابٌ مِنهُ فِی قِرَاءَةِ سُورَةُ الکَافِرُونَ وَالسَّجدَةِ وَالمُلکِ وَالزُّمرِ وَبَنِی اِسرَائِیلَ وَالمُسبحات :3405

18. **جامع الترمذي**،أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَابٌ مِنْهُ دُعَاءِ اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ :3398

19. **جامع الترمذي**،أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،بَابٌ مِنهُ فِی قِرَاءَةِ سُورَةُ الکَافِرُونَ وَالسَّجدَةِ وَالمُلکِ وَالزُّمرِ وَبَنِی اِسرَائِیلَ وَالمُسبحات : 3403

20. **سنن نسائی**،کتاب الصلوة، ذکر اختلاف الفاظ ناقلین لخبر ابی بن کعب فی الوتر: 1700

21. **صحیح البخاري**، كِتَابُ التَّسهَجُّدِ ،بَابُ صَلاَةِ الضُّحَى فِي الحَضَرِ :1178

22. **جامع الترمذي**،أَبْوَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ : 745

23. **صحیح مسلم**،کتاب الصلوۃ ، باب ما یقول اذا رفع رأسہ من الرکوع : 1072

24. **صحیح البخاري**،كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابٌ: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً، فَلاَ يَقْعُدُ حَتَّى تُوضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ، فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالقِيَامِ : 1310

25. **سنن ابن ماجه**،كِتَاب إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَالسُّنَّةُ فِيه ،بَابُ مَا يُقَالُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ: 925

26. **صحیح مسلم**:كِتَابُ الْجُمُعَةِ (بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ : 2014

ذکر تعارف اور اہمیت

(بینش حسیب، بی ایس، سیمسٹر ہفتم)

تعارف لفظ ذکر

- **لغوی معنی**

ذکر کے معنی یاد کرنا، ذہن میں کسی چیز کو دہرانا، ثنا خوانی، دعا اور ورد کے ہیں۔

علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

ذکر کسی چیز کو یاد کرنا اس میں چیز کا تزکرہ کرنا ہے اور ذکر یہ بھی ہے کہ زبان پر کسی چیز کا جاری ہو جانا۔ [1]

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

ولذلک قیل :الذّکر ذکران :ذکر بالقلب .وذکر باللّسان .وکلّ واحد منہما ضربان :ذکر عن نسیان .وذکر لا عن نسیان بل عن إدامة الحفظ۔ [2]

ذکر دو قسم پر ہے ذکر قلبی اور ذکر لسانی پھر ان میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے نسیان کے بعد کسی چیز کو یاد کرنا یا بغیر نسیان کے کسی چیز کو ہمیشہ یاد رکھنا اور ہر قول کو ذکر کہا جا سکتا ہے۔

مولانا عبدالحفیظ البلیاوی لکھتے ہیں:

ذکر الا الشی ء: دل میں یاد کرنا۔ ذکر لفلان حدیثا

ذکر الا مہ: اچھی طرح سمجھنا۔ ذکر اسم اللہ: اللہ کا نام لینا [3]

اردو دائرہ معاف اسلامیہ میں ہے:

ذکر بالقلب کے معنی ہیں "یاد کرنا اور یاد رکھنا اور ذکر نا للسان کے معنی ہیں نام لینا یا بیان کرنا۔ [4]

- **شرعی معنی:**

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالٰی کا ذکر بہترین عمل ہے۔ اللہ تعالٰی سے مسلسل تعلق قائم رکھنے کے لئے ہر وقت اور ہر حال میں اپنی توجہ کو زات اقدس کی طرف مرکوز رکھنے کے لیے ذکر ہی ایک بہترین ذریعہ ہے"۔ [5]

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"ذکر کے اصلی معنی یاد کرنے کے ہیں جس کا تعلق قلب سے ہے۔ زبان سے ذکر کرنے کو بھی اس لئے کہا جاتا ہے کہ زبان ترجمان قلب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ذکر زبانی وہی معتبر ہے جس کے ساتھ دل میں بھی اللہ تعالٰی کی یاد ہو"۔

امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں:

"ذکر اللہ کے اصطلاحی معنی ہیں خدا کو یاد کرنا۔ دل و زبان سے الحمد اللہ، اللہ اکبر، لا الہ اللہ کہنا، یا دوسرے الفاظ سے اللہ تعالٰی کو یاد کرنا۔ [6]

ذکر کی فضیلت واہمیت

- **قرآن کی روشنی میں:**

یا یہا الذین امنو ااذکرو اللہ ذکر کثیرا وسبحوہ بکرۃ و اصیلا [7]

"اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اور اس کی صبح و شام تسبیح بیان کرو"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

واذکر ربک فی نفسک تضر عا و خفیہ [8]

"اور اپنے رب کا ذکر کرو اپنے جی میں گڑ گڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ"

بعض آیات میں اللہ کو بھولنے اور اس کی یاد سے غافل ہونے سے شدت کے ساتھ منع فرمایا گیا۔ یہ بھی ذکر اللہ کی تاکید ہی کا ایک عنوان ہے مثلاً ارشاد فرمایا ہے:

ولا تکن من الغفلین [9]

"اور نہ ہونا تم غفلت کرنے والوں سے"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ولاتکو نو اکا لذین نسو اللہ فا نسھم انفسھم [10]

"اور تم ان میں سے نہ ہو جائو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر (اس کی پاداش میں) اللہ نے ان کو ان کے نفس بھلا دیے"

بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ فلاح اور کامیابی اللہ کے ذکر کی کثرت کے ساتھ وابستہ ہے ارشاد ہے

واذکرو اللہ کثیر ا لعلکم تفلحون [11]

"اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاو"

بعض آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے اہل ذکر کی تعریف کی گئ ہے اور بتایا گیا ہے کہ ذکر کے صلہ میں اس کے ساتھ رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ کیا جائے گا اور ان کو اجر سے نوازہ جائے گا۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ایمان والے بندوں اور بندیوں کے چند دوسرے ایمانی اوصاف بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے "

والذاکرین اللہ کثیر ا والذاکرات اعداللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما [12]

"اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اس کے بندے اور بندیوں کے لئے تیار کر رکھی ہے بخشش اور عظیم ثواب"

اسی طرح بعض آیات میں گواہی دی گئی ہے کہ جو لوگ دنیا کی بہاروں اور لذتوں میں منہمک اور مست ہو کر اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں گے وہ ناکام اور نامراد ہوں گے۔ مثلا سورۃ المنافقون میں ارشاد فرمایا گیا ہے "

یا ایھا الذین امنو الا تلھکم اموا لکم ولا اولا دکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذلک فا ولئک ھم الخسرون [13]

"اے ایمان والو! تمہاری دول اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے وہ بڑے گھاٹے میں رہیں گے"

بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جو بندے ہمیں یاد کریں گے ہم انہیں یاد کریں گے۔

فا ذکرونی اذکر کم واشکروالی ولاتکفرون [14]

"سو مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو"

بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے ذکر کو ہر چیز کے مقابلہ میں عظمت و فوقیت حاصل ہے اور اس کائنات میں وہ ہر چیز سے بالاتر اور بزرگ و برتر ہے۔

ولذکراللہ اکبر [15]

"اور یقین کرو اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ و برتر ہے"

بعض آیات میں بڑے اونچے درجے کے اعمال کے بارے میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان کے اختتام پر اللہ کا ذکر ہونا چاہیے گویا ذکر اللہ ہی کو ان اعمال کا "خاتمہ" بنانا چاہیے مثلاً نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فاذاقضیتم الصلوۃ فاذکرواللہ قیما وقعود ا وعلی جنو بکم [16]

"جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ کا ذکر کرو (ہر حال میں) کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے"

فاذا قضیت الصلوٰۃ فا نتشروا فی الارض وابتغو من فضل اللہ واذکرو اللہ کثیر ا لعلکم تفلحون [17]

"جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو (اجازت ہے) کہ تم (مسجد سے نکل کر اپنے کام کاج کے سلسلہ میں) زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس حالت میں بھی اللہ کا خوب ذکر کرو پھر تم فلاح کی امید کر سکتے ہو"

اور حج کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

فا ذاقضیتم مناسککم فا ذکرو ا اللہ کذ کر کم آ با ء کم او اشد ذکرا [18]

"پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر کے فارغ ہو جاو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے کہ تم (تفاخر کے طور پر) اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو"

بعض آیات ذکراللہ کی ترغیب اس عنوان سے دی گئ ہے کہ دانش منداور صاحب بصیرت بندے وہی ہیں جو ذکراللہ سے غافل نہیں ہوتے جس کالازمی مفہوم یہ ہے کہ جوذکراللہ سے غافل ہوں وہ عقل وبصیرت سے محروم ہیں مثلاسورۃ آل عمران کے آخری رکوع میں ارشادہے:

ان فی خلق السموات والاض واختلف الیل والنھار لا یت لا ولی الالباب الذین یذ کرون اللہ قیما وقعودا وعلی جنو بھم[19]

"یقیناًزمین وآسمان کی تخلیق میں اوررات دن کی تبدیلیوں میں کھلی نشانیاں ہیں ان ارباب دانش کے لئے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹنے کی حالت میں بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں (اوراس سے غافل نہیں ہوتے)"

بعض آیات سے معلوم ہوتاہے کہ اونچے سے اونچے اعمال صالحہ کا مقصداوران کی روح ذکراللہ ہے۔ مثلا نماز کے بارے میں ارشادہے :[20]

واقیم الصلوۃ لذکری[21]

"میری یاد کے لئے نماز قائم کرو"

- احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل یہ ہیں:

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو مین اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں "[22]

درج ذیل ارشادات نبوی ﷺ "ذکر الٰہی" کی فضیلت وافادیت ظاہر کرتے ہیں۔

- ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب تو دنیا چھوڑے تو تیری زبان ذکراللہ سے تر ہو"

ایک اور شخص عرض کیا کہ مجھے احکام دین تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ (جن پر عمل کرنا مشکل ہے) مجھے صرف ایک چیز بتلا دیجئے۔ فرمایا:

لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ

"یعنی تیری زبان ذکر الٰہی سے تر رہے"

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"لوگو! بہشت کے باغوں کی سیر کرو"۔ لوگوں نے عرض کیا بیشت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: مجالس الذکر یعنی ذکر کی مجلسیں۔ مزید فرمایا:

"صبح وشام ذکر الٰہی برابر کیا کرو۔ تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے، کہ اپنا درجہ خدا تعالیٰ کے ہاں دریافت کرے، اسے لازم ہے کہ اس بات پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ کا درجہ خود اس کے دل میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بنسے کو ویسا ہی درجہ دیتا ہے جو اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے"

- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اسکی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا اس کی مثال مردہ جیسی ہے"

- ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے درجات کو بہت بلند کرنے والی ہو اور سونے چاندی کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بھی بہتر اور (جہاد میں) دشمنوں کو قتل کرنے اور قتل ہونے سے بھی افضل ہے۔" صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا "ضرور بتایئے" آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کا ذکر"

ذکر الٰہی کو جہاد اور دیگر اعمال پر فضیلت دینے سے مراد یہ ہے کہ ذکر الٰہی، اطاعت الٰہی کی اصل اور اعمال خیر کی بنیاد ہے۔ 23

- **صحابہ وصالحین کے اقوال:**

ذکر الٰہی کے متعلق صحابہ وصالحین کے اقوال مندرجہ ذیل یہ ہیں۔

یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"ذکر الٰہی کرنے والا اپنے آپ کو محفوظ قلعہ میں داخل کر لیتا ہے۔ شیطان اس کو گمراہ نہیں کر سکتا۔"[24]

ابوداؤد کا قول ہے:

"ہر شے کے لیے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔"[25]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"سونے کے دینار سخاوت کرنے کے بجائے سبحان اللہ پڑھ لینا مجھے زیادہ محبوب ہے۔ "[26]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جن گھروں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کو آسمان والے ایسے چمکدار دیکھتے ہیں جیسے زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ "[27]

حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "غور و فکر اور مراقبہ ایک ایسا آئینہ ہے جو تیرے سامنے تیری برائیاں بھلائیان سب پیش کر دیتا ہے۔" [28]

عمر بن عبد العزیزؒ کا ارشاد ہے:

"اللہ عز وجل کے ذکر میں زبان کا چلنا بہت اچھا ہے اور خدا کی نعمتوں میں غور فکر کرنا افضل عبادت ہے۔" [29]

مصادر و مراجع

1. ابن منظور الافریقي المصري، لسان العرب، دار صادر—بیروت، الثالثة- 1414ھ۔ ج:4، ص:308

2. امام راغب اصفہانی، المفردات في غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیة- دمشق بیروت، 1412ھ، ج:1، ص:328

3. البلیاوی، عبد الحفیظ، مولانا، مصباح اللغات، پروگریسو بکس لاہور، ص:224

4. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:10، ص:22

5. محدث دھلوی، شاہ ولی اللہ، حجتہ اللہ البالغتہ، مترجم: عبدالرحیم، قومی کتب خانہ، لاہور1983ء، ج:2، ص:366-367

6. الغزالیؒ، ابوحامد، امام، کیمیائے سعادت، مترجم محمد سعید الرحمٰن علوی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص:189

7. الاحزاب33: 41-42

8. الاعراف7: 205

9. ایضاً

10. الحشر59: 19

11. الجمعہ62: 10

12. الاحزاب33: 35

13. المنافقون63: 9

14. البقرہ2: 152

15. العنکبوت29: 45

16. النساء4: 103

17. الجمعہ62: 10

18. البقرہ2: 200

19. آل عمران3: 190-191

20. معارف الحدیث، ج:5، ص:24

21. طہ20:14

.22 شرح صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ،(ح6681)،ج:7،ص:44

.23 جامع الترمذی، کتاب الدعاء، باب ماجاء فی فضل الذکر(ح3377)

.24 بستوی، عبدالسلام، اسلامی خطبات، مکتبہ سلفیہ، لاہور، ج:2،ص:290

.25 الجوزی، ابن قیم، امام، الوابل الصیب من کلام الطیب، دارالسفلیہ بمبئی، ص:115

.26 ایضاً، ص:181

.27 محمد عبدالحئی، ڈاکٹر، اسوہ رسول ﷺ، ایجوکیشن پریس پاکستان، کراچی، 1977ء، ص:300

.28 اسلامی خطبات، ج:2، ص:282

.29 ایضاً، ص:283

☆☆☆☆☆

حضرت موسیٰ کا قرآن میں ذکر اور کثرت سے ذکر کے اسباب و حکمتیں

(بینش حسیب، بی ایس، سمیسٹر ہفتم)

سب سے پہلے تو یہ بات ہمیں ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ کا نہیں بلکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ قرآن میں سب سے کم ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یہ بات سچ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد چار دفع آیا ہے مگر پورے قرآن کا تانا بانا صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں قل کے بعد والا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جا رہا ہے۔مزمل مدثر، رحمۃ اللعالمین، وضحیٰ، یٰس اور طٰہٰ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہ قرآن میں لقب ہیں۔

ہاں نبیوں کے ناموں میں سب سے زیادہ نام موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نبی کے سب سے زیادہ قصے سنائے اور نام لے کر ذکر کیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔

اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہات اور حکمتیں ہو سکتی ہیں۔

1- قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے میں سب سے زیادہ ہاتھ اہل کتاب کا ہونا تھا۔اور ان کو یکساں چیزوں کی طرف لانے کے لیے قرآن میں بھی ان کے نبیوں کا ذکر ہونا ضروری تھا۔اسی وجہ سے قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر سب سے زیادہ کیا گیا ہے۔آپ بنی اسرائیل کے نبی ہیں اور یہودی آپ کو مسیحا مانتے ہیں۔

-2اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو حضرت موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے قصوں سے تنبیہ فرمائی ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تم وہ کام نہ کرنا جو حضرت موسی علیہ السلام کے پیروکاروں نے ان کے ساتھ کیا۔اور اسی سے ملتی جلتی بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار صحابہ نے جنگ بدر کے موقع پر کی۔

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم موسی کے پیروکاروں کی طرح نہیں ہیں جو آپ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ ہم آپ کا آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے ہر طرف سے ساتھ دیں گے۔اور موسی کے پیروکاروں کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ تم اور تمہارا رب لڑیں۔

-3آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسی علیہ السلام کی طرح صاحب امت پیغمبر تھے۔کتاب مقدس کی کتاب استثنا میں اس سے ملتی جلتی بات ملتی ہے کہ

میں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانِند ایک نبی برپا کرُوں گا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دُوں گا وُہی وہ اُن سے کہے گا۔(کتاب الاستثنا باب 18 آیت 18)

اس روایت کے مطابق حضرت اسحاق کے بھائی کی نسل میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہو رہی ہے۔اور حضرت موسی علیہ السلام تو ہی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل تھے۔

حضرت موسی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے والدان کے اس دنیا آنے سے پہلے ہی کوچ فرما چکے تھے۔دونوں کی امتوں میں ایمان لانے والے افراد کی تعداد بہت زیادہ تھی۔اور اس طرح کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسی علیہ السلام ایک جیسے ہیں۔اور اس روایت کا آخری حصہ قرآن کے اس آیت کی بھی تصدیق کرتا ہے: وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ﴿3﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾ (سورۃ النجم آیت نمبر: 3-4)

اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

اور قرآن میں یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔جی کی تفسیر لکھنے والے لوگ اس روایت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں پیشنگوئی کہتے ہیں۔اور وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام کی نہ تو معجزانہ پیدائش ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کی تعداد صرف بارہ تھی۔

☆☆☆☆☆

ختم نبوت اور آئمہ حدیث کی آراء

(بنیش حسیب، بی ایس، سیمسٹر ہفتم)

آئمہ حدیث کے نزدیک بھی خاتم النبیین کا وہی معنی ہے جو ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔چند ائمہ کے اقوال اور آراء درج ذیل ہیں:

- **امام ابن حبان(م ۳۵۴ھ)**

امام قسطلانی نے ختم نبوت کے حوالے سے امام ابن حبان کا قول نقل کیا ہے۔

من ذهب إلى أن النبوة مكتسبة لا تنقطع أو إلى أن الولي أفضل من النبي فهو زنديق يجب قتله۔[1]

جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبوت کسب کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے، یہ ختم نہیں ہوتی یا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہے تو وہ کافر ہے،اس کا قتل (قانونا)واجب ہے جس کی تنفیذ کا حق عدالت کے پاس ہے)"

امام زرقانی اس قول کی شرح میں ایسے شخص کے ارتداد اور قتل کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لتكذيب القرآن و خاتم النبيين۔[2]

- **قاضی عیاض(م ۵۴۴ھ)**

ابوالفضل قاضی عیاض شافعی نے ہر قسم کی نبوت اور القاء وی کے دعوی کو کفر قرار دیا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

أو من ادعى النبوة لنفسه او جوز اكتسابها و البلوغ بصفاء القلب إلى مرتبتها .... وكذلک من ادعي منهم أنه يوحى إليه و إن لم يدع النبوة .... فهؤلاء كلهم كفار و مكذبون للنبي عليه لأنه أخبر - القلعة - أنه خاتم النبيين لا نبي بعده،

وأخبر أيضا عن الله تعالى - أنه خاتم النبيين وأنه أرسل إلى كافة للناس وأجمعت الأمة على حمل هذا الكلام على ظاهره وأن مفهومه المراد منه دون تأويل ولا تخصيص فلا شك فی كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعة إجماعة و سمعا۔ [3]

یاجو شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد) نبوت کا دعوی کرے یا سمجھے کہ (ریاضت ومجاہدے کے ذریعے) کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے اور صفائے قلبی سے منصب نبوت پا سکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص یہ دعوی کرے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اگرچہ وہ نبوت کا دعوی نہ کرے پس ایسے سب مدعیان کافر ہیں اور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باخبر کر دیا کہ آپ آخری نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ نے من جانب اللہ (ہمیں) آگاہ فرمادیا ہے کہ آپ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ بیشک اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کائنات انسانی کی طرف مبعوث کیا ہے قرآن وسنت کے علاوہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور ان الفاظ کا جو ظاہری مفہوم ہے بالکل وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہو گا۔ (جو لوگ اس کے خلاف کریں) قرآن وحدیث اور اجماع امت کی رو سے ان (سب) کے کفر میں کوئی شک نہیں“

- **امام ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)**

امام ابن قیم لفظ عاقب اور خاتم کو ہم معنی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعاقب الذي جاء عقب الأنبياء فليس بعده نبي فإن العاقب هو الآخر فهو بمنزلة الخاتم۔ [4]

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاقب ہیں جو تمام انبیاء کے پیچھے تشریف لائے۔ پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، سو عاقب سے مراد آخری ہے اور یہ خاتم کے ہم معنی ہے۔“

- **امام ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)**

امام ابن حجر عسقلانی یوں رقم طراز ہیں:

وفضل النبي سلام على سائر النبيين، وان الله خاتم به المرسلين وأكمل به شرائع الدين۔ [5]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت رکھتے ہیں اور اللہ نے آپ پر رسل عظام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا اور آپ کے ذریعے شریعت کی تکمیل فرمادی"

- **امام بدر الدین عینی (م۸۵۵ھ)**

امام عینی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

وأن الله ختم به المرسلين وأكمل به شرائع الدين۔ [6]

اور بے شک اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسولوں (کی بعثت) کو ختم فرمادیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اسلام کے ساتھ شریعت مکمل فرمادی۔

- **امام قسطلانی (م۹۲۳ھ)**

امام قسطلانی خاتم النبین کا معنی بیان کرتے ہیں:

خاتم النبيين أي آخرهم الذي ختمهم أو ختموا به۔ [7]

خاتم النبین کا معنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے وہ فرد آخر ہیں کہ جس نے (تشریف لاکر) انہیں ختم کر دیا یا وہ اس (کی بعثتت) کے ساتھ ختم کر دیئے گئے"

امام قسطلانی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

وهذه الآية نص في أنه لا نبي بعده فلا رسول بطريق الأولى، لأن مقام الرسالة أخص من مقام، فأن كل رسول نبی، ولا ینعکس۔ [8]

یہ آیت کریمہ اس پر نص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو کوئی رسول بدرجہ اولی ہیں کیونکہ منصب رسالت منصب نبوت سے خاص ہے، پس بے شک ہر رسول نہیں ہے مگر ہر نبی رسول نہیں"

امام قسطلانی مزید لکھتے ہیں:۔

فمن تشريف الله تعالى له ختم الأنبياء والمرسلين به وإكمال الدين الحنيف له وقد أخبر الله في كتابه ورسوله في السنةالمتواترة عنه أنه لا نبي بعده ليعلموا أن كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب أفاك دجال ضال ولو تحذق وتشعبذ وأتى بأنواع السحر والطلاسم والنيرنجيات۔ [9]

اور اللہ تعالی کے آپ کو عطا کردہ شرف میں سے ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے انبیاء و مرسلین (کے سلسلہ) کو ختم فرمادیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دین حنیف کی تکمیل فرمادی اور تحقیق اللہ تعالی نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی (نئے) نبی کی آمد نہیں ہوگی تاکہ سب لوگ جان لیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس کسی نے بھی اس مقام (منصب نبوت) کا دعوی کیا وہ بہت بڑا دروغ گو، دجال، گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے اگر چہ وہ بڑی عقلی مہارت دکھائے، شعبدہ بازی کرے اور طرح طرح کے سحر و طلسمات اور کرشمات کا مظاہرہ کرے۔"

- **ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)**

ملا علی قاری تاجدار کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دعوی نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ودعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع۔ [10]

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دعوی نبوت بالاجماع کفر ہے۔"

- **امام احمد شہاب الدین خفاجی (م۱۰۹۹ھ)**

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

وكذلك نكفر من ادعى نبوة أحد مع نبينا ﷺ ان في زمنه كمسيلمة الكذاب والأسود العنسي أو ادعى نبوة أحد بعده فإنه خاتم النبيين بنص القرآن والحديث، فهذا تكذيب الله ورسوله ﷺ۔[11]

("حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد) جو بھی دعوی نبوت کرے گا، ہم اسے کافر قرار دیں گے خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلہ انبیاء کو ختم فرمانے والے ہیں۔ قرآن وسنت نے اس کی تصریح کر دی ہے پس (مدعی نبوت) اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والا ہے۔ (چنانچہ وہ قرآن وسنت کا منکر اور کافر ہے")

- **امام زرقانی مالکی (م۱۱۲۲ھ)**

امام زرقانی مالکی اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

ولكن رسول الله وخاتم النبيينه أي آخرهم الذي ختمهم أو ختموا به۔[12]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں لیکن سب نبیوں کے آخر ہیں جس نے (آکر) ان (کی آمد کے سلسلہ) کو ختم فرمادیا یا وہ آپ ان کی بعثت کے ساتھ ختم کر دیئے گئے۔"

- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۴ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

أو قال: إن النبي طنين خاتم النبوة ولكن معنى هذا الكلام أنه لايجوز أن يسمي بعده أحد بالنبي وأما معنى النبوة وهو كون الإنسان مبعوثا من الله تعالى إلى الخلق مفترض الطاعة معصومةمن الذنوب ومن البقاء على الخطأ فيما يرى فهو موجود في الأئمة بعد فذلک الزنديق وقد اتفق جماهير المتأخرين من الحنفية والشافعية على قتل من يجري هذا المجرى۔ [13]

یاوہ شخص یہ کہے: بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین ہیں، اوراس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبی کہنا جائز نہیں، مگر نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالی کی طرف سے مخلوق کی طرف اس حال میں مبعوث ہو کہ وہ واجب الطاعت ہو اور گناہوں سے اور غلطی کو ظاہر دیکھ کر اس پر قائم رہنے سے معصوم ہو سو ایسا انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا کہنے والا شخص زندیق ہے۔ ایک چال چلنے والے شخص کے قتل پر احناف اور شوافع کا اتفاق ہے۔ (یعنی جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار تو کرے مگر نبوت کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ میں بھی ثابت کرے۔)

مصادر و مراجع

1. قسطلانی، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۳: ۱۶۳
2. زرقانی، شرح المواهب اللدنية، ۸: ۳۹۹
3. أبوالفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي، الشفابتعريف حقوق المصطفى، 2/ 1070-1071 القسم الرابع، الباب الثالث، فصل ماهو من المقالات كفر، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع 1409ه
4. محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية، زاد المعاد في هدي خير العباد، 58/1، مؤسسة الرسالة، بيروت -مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، السابعة والعشرون, 1415ه

5. أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، 599/9 دار المعرفة ،بیروت، 1379

6. أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، 19/ ،98 دار إحياء التراث العربي، بيروت (س-ن(

7. قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، 21/2، المطبعة الکبری الأمیریة، مصر، السابعة، 1323ھ

8. قسطلانی، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ۳: ۱۷۲

9. قسطلانی، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ۳: ۱۷۳

10. ملا علی قاری، شرح کتاب الفقہ الأکبر، ص: 247، المسئلۃ المعلقۃ بالکفر، دار النفائس، الأولی، 1419ھ

11. خفاجی، ابو عباس احمد بن محمد بن عمر، نسیم الریاض في شرح شفاء للقاضی عیاض، فصل في بیان ماھو من المقالات کفر، 509/4، بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، (س-ن(

12. زرقانی، شرح المواھب اللدنیۃ، ۸: ۳۹۵، الفصل الرابع ما اختص به من الفضائل والکرامات

13. شاہ ولی اللہ الدھلوی، المسوی من أحادیث الموطأ، 293/2-299، مکہ مکرمہ، سعودی عرب، مکتبہ الحجاز، ۱۳۵۱ھ۔

☆☆☆☆☆

قرآن مجید کے مختلف اسالیب

(اقراءاسلم،ایم اے، سمسٹر دوئم)

قرآن مجید کا اسلوب ایک مختلف اسلوب ہے۔اس میں نثر کی سادگی، ربط و تسلسل، حسن تناسب، دریاؤں کی روانی، سمندروں کا زور، حسن استدلال کی ندرتیں، ربط معنی کی ادائیں، مثالیں، قصے، کلام میں اپنے مرکز کی طرف بار بار رجوع، تہدید ور جزاور عتاب کے گوناگوں اسالیب، افسوس، حسرت، شدت یقین، گریز کی مختلف صورتیں، اعراض کے مختلف انداز، خطاب کے وہ عجائب تصرفات ہیں کہ آدمی ان میں بلکل کھو کر رہ جاتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ نے اپنی مخلوق سے احتجاج واستدلال کا وہ اسلوب استعمال کیا ہے جو بلکل واضح ہے اور جس سے حجت قائم ہو جائے۔ [1]

قرآن مجید میں نقلی دلائل، منطقی دلائل، مشاہداتی دلائل، استقرائی دلائل جیسے اسالیب پر مشتمل دلائل موجود ہیں۔ [2]قرآن مجید کے مختلف اسالیب درج ذیل ہیں

- نقلی دلائل: اپنے دعوئے کو ثابت کرنے کے لیے کسی ایسی مقتدر کا حوالہ دینا جو مخاطب کے نزدیک بھی واجب التسلیم ہو۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ [3]

اوراس(قرآن)کاتذکرہ پچھلی(آسمانی)

کتابوں میں بھی موجود ہے۔

علامہ قاضی محمد ثناءاللہ لکھتے اللہ تعالیٰ قرآن مجید پر ایمان نالانے والے لوگوں سے فرماتے ہیں یہ کتاب بر حق ہے اور اسکاذکر تم سب اپنی کتابوں میں بھی پڑھ چکے ہو۔ [4]

- قیاس استثنائی: اس اسلوب میں ایک چیز کو دوسرے پر موقوف کرتے ہوئے موقوف علیہ کی نفی کر دی جاتی ہے جس سے موقوف چیز از خود کالعدم متصور ہوتی ہے۔[5] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ [6]

- تکرار: قرآن مجید کا ایک اسلوب یہ بھی ھے کہ وہ واقعات کو بار بار بیان کرتا اور بعض آیات بعینہ دہرائی جاتی ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ [7]

قرآن مجید میں تکرار کا مقصد بات کو دل میں نقش کرنا ہے تا کہ دل اس سے لطف اندوز ہو سکے۔اس بات کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ ایک ہی عبارت کو بار بار نادہرایا جائے، چنانچہ بار بار انداز و اسلوب میں تبدیلی کی وجہ سے طبیعت اسکی دل نشینی سے لطف واندوز ہوئے بنا نہیں رہ سکتی۔ [8]

- اثبات مع التوبیخ: کسی بات کو دھمکانے کے انداز میں بیان کرنے کو اثبات مع التوبیخ کہا جاتا ہے۔

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ [9]

یہاں ان لوگوں کو تنبیہ اور دھمکانے کے انداز میں مخاطب کیا جارہا جنہوں نے بغیر کسی عذر کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نہیں کی اور اپنے اوپر ظلم برداشت کیا کہ فرشتے انکی جانیں قبض کرتے وقت سوال کریں گے کہ اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی جو انھوں نے ہجرت نہیں کی؟ [10]

- التعظیم: اسکے معنی کسی چیز کو عظمت کے ساتھ ذکر کرنے کے ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ

سعید قطب شہید لکھتے ہیں یہاں اللہ کی عظمت و کبریائی کا اظہار ہوتا ہے۔ [11]

- ترغیب: انسان کو کسی امر کے بارے میں رغبت دلانے کا انداز ترغیب کہلاتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ [12]

اللہ مومنین کو آخرت کے فائدوں کا بتاتے ہوئے تجارت (جہاد فی سبیل اللہ) کی ترغیب دیتے ہوئے فرمارہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے فائدہ انھیں ہی ہوگا جو آخرت میں اسکے بدلے میں ملے گا۔ [13]

- قصص: امام شاہ ولی اللہ لکھتے ھیں کہ قرآن میں اللہ نے ان واقعات کا ذکر کیا ہے جب اللہ کے بندوں پر انعام ہوا یا اس کے نافرمانوں پر عذاب آیا۔ قرآن میں ان واقعات کو بیان کرنے میں نظم کلام، موقع محل اور مخاطب کے حالات کی پوری رعایت دی گیٔ ھے۔ ان کو تفصیلات سمیت مکمل طور پر بیان نہیں کیا گیا صرف ان پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے جس سے قرآن مجید کا مقصد پورا ہو جائے اور لوگوں کو ہدایت یا عبرت حاصل ہو جائے۔ ایسا کرنے میں یہ حکمت تھی کہ لوگ اسکی تفصیلات میں کھو نہ جائیں اور اصل مقصد نہ فوت ہو جائے۔ [14]

- تجسیم: تجسیم سے مراد یہ ہے کہ جو معنویات مادہ سے مجرد ھیں انہیں مجسم انداز میں پیش کیا جائے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ ارشاد فرماتے ھیں:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [15]

روز قیامت اعمال جو ایک غیر مجسم معنوی چیز کو مادی صورت میں پیش کیا جائے گا۔ اسی کا نام تجسیم ہے۔ [16]

- اجمال/تفصیل: قرآن مجید کا ایک خاص اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ بعض مقامات پر اجمال سے بات کرتا ھے اور بعض مقامات پر تفصیل سے۔ کسی بات کو اجمال کے ذریعے بیان کرنے کا مقصد یہ ھو سکتا ھے کہ آدمی کا ذہن اس کو

قبول کرنے کو تیار ہو جائے اور مزید اطمینان کے لیے تفصیل مل جائے۔ سورۃ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍۙ [17]

حاصل کلام: مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید ایک ایسا کلام ہے جس نے نازل ہوتے ہی اپنے اسلوب سے پوری دنیا کو چیلنج کر دیا اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ کسی نے بھی طبع آزمائی کی جرات نہ کی۔ قرآن کا روایتی تصنیفی اسلوب نہیں ہے. قرآن مجید کے صفحات پر مختلف نوع کے مضامین بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کہیں اخلاقی ہدایات دی جارہی ہیں تو کہیں اعتقادی مسائل زیر بحث ہیں۔ کہیں تاریخی قصے ہیں تو کہیں آثار کائنات کی گھتیاں سلجھائی جارہی ہیں اور یہ تمام باتیں مختلف اسالیب میں جیسے تکرار، التعظیم، قیاس استثنائی، توبیخ، ترغیب، مشاہداتی دلائل، قصص اور تجرباتی دلائل وغیرہ میں بیان کی گئی ہیں تاکہ ان کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

مصادر و مراجع

1. علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآں، لاہور: ادارہ اسلامیات، اگست 1982ء، 10/1۔
2. پروفیسر محمد رفیق، مولانا، آسان علوم القرآن، لاہور: مکتبہ قرآنیات، اگست 2007ء، ص 11۔
3. الشعراء 196:26۔
4. قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتیؒ، علامہ، حضرت، (مترجم) مولانا ملک محمد بوستان، تفسیر مظہری، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، دسمبر 2002ء، 166/7۔
5. الاتقان فی علوم القرآن، 30/1۔

6. الانبیاء21:22۔

7. الرحمٰن55:13۔

8. ابوالاعلی مدودی، مولانا، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، جولائی1998ء، 152/3۔

9. النساء04:97۔

10. پیر کرم شاہ الازہری، محمد، ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1402ھ، 243/1۔

11. سعید قطب شہیدؒ، (مترجم) پروفیسر غلام احمد حریری، قرآن مجید کا اسلوب بیان، فیصل آباد: طرق اکیندمی، جنوری 1983ء، ص267۔

12. الصف61:10۔

13. تفہیم القرآن، 477/5۔

14. شاہ ولی اللہ دہلویؒ، (مترجم) مولانا محمد چوہدری، الفوز الکبیر، لاہور: مکتبہ قرآنیات، 2014ء، ص45۔

15. البقرہ02:110۔

16. قرآن مجید کا اسلوب بیان، ص170۔

17. ہود11:01۔

قرآن مجید میں مضامین کی تکرار

(عائشہ سلیم، بی ایس، سمسٹر ہشتم)

تکرار کے معنی:

تکرار کے معنی واپس آنا، بار بار کہنا، اور بحث و مباحث کرنے کے ہیں۔

مضامین قرآن کی تعریف:

ایسی واضح ہدایات جو اللہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائیں اور وہ واضح ہدایات قرآن پاک کا حصہ بن گیں انکو مضامین قرآن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پاک میں موجود آیات مبارکہ کے پوشیدہ نکات کے رازوں کو مضامین قرآن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تکرار مضامین قرآن سے مراد:

تکرار مضامین قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم میں مختلف مطالب و مضامین کے ایک دفعہ ذکر کر دینے کی بجائے ان کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ ایک ہی مضمون و مقصد بار بار مختلف مقامات پر دہرایا گیا ہے۔ اگرچہ اسلوب انداز اور الفاظ میں تبدیلی کر دی گئی ہو۔

تکرار کن مضامین میں:

قرآن حکیم میں مضامین کا تکرار صرف چند ایک موضوعات کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ تقریباً ہر قسم کے مضامین کا ہی قرآن حکیم کا اعادہ تکرار نظر آتا ہے۔ بعض مضامین کا ایک آدھ دفعہ تکرار پر اکتفا کیا گیا ہے اور بعض مضامین کا تکرار انتہائی کثرت سے ہے۔

قرآن میں تکرار کیوں ہے:

قرآن کے ایک عام قاری کو اس کے مطالعہ کے دوران ایک الجھن یہ محسوس ہوتی ہے کہ اسے کتاب میں بظاہر کوئی منطقی ترتیب نظر نہیں آتی۔ قرآن کے صفحات میں وہ دیکھتا ہے کہ اعتقادی مسائل، اخلاقی ہدایات، شرعی احکام، دعوت و نصیحت، عبرت، تنقید و ملامت، تخویف و تبشیر، دلائل و شواہد، تاریخی قصے اور آثار کائنات وغیرہ کی طرف اشارے بارہا ایک دوسرے کے بعد آرہے ہیں اور ایک ہی مضمون کو مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں دوہرایا جارہا ہے۔ پہلے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن کوئی فلسفیانہ کتاب نہیں ہے نہ وہ اس قسم کا تحقیقی مقالہ ہے جسے ایک ریسرچ اسکالر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے لیے تیار کرتا ہے بلکہ یہ ایک دعوت اور ایک تحریک ہے۔ جس کے مختلف مراحل اور تقاضوں کے مطابق اس کی آیات جستہ جستہ نازل ہوتی چلی گئی ہیں اور ہر مرحلے کی ضروری ہدایات اور احکامات نئے الفاظ، نئے اسلوب اور نئی آن بان سے نازل ہوتے رہے ہیں تاکہ ساری باتیں نہایت خوش گوار طریقے سے دلوں میں بیٹھ جائیں اور دعوت کی ایک ایک منزل اچھی طرح مستحکم ہوتی چلی جائے اور بنیادی عقائد اور اصول پہلے قدم سے آخری منزل تک کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں بلکہ ان کا اعادہ اور تکرار دعوت کے ہر مرحلے میں ہوتی رہے۔

قرآن تکرارِ محض سے پاک ہے اور قرآن پر تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ مضامین کی یہ تکرار مختلف پیش و عقب اور لواحق و تضمنات کے ساتھ اس لیے ہوتی ہے تاکہ اس کی بات ہر طالب ہدایت کے ذہن نشین ہو جائے اور منکرین حق کے لیے قیل و قال کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ چند مثالیں پیش ہیں۔

سورۃ رحمٰن:

اس سورت کو پڑھیے اور مندرجہ ذیل آیت کی ترجیع پر غور کیجیے۔

(فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ)

(تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

یہاں آپ دیکھیں گے کہ اس سورۃ کی ایک ایک ترجیع اپنے محل میں اس طرح جڑی ہوئی ہے جس طرح انگشتری میں نگینہ ہوتا ہے۔ یہاں منکرینِ حق کو ایک نئے اور اچھوتے اسلوب میں یہ سمجھایا ہے کہ یہ اللہ کی رحمانیت ہے کہ اس نے تمہاری تعلیم کے لیے قرآن اتارا۔ تمہاری فطرت کا تقاضا یہ تھا کہ اس پر لبیک کہتے اور عذاب کے ڈنڈے کا انتظار کرنے کے بجائے اس اسے ہدایت حاصل کرتے لیکن یہ تمہاری بد بختی ہے کہ تم اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے کوئی نئ نشانی دیکھنے کے لیے مچل رہے ہو۔ اگر کوئی نشانی ہی مطلوب ہے تو آسمان و زمین اور آفاق و انفس کی نشانیوں پر کیوں غور نہیں کرتے جو ہر روز تمہارے مشاہدے میں آتی ہیں اور تمہیں انہی حقائق کا درس دیتی ہیں جن کی دعوت قرآن دے رہا ہے۔ ان نشانیوں کی موجودگی میں کسی نئ نشانی کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے بعد آسمان و زمین کی ایک ایک نشانی پر انگلی رکھ کر توجہ دلائی ہے کہ یہ نشانیاں نہیں ہیں تو کیا ہیں، آخر اپنے رب کی کن کن نشانیوں کو جھٹلاتے رہو گے؟

مثال کے طور پر اس سورہ کی پہلی ترجیع منعم کی شکر گزاری اور اس کے حقوق کی ادائیگی پر ابھارتی ہے اور جو لوگ تکذیب پر تلے ہوئے ہیں ان کی سرزنش کرتی ہے کہ ہر قدم پر تمہارے سامنے تمہارے رب کی وہ نعمتیں موجود ہیں جو تمہیں مسئولیت کا احساس دلا رہی ہیں لیکن تم انکار کیے جا رہے ہو تو اس کی کن کن عنایتوں کی تکذیب کرو گے؟

دوسری ترجیع میں (14-16) انسانی خلقت کے مختلف مراحل سے جزا و سزا پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس طرح اس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا۔ تم اپنی خلقت اول کی تردید اور انکار نہیں کر سکتے اسی طرح خلقت ثانی سے انکار کی بھی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

تیسری ترجیع میں(17-18)خدا کی عظمت وشان کے حوالے سے دلیل فراہم کی گئی ہے۔اور کہا گیا ہے کہ جس خدا کی عظمت وشان کا حال یہ ہے کہ مشرق ومغرب سب اس کے زیر نگیں ہیں اگراس کے انذار کو ہوائی سمجھتے ہو تو آخر اس کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے ؟

چوتھی ترجیع اضداد کے توافق کے پہلو سے توحید کی دلیل فراہم کررہی ہے اور منکرین کو متنبہ کررہی ہے کہ اگران روشن شواہد کے بعد بھی تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے دیوی دیوتا خدا کی پکڑ سے تم کو بچالیں گے ؟آخراپنے رب کی کن کن نشانیوں کو جھٹلاؤگے ؟اس طرح پوری سورۃ میں ہر ترجیع اپنے موقع ومحل میں فٹ ہے اور ہر نئی دلیل کے بعد تذکیر و تنبیہ اور سرزنش کررہی ہے۔

☆☆☆☆☆

أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ

(ایمن نعیم،بی ایس، سمسٹر دوم)

پچھلے کچھ دنوں سے عورت مارچ پہ کافی بحث چل رہی ہے۔ عورت مارچ کے لئے نکلنے والی عورتوں کے نعرے سن کر میں کافی حیران ہوئی۔ بہت سوچا کہ اس موضوع پر کچھ لکھوں مگر اپنی کم علمی کی بنا پر رک جاتی کہ یہ ایک ایسا نازک موضوع ہے جس کے لئے علم بہت ضروری ہے۔ کم علمی کے باوجود اس پہ لکھنا چاہتی تھی تو اللہ سے دعا کی کہ جو علم میرے پاس ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ غور و فکر کے بعد ایک چیز جو سمجھ آئی کہ جہاں اسلام نے مرد کو فضیلت دی ہے عورت سے بڑا درجہ دیا ہے وہیں عورت کو بھی بہت سی فضیلتوں سے نوازا ہے۔ کہیں پر مرد کا مقام زیادہ ہے اور کہیں پر عورت کو مرد سے بڑھ کر فضیلت حاصل ہے۔

اور پھر اگر یہ عورت مارچ کے لئے نکلنے والی غور کریں تو سمجھ آئے کہ حقوق تو ان کو سارے مل چکے ہیں، کیونکہ اسلام سے پہلے جو عورت کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا وہ کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ایک ماں کو ماں والا رتبہ و مقام حاصل نہ تھا۔ بیٹیاں زندہ در گور کر دی جاتی تھیں۔ میں حیران و پریشاں ہوں ان عورتوں کے یہ نعرے دیکھ کر کہ

میرا جسم میری مرضی

سب سے پہلی بات تو یہ کہ پیدا اس ذات باری تعالیٰ نے کیا ہے اور ہم ہر پل ہر لمحہ ایک ایک سانس کے لئے اسی کے محتاج ہوں۔ ہمارا وجود اسی کی تخلیق ہے تو مرضی بھی اسی کی چلے گی۔

خود اللہ نے سورہ اعراف کی آیت نمبر 54 میں فرمایا۔

أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ (سورۃالاعراف 7: 54)

"یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے۔"

جب مخلوق اس کی ہے تو حکم بھی اسی کا چلے گا۔ دوسری بات یہ آجاتی ہے کہ اسلام سے قبل عورتوں کو کوئی حقوق حاصل نہ تھے۔ اسلام نے آکر عورت کو تمام حقوق دلوائے تو پھر یہ عورت مارچ کے لئے نکلنے والی عورتیں کن حقوق کی علمبردار بن کر نکلی ہیں۔

اسلام نے جو آج ماں کے روپ میں عورت کو مقام و مرتبہ دیا ہے زمانہ جاہلیت میں یہ اس کو حاصل نہ تھا۔ بیٹی کو جو مقام دیا وہ بھی اس دور میں اس کو حاصل نہ تھا۔ اس دور میں تو بیٹیاں زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔ غرض یہ کہ دور جاہلیت میں عورت جس بھی روپ میں تھی اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ پھر اسلام آیا اس نے عورت کو وہ عزت و عظمت دی جو آج سے پہلے نہ کسی مذہب نے دی نہ کوئی مذہب دے سکتا ہے۔

اسلام نے کہا اگر ماں ہے تو اس کے قدموں تلے جنت ہے۔ اور ماں ہونے کے مرتبے میں عورت کو مرد سے دو درجے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

*ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور پوچھا، لوگوں میں سے کون سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق ہے؟ آپ (ﷺ) نے کہا، "آپ کی والدہ"۔ اس نے پھر پوچھا، 'اگلا کون ہے؟"""آپ کی والدہ"، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوبارہ جواب دیا، آپ نے پوچھا، "اگلا کون ہے؟" "آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھر کہا، "آپ کی والدہ۔" اس نے پھر پوچھا" پھر کون ہے؟" اس کے بعد آپ (ﷺ) نے کہا، " پھر آپ کے والد۔"

ایک اور روایت میں ہے: "یارسول اللہ! میرے بہترین سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟" آپ (ﷺ) نے کہا، "آپ کی والدہ، پھر آپ کی والدہ، پھر آپ کی والدہ، پھر آپ کے والد، پھر آپ کے قریب، پھر قریب ترین "۔ (بخاری اور مسلم)۔

ایک اور جگہ فرمایا

طبرانی شریف میں روایت ہے کہ سیدنا بریدہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے:

یارسول اللہ میں ایک ماہ تک اپنی بوڑھی ماں کو پیٹھ پر بیٹھا کر ایسے گرم اور تپتے ہوئے پتھروں پر چلتا ہوں اگر ان پر گوشت ڈالا جائے تو وہ جل کر کباب بن جائے، کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟

تو آپ ﷺ نے جواب دیا: اے نوجوان شاید تو نے ان جھٹکوں میں سے ایک جھٹکے کا حق ادا کر دیا ہے جو جھٹکے تیری ماں نے تیری پیدائش کے وقت دردوں کی شدت کی وجہ سے لیے تھے۔

یہ وہ فضیلتیں ہیں جس میں عورت مرد سے برتر ہے یہ مقام یہ فضیلتیں مرد کو نہیں حاصل ہیں۔

ایک اور حدیث بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔

ادب المفرد میں امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو انہوں نے ایک نوجوان کو دیکھا اپنی بوڑھی ماں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے تو اس نے ابن عمر کو دیکھ کر کہا

اے عمر کے بیٹے کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے تو ابن عمر نے جواب دیا کہ اے نوجوان تو نے اپنی ماں کی ایک آہ کا بھی بدلہ ادا نہیں کیا۔

یہ ہے وہ مقام و مرتبہ جو اسلام نے عورت کو دیا ہے۔ پھر اگر بیوی ہے تو اسکو بھی ایک مقام حاصل ہے۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ بیوی کو کھلانا صدقہ قرار دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اپنی بیوی کو کھلانا صدقہ ہے۔[نسائی- کبری:9185]

اور اگر بیٹی ہے تو اسلام نے اس کو زندگی بخشی۔ اسلام سے قبل بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا مگر اسلام نے بیٹیوں کو رحمت قرار دیا۔

''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہے۔

(قرطبیؒ)(معارف القرآن، شوری:50)

بہن کے روپ میں ہے تو بھی اس کو حقوق حاصل ہیں۔ بھائی محبت دیتے ہیں توجہ دیتے ہیں۔ اسکی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ عورت کو ہر رشتے میں حقوق میسر ہیں۔

اسلام نے وراثت میں بھی عورتوں کو حصہ دیا۔

ہاں بعض جگھوں پر مرد کو برتری حاصل ہے۔ مرد کو اللہ نے گھر کا حاکم بنایا ہے اور اپنی حکمت کی وجہ سے بنایا ہے۔

ایک تو مرد جذباتی طور بر مضبوط اعصاب کا مالک ہوتا ہے۔اور بہر حال یہ بات بھی سچ ہے کہ مرد کے بالمقابل عورت کی عقل ناقص ہے۔اور جس طرح سے مرد فیصلے کر سکتا ہے اس طرح عورت نہیں کر سکتی اسی لئے مرد کو گھر کا سربراہ کہا گیا ہے۔لیکن اگر مرد کو گھر کا سربراہ کہا گیا ہے تو عورت کو گھر کی ملکہ کہا گیا ہے۔

عورتوں کو تو سارے حقوق اسی دن مل گئے تھے جس دن سورہ نساء نازل ہوئی تھی۔اور اسلام نے عورتوں کو اتنے مکمل حقوق دئے ہیں کہ ان میں کسی طرح کی کمی نہیں ہے جس کے لئے آج ان عورتوں کو عورت مارچ کرنی پڑ رہی ہے۔

میں سوچتی ہوں اگر مرد انکے مقابل کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیں کہ خود کما کر کھاؤ۔یا اپنی ہر چیز باہر سے جا کر خود لاؤ تو کیا بچے گا ان عورتوں کے پاس۔

مجھے تو فخر ہے کہ میں ایک مسلمان لڑکی ہوں۔اور میرے جسم پر میرے رب کی مرضی چلتی ہے۔میر گ رب نے مجھے قیمتی موتی کی سی عظمت دی ہے ایک ایسا قیمتی موتی جو سمندر کی گہرائیوں میں سیپ کے اندر چھپا ہوتا ہے اور سیپ کے اندر بند ہوتا ہے اس پہ ارد گرد کی کوئی میل کچیل نہیں ہوتی جب اس سیپ کو کھولا جائے تو شفاف چمکتا ہوا موتی نکلتا ہے۔ویسے ہی میرے رب نے پردے جیسے نعمت دے کر مجھے اس میں چھپا دیا ہے تا کہ زمانے کی ہر بری نظر سے میں محفوظ رہوں۔

میں سوچتی ہوں عورت جب بیوی ہوتی ہے تو شوہر کی ذرا سی محبت و توجہ کے باعث تمام دکھ درد بھول جاتی ہے۔جب ماں ہوتی ہے تو بیٹے کی محبت کی وجہ سے سب کچھ برداشت کر جاتی ہے۔بہن ہوتی ہے تو بھائیوں کا مان ہوتی ہے۔بھائیوں کے بغیر خود کو تنہا اور غیر محفوظ سمجھتی ہے۔بیٹی ہے تو ہر وقت زمانے کے سرد و گرم سے باپ کی شفقت کی چھاؤں میں چھپی رہتی ہے۔

غرض یہ کہ میں سوچتی ہوں اگر میری زندگی میں بھائی جیسی نعمت، بیٹوں جیسے بھتیجے وبھانجے نہ ہوتے تو میری زندگی تو بے رنگ ہوتی۔ مجھے تو یہ سوچنے سے بھی خوف آتا ہے کہ میرا جسم میری مرضی دل کانپ اٹھتا ہے یہ نعرے دیکھ کر۔ جو بہنیں جو بیٹیاں آج *میرا جسم میری مرضی* کا نعرہ لگاتے ہوئے باہر نکلی ہیں میری ان سے التجا ہے کہ خدارا ابھی بھی وقت ہے کہ صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آئیں۔ اسلام نے جو تمہیں عزت وعظمت دی ہے اس کا پاس رکھو۔ ابھی بھی وقت ہے اللہ کی رحمت کی طرف پلٹ آؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹنا پڑے اور یہ لوٹنا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ لوٹ آؤ اور توبہ کر لو میرے رب کی رحمت کے دروازے ہمیشہ سے کھلے ہیں اور ہمیشہ کھلے رہیں گے۔

آخر میں میری اللہ سے دعا ہے کہ میری اس ادنی سی کاوش کو قبول فرمائے اور تمام مسلمان عورتوں کی عزتوں کو محفوظ فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

ذکر و تسبیح

(عزا اعجاز، بی ایس، سمسٹر 8)

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔ [1]

"سو مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو"

لغوی معنی

ذکر کے معنی یاد کرنا، ذہن میں کسی چیز کو دہرانا، ثنا خوانی، دعا اور ورد کے ہیں۔

ذکر کی فضیلت و اہمیت

قرآن کی روشنی میں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًاO وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًاO [2]

"اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اور اس کی صبح و شام تسبیح بیان کرو"

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰـىهُمْ اَنْفُسَهُمْ [3]

"اور تم ان میں سے نہ ہو جائو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اس کی پاداش میں اللہ نے ان کو ان کے نفس بھلا دیے"

احادیث مبارکہ کی روشنی میں :

رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل یہ ہیں :

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو مین اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں"

ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

"میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے درجات کو بہت بلند کرنے والی ہو اور سونے چاندی کو) اللہ کی راہ میں (خرچ کرنے سے بھی بہتر اور) جہاد میں (دشمنوں کو قتل کرنے اور قتل ہونے سے بھی افضل ہے۔" صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا "ضرور بتایئے" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا ذکر "

کلمات ذکر :

تہلیل: (لاالہ الا اللہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (کو افضل ذکر کہا گیا ہے۔ چونکہ اس میں انسان اللہ تعالٰی کی توحید کا اقرار کرتا ہے جو تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ پھر یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے اور ایمان کی جڑ ہے۔ اس لئے اس کی جتنی بھی کثرت کی جائے گی اتنا ہی ایمان پختہ ہو گا۔

تکبیر: (اللہ اکبر) اللہ سب سے بڑا ہے (میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان ہے۔ جب انسان اپنی زبان سے اس کی برائی کا اقرار کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی عظمت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ یہ بات اسے سیدھے راستے پر رکھنے کے لئے کافی ہے۔ حدیث ہے کہ اللہ اکبر زمین اور آسمان کے درمیان کو پر کر دیتی ہے۔

تسبیح: (سبحان اللہ) اللہ پاک ہے (میں خداوند کریم کے بے عیب اور نقائص سے پاک ہونے کا اعلان ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعلان قرآن کریم نے بار بار کیا ہے۔ اللہ کے فرشتے اور تمام مخلوق اللہ کی پاکیز گی کا اعتراف کرتے ہیں۔ افر انسان بھی اس حقیقت کا زبان سے اقرار کرے تو اس کی خوش نصیبی ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہسبحان اللہ کا ثواب بے حساب ہے۔ ایک دوسری حدیث میں سبحان اللہ کا ثواب آدھی ترازو بتایا گیا ہے۔

تحمید: (الحمد للہ اس بات کا اعلان کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ یہ حمد اس قدر اہم ہے کہ قرآن کریم کا آغاز "الحمد" سے ہوا ہے۔ قیامت کو آنحضور ﷺ کی اکثر دعاؤں کا آغاز اسی لفظ "الحمد" سے ہوتا ہے۔ اگر یہ حقیقت دل کی گہرائیوں مت ں اتر جائے تو انسان اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بندہ بنالیتا ہے۔ اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دے دیئے۔

استغفار: گناہوں سے بخشش طلب کرنا، گناہ پر ندامت کے بعد ہی ممکن ہے اور یہ ندامت انسان کو توبہ سے انسان کی آئندہ زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔ گناہوں کی بخشش اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فراخی رزق کا موجب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ورد: "اللہ کے 99 ناموں کا ورد بھی ثواب کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام صفاتی ہیں۔ اگر ان کا زبان سے اقرار ہو تو اللہتعالیٰ کی صفات انسان کے دل پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں اس کو انہی سے پکارو "

درجات ذکر :

علماء کرام نے ذکر کے چار درجے بیان کیے ہیں۔

- ایک تو یہ کہ محض زبانی ذکر ہو دل اس سے غافل اور بے فکر ہو گو کہ اس کا اثر کم ہوتا ہے لیکن بالکل بے اثر نہیں ہوتا"
- دوسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے ذکر ہو لیکن اس مین قرار نہ ہو اور گھر نہ کرے بلکہ دل کو تکلف کے ساتھ مشغول رکھنا پڑے۔
- ذکر دل میں جم گیا ہو اور کاموں کی طرف اس کا دل نہیں لگتا۔
- ذکر اللہ تعالیٰ کی محبت وخیال میں بس گیا اور ذکر قلبی کے ساتھ تمام اعضاء بلکہ اس کے ذکر کی وجہ سے تمام چیزیں ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتی ہیں یہ ذکر کا آخری درجہ ہے۔ یہاں پہنچ کر مشاہدہ اور مکاشفہ ہوتا ہے دل صاف ہو کر سورج کی طرح چمکنے لگتا ہے۔

ذکر کے اثرات/برکات :

ذکر سے بے شمار دنیاوی ودینی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ذکر سے انسان کی زندگی بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی کثرت سے ذکر کرنے والے کو اللہ پسند بھی کرتا ہے۔انسان کو چاہیے کہ فراگت کے اوقات ذکر میں گزارے اور انہیں دائمی طور پر اختیار کرے اور وقت کی پابندی بھی اس میں ایک ضروری امر ہے۔ذکر کرنے کے دینی ودنیاوی اور اخروی اثرات درج ذیل ہیں۔

اصلاح عمل: ذکر سے انسان کے کردار و عمل میں بڑی ٹھوس اور واضح اصلاحھوتی ہے۔ مسلمان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ یادالٰہی میں مصروف شخص کے پاس فالتو وقت نہیں ہوتا کہ فضول باتوں اور فضول کاموں میں ضائع کر سکے۔

تقرب الٰہی کا موجب: علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں :

"ذکر الٰہی تقرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے جس قدر ذکر الٰہی میں کوشش ہو گی، اسی تناسب سے قرب زیادہ ہو گا اور جس قدر غفلت زیادہ ہو گی اسی قدر بعد ہو گا۔"

اطمینان قلب: ارشاد باری تعالٰی ہے:

"ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنہوں نے مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبر دار ہو کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمنان ملتا ہے۔ "[4]

ذکر الٰہی سے اللہ انسان کو کبھی نہیں بھولتا: "ذکر الٰہی یاد خدا پر مدامت سے انسان خدا کو کبھی نہیں بھولتا اور خدا تعالٰی کو بھول جانا ہی انسان کے لئے اس آخرت معاش و معیاد میں انتہائی شقاوت و بد بختی کا سبب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالٰی کو بھلا دینا خود انسانکے نفس و مصالح بھلا دینے کا موجب ہوتا ہے۔"

مجالس ذکر جنت کے باغ ہیں: جو دنیا میں ہی جنت کے باغوں کی سکونت چاہتا ہے اسے مجالس ذکر کو اپنا وطن بنانا چاہیے کیونکہ ذکر کی مجلس جنت کے باغ ہیں۔

نرم دلی: ارشاد باری تعالٰی ہے :

"سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھتی جاتی ہیں تو ان کا ایمانبڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں "[5]

عدم ذکر کے اثرات :

قساوت قلبی: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات نہ کی جائے کیوں کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کثرتِ کلام دل کی قساوت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہے۔"[6]

زبان سے ہر نکلی ہوئی بات کی جواب دہی: ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کی ہر بات کا اس پر وبال ہے مگر یہ کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یا اللہ کا ذکر کرنا) ان کے کرنے پر وبال نہیں۔ [7]

ذکر سے خالی مجلس گدھے کی لاشے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی قوم اللہ کا ذکر کئے بغیر مجلس سے اٹھ جائے تو وہ یوں ہی جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اٹھی ہو اور یہ مجلس اس کے لئے حسرت وافسوس کا سبب ہو گی۔ "[8]

ایک اور جگہ روایت ہے :

"کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھے اس میں اللہ کا ذکر نہ ہو، حضور ﷺ پر درود نہ ہو تو وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لئے باعث حسرت ہو گی "

مصادر و مراجع

1. سورۃ البقرہ 2: 158
2. سورۃ الاحزاب، 33: 42،41
3. سورۃ الحشر 59: 19
4. سورۃ الرعد 13: 28

5. سورۃالانفال8: 2

6. جامع الترمذی،ابواب الزھ، باب ماجاءفی حفظ اللسان، ح:2411،ج:1

7. جامع الترمذی،ابواب الزھ، باب ماجاءفی حفظ اللسان، ح:2412

8. سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاءفی حفظ اللسان، ح:2412

☆☆☆☆☆

تخصصات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سورت احزاب کی روشنی میں)

(شازیہ رشید، ایم اے، سمسٹر 2)

تخصصات کا معنی:

یہ لفظ خَصَّ یَخُصُّ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہے۔

خصص بالشئ: کسی کو کسی چیز کے ساتھ خاص کرنا۔

تخصص الرجل: خاص لوگوں میں سے ہونا[1]

اس لفظ کا ذکر قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے۔

"یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاء" [2]

"اور اللہ جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے"

لہذا تخصصات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد وہ خصوصیات اور اللہ کی وہ رحمتیں اور عنایتیں ہیں جن کے ساتھ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا گیا اور کسی کو نہیں۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ [3]

"پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں پر خود ان سے زیادہ حق رکھنے والے ہیں"

علماء عارفین میں سے ایک نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نفسوں سے زیادہ خیر خواہ ہیں کیونکہ ان کے نفوس انہیں ہلاکت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں [4]

اس امر کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے

إِنَّما مَثَلِي ومَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نارًا، فَلَمَّا أضاءَتْ ما حَوْلَهُ جَعَلَ الفَراشُ وهذِه الدَّوابُّ الَّتي تَقَعُ في النَّارِ يَقَعْنَ فيها، فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ ويَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فيها، فأنا آخُذُ بحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وهُمْ يَقْتَحِمُونَ فيها۔ [5]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں کرتے رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں۔ اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ اولیٰ بھن سے مراد ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کا حکم دیں اور نفس کسی اور چیز کی طرف دعوت دے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اطاعت کے زیادہ لائق ہے [6]

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" [7]

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے:

یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل اقوال، افعال، احوال پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں بھی جو صبر و تحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور پاک ﷺ نے قائم کی جیسی راہ اللہ تعالیٰ کی تیارہ، شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب نے آسانی کی امیدیں آپ نے دکھائیں یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزو بنالیں۔ [8]

اس بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ " [9]

اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" [10]

)لوگو) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔

خاتم کے معنی:-خاتم مہر کو کہتے ہی۔اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نبی نہیں کاذب اور دجال ہوگا قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بھی نبی کے امتی بن کر آئیں گے۔ [11]

ختم نبوت کی عقلی دلیل:-جب حضور پاک ﷺ کی نبوت تمام عالم کیلئے اور قیامت تک کے لیے ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے ہمارے پاس موجود ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح وتوضیح کر رہی ہے جبکہ شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کر رہی ہے جب اللہ نے آپ پر دین کی تکمیل کر دی تو اب پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ [12]

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا

"كَانَت بَنُو إِسرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِياءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعدِي، " [13]

"بنواسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا آجاتا اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا [14]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء اور صفات:

شاہد:-آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تخصصات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہم نے تجھے گواہ بنایا یعنی حضور پاک ﷺ گواہ ہیں اللہ تعالی کی توحید اور تمام صفات کمالیہ پر کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی یہ گواہی دے رہی ہو تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا آپکے شاہد ہونے میں باقی انبیاء کی نسبت تخصص یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر بھی شاہد ہیں کہ آپ نے انہیں تبلیغ کی اور بھی تمام امتوں پر گواہ ہیں کہ انکے انبیاء نے انہیں تبلیغ کی۔ [15]

سِرَاجًا مُّنِيْرًا :-ایسے ہی نور اور ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے تاریک رات میں چراغ سے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان اقدس سے تو اللہ کی طرف دعوت والے تھے اور اپنے دل اور جسم کے اعتبار سے چراغ کی مثل تھے تمام مومنین آپ کے انوار سے ہی اپنے اپکو منور کرتے تھے۔ [16]

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ--------- وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" [17]

"اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کی ہیں جسکو آپ نے مہر ادا کیا۔۔۔۔اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

تعدادازواج کے حوالے سے تخصص:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس آیت میں چار سے زائد عورتوں کو حلال کر دیا گیا اور ساتھ ہی ازواج کی اقسام بھی بیان کر فرمادی جبکہ دوسرے مسلمانوں پر چار زائد بیویاں حرام ہیں اور اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں اللہ کے جاری کردہ قوانین کے پابند ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں یہ استثناء اس لیے کی گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین اور مومنات کے ولی بھی تھے اور اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شخصی اور اجتماعی حالات کی وجہ سے مشکل میں مبتلا نہ ہوں۔ [18]

"تُرْجِى مَن تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىٓ إِلَيْكَ -----وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا " [19]

"ان بیویوں میں سے تم جسکی باری چاہو ملتوی کر دو اور جسکو چاہو اپنے پاس رکھس اور جسکو تم نے الگ کر دیا ہو ان میں سے اگر کسی کو واپس بلانا چاہو تو اس میں بھی تمہارے لیے کوی گناہ نہیں ہے اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان سب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور انہیں رنج نہیں اور تم انہیں جو کچھ دے دوگے اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں گی اور اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ علم اور حلم کا مالک ہے۔

بیویوں میں اختیار کا تخصص:

ترجی کا لفظ ارجاء سے ہے اسکا معنی کسی چیز کو مؤخر کرنا یعنی ازواج میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بیوی کی باری کو چاہیے مؤخر کر دیں۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عام لوگوں کی طرح یہ واجب نہیں کہ آپ باری باری ہر بیوی کے پاس رہیں بلکہ جس بیوی کو آپ چاہیے مقدم کر دیں۔ جیسے چاہیے مؤخر کر دیں۔ [20]

اس رخصت کی دو وجوہات:

پہلی وجہ تو یہ کہ حضور پاک ﷺ کی طبع مبارک اتنی عادل اور انصاف پسند تھی کہ حکم نہ ہونے کی صورت میں بھی نا انصافی ممکن نہ تھی اور دوسری حکمت یہ تھی کہ ازواج مطہرات میں باہمی نزوع پیدا نہ ہو آپ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پابندی نہ رہی تو جسکو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرف بخشیں اسی کو وہ غنیمت سمجھیں گی۔ [21]

"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ-يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" ے [22]

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو "

صلوۃ وسلام کے معنی:

لفظ صلوۃ عربی زبان میں رحمت، دعا، مدح و ثناء کیلئے استعمال ہوتا ہے اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک کی طرف جو نسبت صلوۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کی طرف صلوۃ انکام کے لیے دعا کرنا ہے اور عام مومنین کی طرف سے صلوۃ دعا اور مدح و ثناء کا مجموعہ ہے۔ [23]

صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کا حکم:

یہ تخصص صرف آپ کا ہے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھیں دوسرے انبیاء کے بارے میں ایسا حکم نہیں مقصد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت کو ظاہر کرنا تھا۔ [24]

حدیث مبارکہ میں درود کی اہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاے اور پھر بھی وہ مجھ پر درود نہ بھیجے "[25]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالی اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا "[26]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت میں مجھ سے لوگوں میں سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا"[27]

خلاصہ کلام:

ان آیات اور احادیث سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی نے بعض احکام شرعیہ خصوصیت سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقرر کیے بعض چیزیں صرف آپکے لیے جائز اور حلال ہیں اور بعض چیزوں سے صرف آپکو فضیلت بخشی ان میں سے باقی انبیاء اور امت کے دوسرے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک نہیں لہذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی انمول اور پیاری ہستی نہ کبھی اس دنیا میں آئی ہے اور نہ آئے گی یہ سارے اعزاز صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہیں اور کسی کو نہیں ہو سکتے یہ شان صرف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے بس۔

مصادر و مراجع

1. ابوالفضل، عبدالحفیظ، مولانا، منہاج اللغات، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 1999ء، ص:201

2. سورۃ البقرہ 105:2

3. سورۃ الاحزاب 6:33

4. ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا، الجامع الاحکام القرآن، کراچی: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2012ء، 7/506

5. قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح المسلم، کتاب: الفضائل، باب: شفقۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی اللہ، 7/2284

6. ابو عبداللہ محمد بن احمد بن قرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا، الجامع الاحکام القرآن، 7/506

7. سورۃ الأحزاب 33: 21

8. ابوالفداء عمادالدین حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ، امام، تفسیر القرآن العظیم، لاہور: دارالاسلام، 1428ھ، 4/217

9. سورۃ آل عمران 3:31

10. سورۃ الأحزاب 33: 40

11. ابوالفداء عمادالدین حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ، امام، تفسیر القرآن العظیم، 4/239

12. محمد کرم شاہ ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1399ھ، 4/33

13. احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، مسند احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی 13/7960، ص:340

14. سورۃ الاحزاب 33: 45،46

15. محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، 4/80

16. محمد ثناء اللہ پانی پتی (مترجم) پیر کرم شاہ، تفسیر مظہری، کراچی: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2002ء، 7/501

17. سورۃ الاحزاب 33:50

18. سید قطب شہید،(مترجم)سید معروف شاہ شیرازی،فی ظلال القرآن،لاہور:ادارہ منشورات اسلامی، 1997ء،5/407

19. سورۃ الاحزاب 51:33

20. غلام رسول سعیدی،علامہ،تبیان القرآن،لاہور:فرید بک اسٹال،2005ء،9/520

21. محمد کرم شاہ،ضیاء القرآن،4/85

22. سورۃ الاحزاب 56:33

23. مفتی محمد شفیع،معارف القرآن،کراچی:ادارہ معارف،2004ء،7/224

24. ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبیؒ رحمۃ اللہ علیہ،مولانا،الجامع الاحکام القرآن،7/614

25. ترمذی،محمد بن عیسیٰ السلمی،سنن ترمذی،کتاب:الدعوات عن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،باب: اَرْغِمَ اُنْفُ اجلٍ ذکرت عندہ فلم یصل علی 3/3546

26. قشیری،مسلم بن حجاج،الجامع الصحیح،المسلم،کتاب:الصلوۃ،باب:الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد التشہد،408/2

27. ترمذی،محمد بن عیسیٰ السلمی،سنن الترمذی،کتاب:الوتر،باب:ماجآءَ فی افضل الصلوۃ علی النبی 484/1

☆☆☆☆☆

آپ ﷺ کی زندگی کے معاشی حالات

(زرشہ لطیف، بی۔ایس۔ سمیسٹر 8)

آغاز نبوت کے وقت آپ ﷺ نے کے معاشی حالات کچھ یوں بیان ہیں

I. گلہ بانی:

رسول اللہ ﷺ نے ایک تو بچپن میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ سیدہ حلیمہ کے ہاں بکریاں چرائیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مقام الظہران میں ہم سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ فاقہ کش صحابہ کرام ایک جنگل میں پہنچ کر پیلو کا پھل توڑ کر کھانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "یہ پھل اگرچہ سیاہ ہوتا ہے لیکن نہایت لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" تو آپ نے فرمایا: "یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا" عرض کی: "یارسول اللہ کیا آپ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے؟" آپ نے فرمایا "ہاں" کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہو

II. تجارت:

نبی کریم ﷺ عمر کی 25 منزلیں طے کر کے عنفوان شباب میں تھے تو گلہ بانی سے آگے بڑھ کر آپ نے میدان تجارت میں قدم رکھا۔ تجارت کے میدان میں آپ کی آمد دولت اکھٹی کرنے کے لیے نہ تھی۔ کیونکہ آپ تو قناعت پسند طبیعت کے حامل تھے۔ گلہ بانی کی اجرت کا اندازاہ فرمائیں کہ چند قراریط یعنی قیراط۔ اتنی اجرت کی اس معاشرہ میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ لیکن آپ دنیا کے تمام مادی میلانات اور رحجانات سے بے تعلق تھے جب تک زندہ رہے دوسروں کو

لعل و گہر بخشتے رہے لیکن اپنا چولہا کئی کئی مہنیوں تک نہ جلتا۔ آپ کی طبیعت میں مال و دولت کے ادھیڑ بن کی مناسبت ہی نہ تھی۔ خود ایک موقع پر فرمایا

نحن قوم لا ناكل حتى نجوع واذاكلنا لا نشبع

"ہمارا تعلق اس طبقہ سے ہے جو اشتہار سے قبل کھانے پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور کبھی شکم سیر ہو کر نہیں اٹھتے"

آپ کے تجارتی اسفار:

شام کی طرف تجارتی سفر یمن کا سفر بحرین کا سفر

III. کسان:

شہر اور آس پاس کے علاقہ کی غالب اکثریت کسانوں کی تھی۔ بلکہ مدنیہ الرسول ﷺ تو کسانوں کی بستی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ ذاتی زمین کاشت کرتے تھے یا دیگر زمینداروں کی زمینیں لیکر لگان کاشت کرتے تھے۔ کسانوں کی اکثریت غریب تھی جن کا معاشی استحصال زمیندار لگان کی وصولی اور دیگر شرائط کی بدولت کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ سخت محنت کر کے مختلف قسم کی فصلیں کاشت کرتے مگر ان کی معاشی بدحالی گویا ان پر مسلط کردہ گئی تھی۔ جن کا سبب لگان کا طریقہ کار تھا۔

تاجر:

مدنیہ منورہ کی معاشی زندگی کا دوسرا بڑا عنصر تاجر تھے۔ مدنیہ منورہ میں ان تاجروں کے کئی بازار تھے۔ یہاں کا مشہور بازار قینقاع تھا۔ جہاں سونا چاندی کے زیورات مصنوعات کپڑا اور دیگر قیمتی اشیاء کے تاجر بیٹھا کرتے تھے ان تجار نے

اپنی تجارت کے انداان تمام طریقوں کو رواج دے رکھا تھا جن کے ذریعے یہ طبقہ صارفین اور خام اشیاء کے فروخت کرنے والوں کا استحصال کرتا تھا۔ تجارت پر عموما یہود کا قبضہ تھا۔ وہ منڈیوں میں اپنی من مانی کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا ذریعہ معاش:

کچھ بزرگ لوگوں جن کے نظریات کے مطابق ولی کچھ کھاتے ہی نہیں۔ آپ ﷺ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی معاشی ضروریات کی کفالت کا برابر فکر فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی یہ مبارک فکر امت مسلمہ کے محتاجوں اور غربا کے لیے ذریعہ رحمت و کرم ہے کہ جو شخص بھی معاشی فکر میں مبتلا ہو گا اللہ کریم کے دربار سے ثواب ملے گا اس لئے رزق حلال کے لئے جدوجہد کرنا ثواب کار ثواب قرار دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کا معاشی اسوہ حسنہ:

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ اپنی کاملیت اور جامعیت کے اس اعلیٰ ترین درجہ پر ہیں جن کا انسانی عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ اپنی جامعیت میں تمام انسانوں کے لئے نمونہ ہیں جن سے دنیا کا کوئی انسان بھی اپنی زندگی کے جس شعبہ کے لئے چاہیے ہدایات کا وافر ذخیرہ پا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے بہترین نمونہ رکھتا ہے۔ آپ بیٹا ہیں باپ ہیں بھائی ہیں مزارع ہیں سیاستدان ہیں معشیت دان ہیں بادشاہ ہیں رعایا ہیں تاجر ہیں صنتکار ہیں کارخانہ دار ہیں، بادشاہ ہیں، خوشحالی ہیں یا پریشان ہیں غرض آپ جو بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرۃ طبیہ آپ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ (الاحزاب:41)

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی سیرۃ طیبہ) آپ کے لئے بہترین نمونہ موجود ہے

اپنی محنت سے کمانا:

نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا اولین پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی محنت کر کے اللہ کریم کے خزانوں سے رزق کماتے، خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے آپ نے پڑھ لیا ہو گا کہ آپ ﷺ نے باقاعدہ نبوت ملنے سے قبل اہل مکہ مکرمہ کی بکریاں قراریط پر چرائیں۔ تجارت کا وسیلہ رزق بنایا اور پھر نبوت ملنے کے بعد بھی ابتدائی سالوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کی دولت کے ساتھ تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ اگرچہ نبوت کی ذمہ داریوں میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا آپ محنت سے کمانے کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ آپ کے اس مبارک طرز عمل میں تمام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور دعوت دین کا کام کرنے والوں کے لئے بالخصوص یہ قیمتی سبق موجود ہے کہ ایسے لوگ کسی دوسرے کے مال یا معاشی سارے پر گزارا وقات کی بجائے اللہ کریم کے خزانوں میں سے محنت کر کے کمائیں کھائیں اور خود دار رہ کر دعوت دین کا کام کریں یوں وہ سرمایہ داروں اور مال کو ذریعہ عزت سمجھنے والے احمقوں کی نگاہ میں بے وقعت بھی نہیں رہیں گے۔

حلال اور حرام کی تمیز:

نبی کریم ﷺ کے معاشی اسوہ حسنہ کا دوسرا نمایاں پہلو حلال و حرام کی تمیز ہے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ معاشیات میں یہ ورق بالکل ہی صاف ہے یہاں حرام و حلال کی تمیز شاید کوئی اخلاقی قدر ہو تو ہو مگر مواشی اصول نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت نبی حلال کے سوا تو کچھ کمایا استعمال کرتے ہی نہیں تھے۔ مگر آپ نے اس حلال اور حرام کی تمیز اپنے گھر اور اہل بیت کو بھی تعلیم فرمائی۔ اور عملا کر کے دکھائی آپ ﷺ نے اپنے اور جنگی میں ڈالا۔ کیونکہ زکوۃ کے ذریعے مسلمانوں کا مال آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا اور آپ چاہتے تو آپ خود اور آپ کا خاندان اسے استعمال کرتے اور وہ معاشی آسودگی کا ذریعہ بن جاتا لیکن آپ نے بذریعہ وحی اسکا استعمال اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے حرام

ٹھہرا دیا آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو فرمایا دیا تھا کہ صدقہ آل محمد کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ لوگوں کا میل ہے

سخاوت اور فیاضی:

سخاوت اور فیاضی نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے دو ایسے پرتو ہیں جن کی چمک سے افلاس اور محتاجی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے محتاج خانے بھی امید اور خوشحال کے نور سے جگمگانے لگتے ہیں۔ سخاوت اور فیاضی کے ذریعے دولت اغنیاء غزاتوں سے نکل کر محتاج فقیر کی جھونپڑی تک پہنچ جاتی ہے آپ ﷺ کا ساری زندگی کا یہ عمل رہا کہ کچھ آیا اللہ کریم کی رضا کی خاطر اللہ کریم کے محتاج لوگوں پر خرچ کر دیا۔ جب آپ ﷺ پر پہلی بار وحی آئی تو آپ گھبرا گئے اور گھر جا کر اپنی مہر راز باوفا زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ نے دلجوئی کے لئے دریافت فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے لوگوں کی رسوائی کے لئے اکیلا تو نہیں چھوڑیں گے ؟ تو حضرت خدیجہ نے بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا؟

''ہرگز نہیں ! اللہ کریم آپ کو بھلا کیوں رُسوا ہونے دیں گے آپ تو کمزوروں بے کسوں کا سہارا بنتے ہیں جن کا کوئی نیوالا نہیں آپ انہیں کما کر کھلاتے ہیں، ناتواؤں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔۔۔''

آپ ﷺ انسانوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں زیادہ سخاوت فرماتے تھے زندگی بھر کسی سائل کے سوال پر '' نہیں '' کا لفظ آپ کی زبان مبارک پر نہیں آیا مگر اسپر تواضع اور عبدیت کا یہ عالم کہ کبھی اس سخاوت کو اپنی ذات کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔

زُھد و قناعت پسندی:

نبی کریم ﷺ نے زُھد و قناعت پسندی اختیار کر کے اپنی امت کو یہ درس دیا ہے کہ وہ معاشی مسائل اور پریشانیوں جو حرص اور دنیادنی کی محبت کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں اور ان پروان چڑھ انسان کو زندگی بھر حریصانہ تک ودو میں مصروف رکھ کر بالآخر اسے قبر تک پہنچا دیتی ہیں ان پریشانیوں کا حل زُھد و قناعت کے پغیمبرانہ نسخہ میں ہے جس کا استعمال آپ ﷺ نے اپنی ذات عالیہ پر کر کے دکھایا

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک بار نبی پاک ﷺ چٹائی پر سے سو کر اُٹھے اور اس سے آپ کے جسم اطہر پر نشان پر گئے ہم نے عرض کی یارسول اللہ اگر ہم آپ کے لیے نرم گدا بنوالیں تو کیا حرج ہے آپ ﷺ نے فرمایا، بھلامیرا اور دنیا کا کیا تعلق ؟جو تھوڑی دیر کے لیے ط درخت کے سائے میں ستانے بیٹھ گیا پھر اُٹھا اور درخت کو چھوڑ کر چل پڑا؟

امانت کی حفاظت:

امانت Trust معاشی رفاہیت Economic welfare کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ جس شخص کے پاس امانت رکھی جارہی ہے اگر وہ امانت دار ہوگا تو کل لوگ اس کے کاروباری شرکاء یا اے مضاربت پر اپنی رقوم دینے پر تیار ہوں گے۔ جو اس کی معاشی خوشحالی کا ذریعہ بنیں گے۔ دوسرے اگر امانتوں والے اسے اس امانت کی حفاظت کا کچھ معاوضہ دیں یا امانت اس کے پاس باجازت استعمال رکھیں تو تب بھی امین کو اس امانت کو استعمال سے معاشی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ بلا معاوضہ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے جانی دشمن بھی

اپنی امانتیں ان کے پاس رکھو کے جاتے تھے۔ ہجرت کی رات سے مشکل وقت کون سا ہو سکتا ہے۔ مگر اس وقت آپ کے پاس جو امانتیں تھی اس کی ادا کے لیے آپ حضرت علی ﷺ کو اس ذمہ داری ادا کرنے کے لئے چھوڑ گئے۔

☆☆☆☆☆

صحابہ و صحابیاتؓ

عظمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم

(صمیہ بی بی، ایم اے سمسٹر چہارم)

اللہ کے رسول مکرم نبی محترم محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایمان کی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد جو خوش نصیب دم آخر تک دین اسلام پر قائم رہے ان کو عرف عام میں حضرات صحابہ کرام کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا گروہ وہ مقدس گروہ ہے، جو اپنی تمام اوصاف حمیدہ میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا مقام انبیائے کرام علیھم السلام کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ کا ایمان و یقین، تقویٰ و ورع، ایثار و ہمدردی، زہد و قناعت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ اور رسول مکرم ﷺ سے عشق و محبت میں سب سے بڑھ کر ہوئے۔ یہ حضرات امت کے عام افراد و رجال کی طرح نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے خاص اور امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ یہ مقام و مرتبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اللہ کے حبیب رسول مکرم ﷺ نے خود عطا فرمایا ہے۔ مقامِ صحابیت میں زرا سی کوتاہی و گستاخی اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا باعث بن سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی شان اور عظمت مختلف پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے۔

اصحابِ رسول ﷺ کے ایمان کی گواہی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا مقام ان کی خصوصیات واوصاف، ان کے مراتب اور ان کے لیے بشارتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی گواہی اور تصدیق اپنے کلامِ مقدس میں بیان فرمادی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ [1]

"اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اسکو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

اللہ کی رضا کا مژدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ے ایمان اور تقویٰ، ایثار ہمدردی کا صلہ ان کو دیتے ہوئے مالک ومہربان نے ان کی لغزشوں کو بھی معاف فرمادیا اور ان کے لیے اپنی رضامندی اور خوشنودی کو واجب کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ پاک نفوس بھی اللہ کی رضا میں راضی ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو سکتا ہے۔ اور یہ مژدہ تمام صحابہ کرام کو شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ 100؁ [2]

"اور مہاجرین وانصار میں جو لوگ سابق اور مقدم ہیں اور جنھوں نے خوبی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔"

جنت کی بشارت:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اللہ سے کیے ہوئے معاہدے کو پورا کرنے میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے اور اس انتظار میں ہوتے کہ کب وقت آئے اور وہ دین اسلام کی خاطر خود کو قربان کر دیں۔ یہ سوچ اور فکر ان کے ایمان میں مزید اضافہ کرتی جب یہ ایمان اور یقین پختہ ہو جائے تو کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ انہوں نے دین اسلام کی خاطر بے پناہ قربانیں دیں ،اللہ کی راہ میں اپنے مال واسباب سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ اپنا وطن تک چھوڑنا پڑا اور دوسرے شہروں ی طرف ہجرت کی۔ ان ہی عظیم قربانیوں کے صلہ میں کامیابی عطا ہوئی اور جنت کا مژدہ سنایا گیا۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ 88؁ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ 89؀[3]

"لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے خوبیاں ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔"

عشرہ مبشرہ:

تمام صحابہ کرام کو جنتی ہونے کا مژدہ سنایا گیا لیکن دس صحابہ کرام ایسے ہیں کہ جن کے درجے ایسے بلند ہیں کہ ان کے ان کو ایک ہی جلس میں جنت کہ خوشخبری سنادی گئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ[4]

"ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (سعید بن زید) جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ علیہم اجمعین)"

جنت جن صحابہ کی مشتاق:

تمام مومن و مسلمان کی یہ خواہش ہے اور دعا ہوتی ہے کہ وہ جنت میں جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام کے لیے جنت کی بشارت دی ان کے لیے انعام واکرام سے نوازے جانے کی خوشخبری سنائی۔ لیکن ایسے بھی صحابہ کرام ہیں جن کی شان کا عالم یہ ہے کہ خود جنت ان کی مشتاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان الجنۃ تشتاق إلى اربعۃ : علی و عمار و سلمان و المقداد۔" [5]

"یقیناً جنت چار لوگوں کی مشتاق ہے: یعنی علی بن طالب، عمار بن یاسر، سلیمان فارسی اور مقداد (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی الگ الگ مراتب بیان ہوئے بعض کو بعض پر فضیلت ملی۔ سب آپ ﷺ کی معیت میں رہنے کے لیے برقرار رہتے۔ کچھ صحابہ کرام اصحابِ بدر کہلائے، کچھ اصحابِ رضوان کہلائے، کچھ مہاجرین وانصار میں شمار

ہوئے اور کچھ صحابہ کرام کو قرآن پاک نے السابقون والاولون پکارا۔ کچھ خلفائے راشدین کے لقب سے ملقب میں صحابہ کرام کو کالنجوم قرار دیا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور لوگ ان سے ہدایت پاتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی اپنے اصحاب کے لیے کتنی حقیقی تشبیہ بیان ہوئی ہے کہ سورۃ النحل میں ستاروں سے ہدایت و راستہ معلوم کرنا اور منزلوں تک پہنچنا بیان فرمایا ہے۔ یعنی اصحاب رسول ﷺ کی اتباع میں ہے صراط مستقیم تلاش کر کے اللہ اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی رضا اور جنت کی منزل کو پایا جا سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کا حکم:

صحابیت میں تمام صحابی کرام رضی اللہ عنہم راشد اور مہدی تھے، مگر ان میں بھی ایسے حضرات ہیں جو نظم امورِ سلطنت میں بھی راشد اور مہدی ہوئے آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد اپنی امت کو ان کے نقش پا پر چلنے کی دعوت دی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فعليكم بسنتى و سنة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكو ا بها و عضو عليها بالنواجذ [6]

"تو تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس کو مضبوطی سے تھامنا اور اسے اپنے ڈاڑھوں سے مضبوطی سے جکڑ لینا۔"

قرآن و احادیث میں اصحاب رسول ﷺ کے بے شمار مناقب و فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ان کا احترام امت مسلمہ میں ہر فرد پر لازم ہے۔ آج ہم تک دین اسلام اگر پہنچا ہے اس کی اساس یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ موجودہ دور میں بہت سے ایسے عوامل پائے جا رہے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانِ عظیم موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاحدیث مبارکہ مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین۔" [7]

"جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

جو لوگ بھی ایسی گستاخیاں کرتے ہیں ان کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور نبی مکرم ﷺ نے ان کے مناقب وفضائل اور اعلیٰ درجات بیان فرمائے ہیں ان کے لیے لغویات کہنااور ان کو تحقیر وتذلیل کا نشانہ بنانا، آیاتِ الٰہی اور فرمان نبی ﷺ کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات کو فراموش کردیا جائے گا تو اہل ایمان تک دین اسلام کس سلسلہ سند سے پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ پر جب شریعت نازل ہو رہی تھی تو امت صحابہ کرام تھی ان پر ہی دین نافذ ہو رہا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلہ سند میں نبی کریم ﷺ سے روایت کرنا جب تک ثابت نہ ہو یہ دین کیسے نافذ ہو سکے گا۔ اہل حق نے ہمیشہ کلمۃ اللہ، مقامِ رسول ﷺ اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا پرچار کیا ہے اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ اگرچہ مقام صحابیت کو بیان کرنا ان چند صفحات میں ناممکن ہے لہذا میں نے ایک ادنیٰ کوشش کے تحت عظمت صحابہ کے چند پہلو بیان کیے ہیں۔ ایک شاعر نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں چند اشعار بیان کیے ہیں:

ایسے میرے آقا کے دلارے ہیں صحابہ

آقا ہیں اگر چاند ستارے ہیں صحابہ

ہم انکو بھلادیں تو کہیں کے نہ رہینگے

اسلام کے تعلیمی ادارے ہیں صحابہ

تم جانو اگر تم کو محبت نہیں ان سے

ہم تو ہیں صحابہ کے ہمارے ہیں صحابہ

اسلام کی کشتی کے محافظ ہی یہی ہیں

رحمت کے سمندر کے کنارے ہیں صحابہ

دشمن تھے ہزاروں تو یہ تھے تین سو تیرہ

ایسے میں بھی دیکھو نہیں ہارے ہیں صحابہ

دنیا ہی میں دیدی گئی جنت کی بشارت

آقا نے کچھ اس طرح نکھارے ہیں صحابہ

ان کو تو ضیا شمعِ رسالت سے ملی ہے

توحید کے نورانی مینارے ہیں صحابہ

موجود تھے جو آخری خطبہ میں نبی کے

عرفات میں وہ سارے کے سارے ہیں صحابہ

رب ان سے ہے راضی تو یہ سب رب سے ہیں راضی

آقا ہی نہیں رب کو بھی پیارے ہیں صحابہ

صدیق ہوں فاروق ہوں عثماں ہوں علی ہوں

سرکار کی سیرت کے سپارے ہیں صحابہ

اے سعد خدا ذکر سے خوش ہوتا ہے ان کے

سرکار کے ہاتھوں نے سنوارے ہیں صحابہ [8]

مصادر و مراجع

1. سورۃ الحجرات 49 : 7،8
2. سورۃ التوبہ 9 : 100
3. سورۃ التوبہ 9 : 88،89
4. ابو عیسیٰ محمد ترمذی، امام، جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف الزھری، ح 3747
5. الاصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء، مکتبہ الخانجی، القاہرہ، ط 1996ء، ج 1، ص 142
6. ابو داؤد سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابو داؤد، ح 4607
7. البانی، محمد ناصر الدین، السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، مکتبہ المعارف، ریاض، ص 446، ح 2340
8. مولانا سعد امروہوی یوپی اتر پردیش انڈیا

☆☆☆☆☆

سیرت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فضائل و مناقب

(محمد طلحہ، بی ایس، سمسٹر ہشتم)

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا نام عبد اللہ تھا، اور کنیت ابو بکر تھی۔ آپؓ کا لقب صدیق تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ آپؓ قریش کی شاخ تیم سے تعلق رکھتے تھے۔

عبداللہ بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ

- آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درخشندہ ستاروں میں سب سے روشن نام یار غار رسالت، پاسدار خلافت، تاجدار امامت، افضل بشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے جن کو امت مسلمہ کا سب سے افضل امتی کہا گیا ہے. بالغ مردوں میں آپ سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی صاحب زادی حضرت عائشہ صدیقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سب سے محبوب زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ابتدائی زندگی

- واقعہ فیل کے تین برس بعد آپ کی مکہ میں ولادت ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مل جاتا ہے. آپ کا نام پہلے عبد الکعبہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بدل کر عبد اللہ رکھا، آپ کی کنیت ابو بکر تھی. آپ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے. آپ کے والد کا نام عثمان بن ابی قحافہ اور والدہ کا نام ام الخیر سلمٰی تھا۔ آپ کا خاندانی پیشہ تجارت اور کاروبار تھا۔ مکہ میں آپ کے خاندان کو نہایت معزز مانا جاتا تھا.

کتب سیرت اور اسلامی تاریخ کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعث سے قبل ہی آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دوسرے کے پاس آمد رفت، نشست و برخاست، ہر اہم معاملات پر صلاح ومشورہ روز کا معمول تھا۔ مزاج میں یکسانیت کے باعث باہمی انس و محبت کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ بعث کے اعلان کے بعد آپ نے بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنے مال ودولت کو خرچ کر کے موذن رسول حضرت بلال سمیت بے شمار ایسے غلاموں کو آزاد کیا جن کو ان کے ظالم آقاؤں کی جانب سے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں سخت ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا تھا۔ آپ کی دعوت پر ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ ایمان لائے جن کو بعد میں دربار رسالت سے عشرہ مبشرہ کی نوید عطا ہوئی۔

ارادہ ہجرت

- جب قریش مکہ کے مظالم اپنی انتہا کو چھونے لگے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی۔ اہل ایمان کی بڑی تعداد نے اس پر لبیک کہا اور حبشہ کی جانب ہجرت کرنا شروی کردی۔ اس موقع پر آپ بھی حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے حبشہ کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ تاہم اہلیان مکہ میں آپ کی عزت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے سفر کا کچھ ہی حصہ طے کیا تھا کہ کفار مکہ کے ایک طاقتور سردار ابن دغنہ سے برداشت نہ ہوسکا۔ اس نے باوجود ایمان نالانے کے آپ کو روک لیا اور اپنی حمایت اور پناہ پیش کردی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان ہوجانے کے باوجود آپ کی مکہ میں کس قدر عزت منزلت تھی۔

القاب وخطاب

- صدیق اور عتیق آپ کے خطاب ہیں جو آپ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوئے. آپ کو دو مواقعوں پر صدیق کا خطاب عطا ہوا. اول جب آپ نے نبوت کی بلا جھجک تصدیق کی اور دوسری بار جب آپ نے واقعہ معراج کی بلا تامل تصدیق کی. اس روز سے آپ کو صدیق اکبر کہا جانے لگا۔

مدینہ ہجرت

- جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا تو آپ کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمسفر بننے کا اعزاز حاصل ہوا. اس سفر میں آپ نے تمام مواقعوں بالخصوص غار ثور میں قیام کے دوران حق دوستی ادا کر دیا۔ آپ کو اس سفر ہجرت کے حوالے سے میں "ثانی الاثنین" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔(سورۃ توبہ 40)

ایثار وسخاوت

- آپ کو بدر، احد، خندق، تبوک، حدیبیہ، بنی نظیر، بنی مصطلق، حنین، خیبر، فتح مکہ سمیت تمام غزوات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا. غزوہ تبوک میں آپ نے جو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلی مثال قائم کی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے. اس غزوہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر تمام صاحب استطاعت صحابہ نے دل کھول کر لشکر اسلامی کی امداد کی مگر ابو بکر نے ان سب پر اس طرح سبقت حاصل کی کہ آپ اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے. جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے ابو بکر! گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے"؟ تو آپ نے عرض کی "گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کافی ہے۔"

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے اللہ کا رسول بس

حیات طیبہ میں امامت

- حیات طیبہ کے آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا۔ آپ نے مسجد نبوی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مصلی رسول پر 17 نمازوں کی امامت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اقدام آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ تھا۔ ایک دفعہ نماز کے اوقات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے باہر تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی امامت کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کرواتا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پسند کرتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی امامت کرے۔ یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد کا اظہار تھا کہ آپ ہی مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہوں گے چنانچہ آپ پہلے خلیفہ المسلمین منتخب ہوئے۔

اول امیر المومنین

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام کے مشورے سے آپ کو جانشین رسول مقرر کیا گیا۔ آپ کی تقرری امت مسلمہ کا پہلا اجماع کہلاتی ہے۔ بار خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے پہلا خطبہ دیا۔

- میں آپ لوگوں پر خلیفہ بنایا گیا ہوں حالانکہ میں نہیں سمجھتا کہ میں آپ سب سے بہتر ہوں. اس ذات پاک کی قسم ! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ منصب وامارت اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا، نہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی دوسرے کے بجائے یہ منصب مجھے ملے، نہ کبھی میں نے اللہ رب العزت سے اس کے لئے دعا کی اور نہ ہی میرے دل میں کبھی اس (منصب) کے لئے حرص پیدا ہوئی. میں نے تو اس کو بادل نخواستہ اس لئے قبول کیا ہے کہ مجھے مسلمانوں میں اختلاف اور عرب میں فتنہ ارتدار برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا. میرے لئے اس منصب میں کوئی راحت نہیں بلکہ یہ ایک بار عظیم ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا ہے. جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں سوائے اس کے اللہ میری مدد فرمائے. اب اگر میں صحیح راہ پر چلوں تو آپ سب میری مدد کیجئے اور اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح کیجئے. سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کے میں اس کا حق اس کو دلواؤں۔ اور جو تم میں قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں. ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے فی سبیل اللہ جہاد کو فراموش کر دیا ہو اور پھر اللہ نے اس پر ذلت مسلط نہ کی ہو، اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا کہ کسی قوم میں فحاشی کا غلبہ ہوا ہو اور اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا نہ کرے. میری اس وقت تک اطاعت کرنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلوں اور اگر میں اس سے روگردانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ (طبری، ابن ہشام)

طرز حکمرانی

- امیر المومنین منتخب ہونے کے اگلے روز آپ نے قصد کیا کہ آپ اپنی تجارتی سرگرمیوں کا آغاز کریں تاکہ معاشی معاملات کو انجام دیا جاسکے۔ راستے میں حضرت عمر سے ملاقات ہوئی. انہوں نے آپ سے عرض کیا" یاامیر المومنین ! آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں ؟" آپ نے فرمایا" تجارت کی غرض سے بازار کی طرف جارہا تھا". حضرت عمر نے فرمایا" اب آپ امیر المومنین ہیں"، "تجارت اور مسلمانوں کے باہمی معاملات ایک ساتھ کیسے چلیں گے ؟"۔ آپ نے فرمایا" بات تو آپ (عمر) کی درست ہے مگر اہل وعیال کی ضروریات کیسے پوری کی جائیں گی ؟" حضرت عمر نے عرض کیا" آیئے

حضرت ابوعبیدہ کے پاس چلتے ہیں اور ان سے مشورہ کرتے ہیں۔(واضح رہے کہ حضرت ابوعبیدہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کا امین مقرر کیا تھا اسی لئے بیت المال کی نگرانی بھی آپ ہی کے زمہ تھی)۔ حضرات شیخین، امین الامت کے پاس پہنچے اور صورتحال ان کے سامنے رکھ دی۔ امین الامت نے فرمایا "اب ابوبکر مسلمانوں کے خلیفہ ہیں. مسلمانوں کے مسائل اور معاملات کے زمہ دار ہیں۔ خلافت کے معاملات کو نبٹانے کے لئے طویل وقت اور سخت محنت درکار ہوتی ہے۔ اگر خلیفہ تجارت کریں گے تو رعایا کا حق ادا نہ کر سکیں گے۔ لہذا ان کی اور ان کے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دینا چاہیے۔ اب سوال یہ تھا کہ وظیفہ کی مقدار کتنی ہو؟ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ " جتنا مدینے کے کسی ایک مزدور کی آمدنی ہوتی ہے اتنا کافی رہے گا" عرض ہوا کہ اتنے کم سے تو آپ کا گزارہ نہیں ہو سکے گا" آپ نے فرمایا" اگر اس سے ایک عام آدمی کے گھر کا گزارہ ہو سکتا ہے تو خلیفہ کا بھی ہونا چاہیے۔ اگر نہیں ہو سکتا تو اس کا مطلب ہے کہ ایک عام مزدور کس طرح گزارہ کرتا ہوگا"۔ چنانچہ خلافت اسلامی کے اس پہلے تاجدار کا وظیفہ ایک عام مزدور کے مساوی مقرر ہوا۔ بعدازاں آپ نے اس قلیل رقم میں مزید کمی کروادی. واقعہ یوں ہے کہ آپ کو میٹھا مرغوب تھا۔ اب روز جو مقدار بیت المال سے عطا ہوتی اس میں ہی گزارہ کرنا دشوار تھا چہ جائیکہ میٹھا کہاں سے آتا؟ آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ کیا کہ روز جو آٹا بیت المال سے آتا تھا اس میں سے چٹکی چٹکی جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب اس کی مقدار زیادہ ہوگئی تو ایک روز میٹھا تیار کر کے دستر خوان پر رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا" یہ کہاں سے آیا؟" زوجہ محترمہ نے عرض کیا" گھر میں بنایا ہے" آپ نے فرمایا" جو مقدار ہم کو روزانہ ملتی ہے اس میں تو اس کی تیاری ممکن نہیں؟"۔ زوجہ محترمہ نے سارا ماجرہ عرض کیا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا" اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم کو اتنی مقدار (جو روز کفایت کی گئی) ہم کو روزانہ زیادہ ملتی ہے اس سے کم میں بھی گزارہ ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کو بیت المال میں داخل کروادیا جائے اور آئندہ سے روزانہ ملنے والے وظیفے سے یہ مقدار کم کر دی جائے۔"

- یہ ایک تاریخ ساز حقیقت ہے کہ خلیفہ المسلمین، جانشین پیمبر حضرت ابو بکر صدیق نے خلافت کا منصب وزمہ داری سنبھالتے ہی پہلے روز اپنے خطبے میں جس منشور کا اعلان فرمایا پورے دور خلافت میں اس کے ہر حروف کی مکمل پاسداری کی. آپ کی دینی ومذہبی خدمات تاریخ اسلام کا روشن باب ہیں. مغربی مورخین (جو عموما تاریخ اسلام کے واقعات بیان کرنے میں تعصب اور جانبداری سے کام لیتے آئے ہیں) عہد صدیقی کی کچھ ان الفاظ میں تشریح کرتے ہیں۔''حضرت ابو بکر کا دور گو کہ نہایت مختصر تھا مگر خود اسلام، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کا اتنا احسان مند نہیں جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

☆☆☆☆☆

عہد فاروقی میں نظام حکومت

(عظمیٰ یوسف، بی ایس، سمسٹر 2)

تعارف

پیدائش 586ء تا 590ء کے درمیان مکہ میں وفات 6 نومبر 644ء مدینہ میں آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا لقب فاروق تھا اور کنیت ابو حفص آپ قبیلہ قریش کے مشہور شاخ بنو عدی کے معززین میں سے تھے۔ ساتویں پشت میں آپ کا نسب حضرت محمد صل اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔[1] ابو بکر صدیق کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ راشد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبیر اور تاریخ اسلام کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک ہیں۔ ان کا شمار علماء وراہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔ میں ابو بکر صدیق کی وفات کے بعد 23 اگست 634ء میں مطابق 22 جمادی الثانی سنہ 13ھ کو مسند خلافت سنبھالی۔ عمر بن خطاب ایک باعظمت، انصاف پسند اور عادل حکمران مشہور ہیں، ان کی عدالت میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کو یکساں انصاف ملا کرتا تھا۔ عمر بن خطاب کا یہ عدل وانصاف انتہائی مشہور ہوا اور ان کی رقم فاروق کی دیگر وجوہ تسمیہ میں ایک وجہ بھی بنی۔ حضرت عمر کا باپ الخطاب نفیل کوئی بڑا مالدار آدمی نہ تھا، مگر اس کے باوجود اپنی قوم کے شرفا میں شمار ہوتا تھا۔ لوگ اس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خطاب بڑا سخت گہرا اور بد مزاج ہونے کے باوجود اپنی ذہانت کی وجہ سے بڑی شہرت رکھتا تھا۔[2]

قبول اسلام

ابتدائے دعوت اسلامی عمر بن خطاب کو بھی اسلام سے سخت دشمنی تھی لیکن نبوت کے بارہویں سال عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسلام قبول کر لیا[3] بے شک سیدنا عمر کا قبول اسلام ہمارے لیے فتح تھی۔ خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے مگر حضرت عمر کی وجہ سے ہم نے مشرکین کا مقابلہ کیا اور خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا شروع کیں۔[4]

حدیث کی روشنی میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس راستے پر عمر ہو وہاں سے شیطان راستہ بدل لیتا ہے [5]

عمر رضی اللہ تعالی عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اسلامی اصولوں پر حکومت وسلطنت کا وسیع ترین باقاعدہ نظام قائم کیا ہفتہ کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے اصول مرتب کیے۔ خلیفہ کی حیثیت سے 10 سال خلافت کے منصب پر فائز رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے کے مصدق ٹھہرے۔

امام ابو یوسف نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رعایا سے کہا کرتے تھے:

تمہارے حقوق مجھ پر ہیں اور میرے حقوق آپ پر ہیں، تم اپنے بارے میں مجھ سے محاسبہ کرو۔

عہد فاروقی میں نظام حکومت

اسلامی فتوحات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا عہد خلافت جنگوں اور فتوحات کا زمانہ تھا۔اس بارہ برس کی مدت میں اسلامی سلطنت کی حدود بڑی وسیع ہو گئیں۔ مشرق میں افغانستان اور چین کی سرحد تک مسلمان فوجیں جا نکلی۔ مغرب میں طرابلس اور شمالی افریقہ تک، شمال میں آناہول اور بحر قزوین تک اور جنوب میں ملک حبش تک فتوحات کا یہ سلسلہ مورخین اور مفکرین کے لیے باعث حیرت واستعجاب بن گیا ہے۔ دنیا محو حیرت ہے کہ اتنی قلیل مدت میں ایک بے سروسامان قوم کس طرح بڑی بڑی حکومتوں پر چھا گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد حکومت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ توسیع سلطنت اور فتوحات کے ساتھ ساتھ ملکی انتظامات کی طرف اچھی خاصی توجہ دیتے رہے۔ مسلمان رشتہ وحدت

میں منسلک تھے وحدت عقیدہ، وحدت عبادت، وحدت جنس و قوم اور وحدت زبان نے انہیں مضبوط متحدہ بنادیا تھا۔ حضرت عمر کے عہد میں مدینہ منورہ دارالخلافہ رہااور مسلمانوں کی جمیعت تنظیم اور مرکزیت مدینہ سے وابستہ رہی۔

طرز حکومت:

حضرت عمر کے زمانے میں طرز حکومت شورائی تھا۔امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہر معاملے میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے البتہ مشورہ لینے کے لیے صحابہ کا انتخاب امیر المومنین کے ہاتھ میں تھا۔ پھر امیر المومنین کو بھی یہ اختیار تھا یہ چاہیں توکسی کی رائے کو پسند کریں کرے اور چاہے تورد کردیں۔ عہد فاروقی میں اکثر مجلس مشاورت کے ارکان حسب ذیل تھے:

حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبد اللہ بن عوف

عام مشورے کے بعد رائے درست معلوم ہوتی تو اس پر عمل کرتے ورنہ خاص مجلس مشاورت منعقد کر کے مصلے کے ہر پہلو پر بحث کر کے کسی نتیجے پر پہنچے تھے۔اسی طرح آپ ملکی اور جنگی معاملات میں بھی اہل الرائے لوگوں سے مشورہ کیا کرتے تھے نیز اپنے سپہ سالار ہوں اور والیوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ بھی ہر معاملے میں مشورہ کرنے میں کر کے کوئی قدم اٹھایا کریں حضرت عمر کے عہد خلافت میں مشورے کو نظام حکومت میں اصلاحی اور بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ عہد فاروقی میں مسجد نبوی اسمبلی ہال اور سیکرٹریٹ کا کام دیتی تھی۔ماتحت حکمران صوبائی والیوں محصلین اور سپہ سالاروں کے نام تمام ہدایات مسجد نبوی سے جاری ہوتی تھی۔آپ کے طرز حکومت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ مسلمان قوم کی رائے اور اجازت کے بغیر اپنی ذات پر کوئی چیز خرچ نہ کرتے تھے۔ایک بیماری میں شہد کی ضرورت پیش آئی بیت المال میں شہد موجود تھا لیکن جب تک قوم کی اجازت نہ لے لیں شہد استعمال نہ کیا گیا۔[6]

صوبائی نظام:

آپ نے دس برس کے عہد خلافت میں نہایت وسیع نظام حکومت قائم کر دیا ملک کو آٹھ صوبائی حکومتوں میں بانٹ دیا۔ مکہ، مدینہ، شام، مصر جزیرہ، بصرہ، کوفہ اور فلسطین[7]

افسروں کا انتخاب اور نگرانی:

آپ افسروں کے تقرر کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ قابل اعتماد اور لائق ترین لوگوں کو رہدے سونپتے کتے آپ کا یہ عہد تھا یہ تقریر کے وقت ہر عامل کو پروانہ دیتے تھے جس میں عامل کے اختیارات کی تشریح ہوتی تھیں پھر یہ پروانہ اس عامل کے علاقے میں مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جاتا تاکہ وہ اپنے حدود و اختیارات سے تجاوز نہ کر سکے نیز ہر عہدیدار سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ:

(1) وہ گھوڑے پر سوار نہ ہو گا۔

(2) باریک کپڑا نہ پہنے گا۔

(3) چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔

(4) دروازوں پر دربار مقرر نہ کرے گا۔

(5) حاجت مندوں کے لیے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔[8]

اس کا مقصد یہ تھا کہ اس میں غرور حکومت پیدا نہ ہو۔

محکمہ عدالت:

حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں محکمہ عدالت کو الگ کر دیا تھا۔ نہایت عدل اور متقی لوگوں کو جج اور قاضی مقرر کرتے تھے۔ ہر ضلع اور ہر شہر میں یہ حکم دے رکھا تھا کہ ہر شخص کے ساتھ انصاف اور عدل رکھا جائے گا۔ حضرت عمر کا یہ دستور تھا کہ صرف معزز اور دولت مندوں کو قاضی بناتے تاکہ وہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ اپنے قاضیوں کو ہدایت کی تھی کہ مدعی ثبوت کے پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ مقدمات کا فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق کریں اور اگر کتاب و سنت میں کوئی مثال نہ ملے تو اجتہاد سے کام لیں۔ ابتدا میں قاضی اپنے گھر میں قائم کرتا تھا، لیکن بعد میں مسجد میں بیٹھ کر مقدمات کے فیصلے کرنے لگا۔[9]

محکمہ پولیس:

حضرت فاروق اعظم نے شہری لوگوں کی حفاظت اور قیام امن کی خاطر محکمہ پولیس قائم کیا اس عہد میں اس کا نام اداس تھا۔ بعد میں شرطیہ کہلانے لگے۔ شہریوں کی حفاظت اور قیام امن کے علاوہ احتساب کا کام بھی پولیس کے ذمہ تھا۔

جیل خانے:

عہد فاروقی سے پہلے قید خانوں کا رواج نہ تھا، لیکن حضرت عمر نے مجرموں کو سزائے موت دینے کے لیے جیل خانے بنائے۔[10]

محکمہ ڈاک:

حضرت عمر نے سرکاری خطوط، فوجی مراسلات اور مال غنیمت کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لیے محکمہ ڈاک قائم کیا۔ تیز رفتار اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعے سرکاری پیغامات اور خطوط بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔

ٹکسال:

عہد فاروقی سے پہلے عرب میں سونے اور چاندی کے غیر ملکی سکے رائج تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عہد خلافت میں چاندی کے سکے بنائے اور ان پر عربی حروف سے عبارت کندہ کی۔ البتہ سونے کے سکے بنو امیہ کے عہد میں خلیفہ ولید بن عبد المالک نے بنائے تھے۔[11]

- **محکمہ فوج**

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت سے پہلے فوج کا کوئی با قاعدہ محکمہ موجود نہ تھا۔ سن 15ہی میں حضرت عمر نے ولید بن ہشام کے مشورے سے محکمہ فوج کا یمن پر کے اسے منظم اور وسیع کیا۔ سب مجاہدوں کے نام رجسٹر میں درج کر کے ان کی تنخواہیں مقرر کیں تنخواہ کی کمی حسب مراتب تھی۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک با قاعدہ فوج تھی جو ہر وقت محاذ جنگ پر رہتی تھی۔ دوسری رضاکار فوج تھی جو بوقت طلب کی جاتی تھی تنخواہ دونوں فوجوں کو ملتی تھیں۔ فوجیوں کو مفتوحہ ممالک میں کاشت کاری اور کھیتی باڑی کی اجازت نہ تھی۔ فوجیوں کے بیوی بچوں کو بھی وظیفے ملتے تھے۔[12]

مالی نظام:

عہد فاروقی میں حکومت کی آمدنی اور محاصل کے ذرائع حسب ذیل تھے:

1۔ خراج

وہ رقم یا غلہ جو غیر مسلم کاشتکاروں کی زمین کی پیداوار میں سے وصول کیا جاتا تھا۔ خراج کی مقدار معین تھی۔ زمین کی پیداوار اور حیثیت کے مطابق معراج کی شرح مقدار کی جاتی تھی خراج اس زمین سے وصول کیا جاتا تھا جو فتح کے بعد غیر مسلم کاشتکاروں کے قبضے میں رہتی تھی۔

2۔ جزیہ

ایک مقررہ رقم کا نام جزیہ ہے۔ جو غیر مسلم رعایا سے وصول کی جاتی تھی۔ جزیہ اشخاص اور افراد پر عائد ہوتا تھا۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد جی ختم ہو جاتا تھا۔

جزیہ صرف عاقل اور بالغ لوگوں پر عائد ہوتا تھا۔ اہل کتاب کے قابل جنگ لوگوں پر اسی طرح جزیہ واجب تھا۔ جس طرح مسلمانوں پر زکوۃ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے وفات کے وقت یہ نصیحت فرمائی تھی:

میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ لے ذمہ سے وعدہ پورا کیا جائے اور انہیں دشمنوں سے بچایا جائے، اور ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ان پر نہ ڈالا جائے۔ [13]

3۔ زکوۃ

زکوۃ اس رقم کا نام ہے جو مسلمان سے نقد و دولت، مال مویشی اور پیداوار میں سے سے وصول کیا جاتا ہے۔ [14] نقد روپیہ سونا چاندی جو ایک سال تک کسی مسلمان کے پاس رہے اس کا اڑھائی فیصد اور غلہ وغیرہ کا دسواں حصہ [15]

4۔ عشور

یہ ایک تجارتی ٹیکس تھا۔ جو ابتدا میں غیر مسلم غیر ملکی تاجروں پر لگایا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب مسلمان تاجر غیر ملکوں میں تجارتی سامان لے کر جائے۔ تو وہاں کی حکومت دس فیصد ٹیکس ان سے وصول کر لیتی تھیں۔ حضرت عمر نے اپنی خارجہ پالیسی میں توازن قائم رکھنے کے لیے غیر ممالک کے غیر مسلم تاجروں کے سامان تجارت پر 10 فیصد ٹیکس لگا دیا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ ٹیکس تجارتی ٹیکس قرار پایا۔ اس کا اطلاق زمیں اور مسلمانوں پر بھی ہونے لگا۔ ذمیوں سے پانچ فیصد کی شرح سے وصول ہوتا تھا۔ مسلمانوں پر بھی ہونے لگا اور مسلمان تاجروں سے اڑھائی فیصد [16]

5۔بیت المال

حضرت عمر نے دار الخلافہ (مدینہ) اور تمام صوبوں اور مرکزی مقامات میں بیت المال تعمیر کرائے اور نہایت دیانتدار اور لائق افسران بیت المال کے نگران مقرر کیے۔ مدینہ کے بیت المال کے افسر حضرت عبداللہ بن ارقم[17] جبکہ جب کہ کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود بنے[18] ہر بیت المال کی آمدنی اور خرچ کا حساب باقاعدہ رکھا جاتا تھا ہر صوبے کے اخراجات کے بعد جو رقم بچ جاتی دار الخلافہ مدینہ کے بیت المال میں جمع کرائی جاتی۔

6۔ محکمہ دیوان

عہد فاروقی سے پہلے جو دولت آئی، سب خرچ کر دی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے کے لیے دفتری نظام کی داغ بیل ڈالی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ بحرین سے لاکھوں درہم لائے تو کیا امیر المومنین نے صحابہ کرام کے مشورے سے تمام آمدنی اور خرچ کو ایک رجسٹر میں الگ تیار کیا گیا جس میں مسلمانوں کے نام حسب مراتب درج کیے گئے۔ غرضیکہ حضرت عمر نے ماہ محرم سن 25 ہجری میں ملک کے تمام آمد و خرچ شہری مسلمانوں کے نام اور ان کے وظائف کی رقم اور تمام محکمہ فوج کے نام اور ان کی تنخواہوں کیلئے الگ الگ رجسٹر بنا کر باقاعدہ دفتر کی بنیاد رکھی۔[19]

رفاہ عامہ کے کام:

حضرت عمر کے عہد خلافت میں رفاہ عامہ کے بہت سے کام تکمیل پذیر ہوئے

(1) زراعت کو ترقی دینے اور شہری ضروریات کے پیش نظر کئی نہریں کھودی گئیں۔ بصرہ کی نہر ابو موسی نو میل لمبی تھی۔ اس کی بدولت گھر گھر پانی پہنچا۔[20]

(2) بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کرائے گئے تا کہ مسلمانوں کو ٹھہرنے کے لئے دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(3) مکہ اور مدینہ کے درمیان میں سن 17 ہجری میں تمام منزلوں پر چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کروائے گئے۔

مصادر و مراجع

1. ابن عبدالبر، الاستیعاب، 135/3

2. ابن عبدالبر، الاستیعاب، 235/3

3. ابن البر، محض الصواب، 192/1

4. المعجم الکبیر للطبرانی، رقم:8820

5. صحیح بخاری، رقم حدیث:880

6. ابن سعد، الطبقات الکبری، 277/2

7. ابن سعد، الطبقات الکبری، 282،284/2

8. ابن ابی شیبہ، المصنف، رقم:12944

9. ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، 552/2

10. قرطبیؒ، 439/7

11. البیازری، فتوح البلدان، ص:453

12. ابن جریر، تاریخ طبری، 259/4

13. صحیح بخاری، رقم حدیث:1392،3552

14. الجرجانی، التعریفات، ص:114

15. صحیح بخاری، رقم حدیث:1447

16. احمد بن حنبل، فضائل صحابہ، رقم حدیث:465

17. ابن عبدالبر، الاستیعاب،382/2

18. ابن عبدالبر، الاستیعاب،172/2

19. ابن سعد، الطبقات الکبری،295/2

20. ابن الفقیہ، البلدان، ص:232

☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت بی بی جویریہؓ

(ویشا حفیظ، بی ایس، سمسٹر 8)

نام اور خاندان

اصلی نام برّہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے بدل کر جویریہ کر دیا اور اسی نام سے مشہور ہوئیں۔ ان کا باپ حارث بن ابی ضرار قبیلہ بنی مصطلق۔ بہت مشہور اور معزز سردار اور رسول اکرم کا سخت دشمن تھا۔ اس کی بہادری اور ستہ سواری کی دُور دُور دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ قبیلہ بنو مصطلق جس کی شجاعت مسلمہ تھی بنو خزاعہ ہی کی ایک شاخ تھا۔

عمر اور پہلی شادی

بی بی جویریہ کی پیدائش ہجرت سے ۱۹ سال قبل کہی جاتی ہے اس حساب سے ۵ ہجری میں وہ ۲۴ سال کی تھیں۔ ان کی پہلی شادی ان کے باپ حارث بن ابی ضرار نے اپنے ہی کنبہ کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان سے کر دی تھی۔ مسافع اپنے خسر سے بھی زیادہ جری اور بہادر تھا اور جہاں جاتے ہوئے بڑے بڑے دلیر گھبراتے تھے مسافع بے خوف و خطر چلا جاتا تھا۔

جنگ بنی مصطلق ۵ ہجری

ہجرت نبوی کے پانچویں سال کی دسمبر ۶۲۶ عیسوی میں قبیلہ بنو مصطلق کی جنگی تیاریوں کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپ نے خبر کی تصدیق کے لئے بریدہ بن الحصیب اسلمی کو روانہ کیا۔ وہ مدینہ سے نکل کر ۹ میل کے فاصلہ پر موضع فرع میں پہنچے جو بنو مصطلق کے مشہور چشمہ مریسیع سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں جا کر انہوں نے جو حالات دیکھے تھے واپس آ کر سرور کائنات کو بتائے کہ بنی مصطلق کی فوجیں پھیلی ہوئی ہیں اور حارث بن ضرار کے اکسانے پر اڑوس پڑوس کے تمام قبائل مسلح ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے مریسیع پہنچنے شروع ہو گئے ہیں یہ اطلاع ملنے پر آپ نے زید بن

حارث کو اپنا جانشین مقرر کیا اور مسلمانوں کا لشکر لے کر ۲۱ شعبان ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور مریسیع پہنچ کر قیام کیا جو توضع قدید کے قریب سے۔ بنی مصطلق اور دوسرے قبائل نے جو مسلمانوں کو دیکھا تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی یہودیوں کے معاونین جن کے بڑے دم خم تھے اور جو دور دور سے مدینہ کو لوٹنے اور اسلام کو مٹانے کے لئے آئے تھے وہ تو بھاج گئے اور حارث اور ان کے ہمراہی جن کی تعداد سات سو سے اوپر تھی وہیں موجود رہے۔ سرور کائنات نے مہاجرین کا علم حضرت ابو بکر اور انصار کا سعد بن عبادہ کو عنایت فرما کر لشکر کو آراستہ ہونے کا حکم دیا۔ اور یہودیوں کو پیغام صلح بھیجا۔ جس کی انہوں نے پرواہ نہ کی لہٰذا جنگ شروع ہو گئی اور تھوڑی ہی دیر میں مسلمان غالب آ گئے۔ یہودیوں کے دس بارہ آدمی مارے گئے تھے کہ بی بی جویریہ کے شوہر مسافح کے گرتے ہی بنو مصطلق کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حارث آنکھ بچا بھاگ نکلا۔ اور سب نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حارث کا تمام کنبہ عورتیں اور بچے بھی [1] شریک جنگ تھے۔ وہ گرفتار ہوئے اور مال غنیمت اکھٹا کیا گیا اور مدینہ پہنچ کر ان سب کی تقسیم ہوئی۔ جنگی قیدیوں میں حارث کی بیٹی بی بی جویریہ بھی تھیں۔[2]

مالِ غنیمت

قیدیوں کی تعداد دو سو گھرانوں پر مشتمل تھی۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ قیدیوں کی تعداد سات سو سے بھی اوپر تھی۔ ان قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار حرث ابن ضرار کی بیٹی برّہ بنت حرث بھی شامل تھی۔[3]

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دشمن کی بے خبری میں ان پر شب خون مارا تھا جس کے نتیجہ میں ان میں سے لڑنے والے قتل ہو گئے اور باقی لوگ گرفتار ہو گئے۔

بخاری اور مسلم میں یہی قول ہے اور پچھلا قول (جس کے مطابق پہلے تیر اندازی ہوئی اور پھر عام حملہ ہوا سیرت ابن ہشام میں ہے۔)[4]

حضرت جویریہؓ حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ میں آئیں۔یہ بات حضرت جویریہؓ کو پسند نہ آئی۔چنانچہ انہوں نے حضرت ثابت سے ۹ اوقیا سونے کے عوض رہائی کا معاہدہ کرلیا۔پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یوں عرض گزار ہوئیں۔"یارسول اللہ ﷺ! میں قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی ہوں، میرا نام جویریہ ہے اور یہ کہ میرا حال آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں، میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئی ہوں، میں نے ان سے ۹ اوقیا سونے (۳۱۔۶ تولے) پر کتابت کرلی ہے۔لیکن یہ رقم میرے مقدور سے زائد ہے، مگر میں نے آپ ﷺ کی فیاضی کی امید پر یہ شرط منظور کرلی، اب سوال کرنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔"[5]

حضرت عائشہؓ اور حضرت جویریہؓ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جویریہ نہایت خوبصورت عورت تھیں یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی شخص ان کو دیکھے اور ان کا گرویدہ نہ ہو جائے۔رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف فرماتھے اور مریسیع کے چشمے پر تھے جبکہ جویریہ آپ کے پاس آئیں اور آپ سے اپنی مکاتبت کی رقم میں امداد کی خواہاں ہوئیں۔خدا کی قسم جوں ہی ان پر میری نظر پڑی مجھے ان کا آپ کے پاس آنا ناگوار گزرا کیونکہ میرے دل مین خیال آیا کہ جیسے مجھے ان کی صورت بھا گئی آپ بھی متاثر ہوں گے۔[6]

آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ سے اسی وقت نکاح فرمالیا تھا جبکہ آپ مریسیع کے چشمہ پر فروکش تھے۔دوسرا نکاح رسول اللہ سے ۵ھ شعبان مطابق دسمبر ۶۲۶ء میں ہوا۔[7]

اسی طرح یہ بات بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ باندی کے ساتھ آپ کا نکاح حرام ہے۔[8]

جویریہ کو اختیار اور اللہ ورسول کا انتخاب

غرض اسی وقت آنحضرت ﷺ نے حرث سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی کو ہی اس بات کا اختیار دے دیں کہ وہ واپس اپنی قوم میں جانا چاہتی ہیں یا یہیں رہنا چاہتی ہیں۔ حرث نے اس بات کو پسند کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے صحیح بات کی اور انصاف کا معاملہ کیا۔ پھر انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا۔

"بیٹی! اپنی قوم کو شرمندہ نہ کرنا۔"!

اس پر حضرت جویریہؓ نے کہا کہ میں نے اپنے لئے اللہ اور اس کے رسول کو پسند کر لیا۔

اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ گذشتہ ایک روایت کے مطابق حضرت جویریہ سے نکاح کر چکے تھے تو آپ نے کیسے اپنی بیوی کو اختیار دیا کہ وہ رہنا چاہتی ہیں یا جانا چاہتی ہیں۔ کیونکہ گذشتہ روایت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ جویریہؓ کے ساتھ اسی وقت نکاح کر چکے تھے جب کہ آپ بنی مصطلق کے چشمہ پر تھے۔ ادھر میں نے امام ابوالعباس ابن تیمیہ کا قول دیکھا جو اس بات سے انکاری ہیں کہ حضرت جویریہؓ کے باپ بیٹی کا فدیہ لے کر آئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا۔ لہٰذا یہ بات قابل غور ہو جاتی ہے۔ [9]

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ جب حضرت جویریہ کے باپ اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آئے تو بیٹی نے وہ فدیہ واپس لوٹا دیا پھر وہ مسلمان ہو گئیں اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ کے لئے اپنا رشتہ حرث یعنی جویریہ کے باپ کو دیا جو قبول کر لیا گیا اور حرث نے اپنی بیٹی کی شادی آنحضرت ﷺ سے کر دی آنحضرت ﷺ نے چار سو درہم مہر طے کیا۔

کتاب امتاع میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ کا مہر یہ متعین کیا کہ بنی مصطلق کے ہر ہر قیدی کو آزاد کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے ان کا مہر یہ طے کیا کہ ان کی قوم کے چالیس قیدیوں کو آزادی دے دی۔

جویریہؓ سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کی برکت

یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ حضرت جویریہ کے باپ کا اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آنا اس گذشتہ روایت کے ہر صورت میں خلاف ہے جس کے مطابق آپ نے بنی مصطلق کے چشمے پر ہی جویریہ سے شادی کر لی تھی۔ ادھر اس گذشتہ روایت میں اور اس روایت میں بھی موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس میں ہے کہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے بنی مصطلق کے باری میں کہا کہ اب یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے سسرالی ہیں۔ اور پھر بنی مصطلق کے جو قیدی بھی ان کے پاس تھے انہوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ [10]

ادھر یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ فدیہ کے سلسلے میں حضرت جویریہ کے والد کا آنا یا ان کے بھائی کا آنا یا بنی مصطلق کے ایک وفد کا آنا اس گذشتہ روایت کے خلاف ہے جس کے مطابق بنی مصطلق کے تمام ہی لوگ یعنی مرد اور عورتیں اور بچے گرفتار ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک بھی بچ کر نہیں نکل سکا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے ان لوگوں پر حملے کے وقت ان لوگوں کا قبیلے سے غائب و ناحاص طور پر حضرت جویریہ کے والد کا غائب ہونا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ وہ یعنی حرث قوم کے سردار تھے۔ لہٰذا اگر ان تمام روایتوں کو درست مانا جائے تو ان سب کے درمیان موافقت پیدا کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم [11]

خصائل:

ام المومنین حضرت جویریہ بڑی باہمت اور بہادر خاتون تھیں۔ جنگ یرموک۔ حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت کی بہت مشہور لڑائی ہے جس میں حضرت اسماء بنت ابی بکر حضرت خولہ اور اسماء بنت یزید کے ساتھ ام المومنین نے بھی حصہ لیا اور نہایت شجاعت اور دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔

بی بی جویریہ بہت پرہیز گار اور عبادت گزار تھیں۔ نماز کے علاوہ اور دو وظائف میں بھی ان کا کافی وقت صرف ہوتا تھا۔ ایک دن سرور کائنات نے صبح کے وقت ان کو مصلے پر دیکھا۔ اور اسی دن دوپہر کو دیکھا تو بھی اسی مصلے پر بیٹھی پڑھ رہی تھیں۔ دریافت فرمایا کیا صبح سے ابھی تک تم اسی مصلے پر بیٹھی پڑھ رہی ہو۔ عرض کیا "جی ہاں "[12]

ان سے کئی حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس۔ جابر بن عبداللہ اور عبدالسید بن عمر نے ان سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے ان کی اس طرح بھی تعریف کی ہے۔

"جویریہ میں ایک شیریں دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔"

رحلت

۶ ہجری میں جب امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔ ۷۰ سال کے قریب عمر پا کر رحلت کی بعض مورخین ان کا سال وفات ۵۰ ھ لکھ رہے ہیں۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [13]

مصادر و مراجع

1. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں، ط۔ن، س۔ن، ص ۲۹۰۔۲۹۱
2. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں،، ص ۲۹۲
3. قاسمی مولانا محمد اسلم، سیرت حلبیہ اردو، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹، ج ۶، ص ۲۸۸
4. ایضا، ج ۶، ص ۷۸۹
5. قریشی محمد ارشاد علی، سیرت رہبر عالم ﷺ، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۶، ص ۲۹۹

6. قاسمی مولانا محمد اسلم، سیرت حلبیہ اردو، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹، ج٦، ص ۲۹۰

7. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں،، ص ۲۹۲

8. قاسمی مولانا محمد اسلم، سیرت حلبیہ اردو، ج٦، ص ۲۹۱

9. ایضا، ج٦، ص ۲۹۵

10. قاسمی مولانا محمد اسلم، سیرت حلبیہ اردو، ج٦، ص ۲۹٦

11. قاسمی مولانا محمد اسلم، سیرت حلبیہ اردو، ج٦، ص ۲۹۷

12. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں، ص ۲۹۴

13. ایضا، ص ۲۹۵

☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت صفیہؓ

(زعیمہ اسد رانا، بی ایس، سمسٹر 8)

نام ونسب

حضرت صفیہؓ بنو نضیر کے سردار حیی ابن اخطب کی بیٹی تھیں۔ان کی ماں بنو قریظہ سے تھیں،[1] باپ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے۔ زینب بنت حی بن اخطب بن سعید بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن خزرج بن ابی حبیب بنالنضیر بن الخام بن یخوم۔ [2]

ان کے باپ حیی بن اخطیب بن سمنہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی نسل میں سے تھے اور چونکہ یہ پیغمبر کی اولاد میں سے تھیں اس لئے ان کے خاندان کو تمام یہودی نہایت عزت ووقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ان کے باپ حیی یہودیوں کے ایک معزز سردار تھے اور ان کی مان ضرہ بیٹی تھیں قریظہ کے ناسور سردار سموئیل کی جس کی شجاعت، دیانت اور ہمدردی سارے عرب میں مشہور تھی۔

نام صفیہ کی وجہ تسمیہ

خیبر میں خاص نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں اور عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہو گیا ہو۔ صفیہ کہتے ہیں "چنا ہوا" اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ [3]

پہلی شادی

بی بی صفیہ کی عمر ۱۴ سال تھی کہ اُن کے باپ حیی بن اخطب نے ان کی شادی مشہور سشہوار اور نامور شاعر سلام بن مشکم سے کر دی مگر میاں بیوی میں موافقت نہ ہو سکی۔ تعلقات بجائے بہتر ہونے کے بد تر ہوتے چلے گئے۔ آئے دن کی ناچاقی اور روز روز کی کلی کلی پٹ پٹ کی وجہ سے سلام بن مشکم نے انہیں طلاق دے دی۔

دوسری شادی

سلام بن مشکم سے طلاق ملنے کے بعد ان کے باپ نے ان کی دوسری شادی ایک مشہور شاعر کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دی جو بنو قریظہ کا ایک جری اور مقتدر سردار تھا۔ اور یہودیوں کے سب سے مضبوط قلعہ القموس میں رہتا تھا ۷ ہجری میں جب مسلمانوں نے خیبر فتح کیا تو کنانہ لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس کی بیوی زینب امعروف یہ صفیہ جنگ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ 4

غزوہ احزاب اور غزوہ خیبر

غزوہ احزاب (غزوہ الخندق) میں قریش مکہ اور یہود حجاز کی مشترکہ سازش سے پورا جزیرہ عرب مسلمانوں کے خلاف امڈ آیا تھا اور اس یلغار کی ناکامی اللہ تعالٰی کا خصوصی کرم اور رسول اعظم و آخر ﷺ کی مدبرانہ جنگی حکمت عملی تھی، اس کے نتیجے میں یہود بنو نضیر و بنو قریظہ اپنے انجام بد کو پہنچ گئے، ان کے بعد قدرتی طور پر یہود خیبر کا حساب ہونا تھا جو خود کو اپنے مضبوط قلعوں میں محفوظ سمجھتے تھے یہ تمام قلعے اور ان سے ملحق باغات و اراضی اسلامی لشکر کے سامنے ریت کے گھروندے ثابت ہوئے انہی میں سے ایک قبیلہ یہود بنی حقیق کا قلعہ "القموص" بھی تھا جو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، شوہر صفیہ بنت حیی کی ملکیت تھا، مو قلین میں کنانہ بھی شامل تھا جب کہ گرفتار ہو کر غلام بنائے جانے والوں میں صفیہ بھی تھیں جن کا اصل نام زینب تھا۔ 5

غزوہ خیبر کا مال غنیمت

جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئی یہودیوں کے مقتولین میں ان کا سردار کنانہ بن ابی الحقیق بھی تھا جس کا سارا خاندان پکڑا گیا۔ اسیرانِ جنگ میں اس کی بیوی اور بنو نضیر کے مشہور سردار حیی بن اخطب کی بیٹی زینب المعروف بہ صفیہ بھی تھیں۔ [6]

حضور ﷺ کا ان کو منتخب کرنا

حضرت وحیہ بن خلیفہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ "اسے ایک لونڈی دے دی جائے۔" آپ ﷺ نے اسے کہا کہ "قیدی عورتوں میں سے ایک لے لو۔" تو اس نے حضرت صفیہؓ کو لے لیا۔ اس پر ایک آدمی نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کی کہ "آپ ﷺ نے یہود کے سردار کی بیٹی کو حضرت وحیہؓ کو دے دیا ہے حالانکہ وہ صرف آپ ﷺ کے شایانِ شان ہیں۔ "[7]

بشارت

ابن سعد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت صفیہ کے چہرہ پر ایک تازہ داغ نظر آیا تو انہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ سے ایک چاند آیا اور میری گود میں آن پڑا ہے، میں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ بن ابی الحقیق کو سنایا تو وہ غصہ میں آگیا اور یہ کہہ کر میرے منہ پر مکا مارا کہ تو یثرب کے اس بادشاہ کو اپنا شوہر بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ [8]

تیسرا نکاح رسول اللہ سے ۷ھ

صفیہ بنو نضیر کے معزز سردار اور ایک بڑے باپ کی بیٹی اور بنو قریظہ کے سردار کی بیوی ہیں۔ خاندانی وقار اور دلالت اُن کے بشرے سے ظاہر ہے۔ سوائے آپ کے اور کسی کے لئے موزوں نہیں۔ [9]

حقائق

آپ نے ان کو آزاد کر کے یہ اختیار دے دیا کہ چاہے وہ اپنے گھر چلی جائیں یا پسند کریں تو آپ کے نکاح میں آجائیں۔"بی بی جویریہ کے ساتھ آپ کا نکاح قبیلہ بنو مصطلق کے لئے رحمت اور اسلام کی توسیع و ترقی کا باعث ہوا تھا۔بی بی ام حبیبہ آپ کے نکاح میں آئیں تو اُن کے باپ اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان کی مخالفت کا زور کم ہو گیا تھا۔اسی لئے آپ کا خیال ہوا کہ صفیہ اگر میرے نکاح میں آجائیں تو یہود کی مخالفتِ اسلام میں کمہ آسکتی ہے۔ لیکن نکاح کی تجویز سے قبل آزاد کر کے انہیں اپنے گھر جانے کا بھی اختیار دے دیا گیا تھا۔ باپ اور شوہر کے قتل اور خاندان کی تباہی و بربادی کے بعد بی بی صفیہ اسیرانِ جنگ میں سے تھیں۔یعنی انہیں کنیز کی حیثیت سے رکھا جاسکتا تھا۔ مگر آپ نے ان کے خاندان و قار کو ملحوظ رکھ کر ان کی دلجوئی کی خاطر اور یہود کی مخالفت میں کمی کی مصلحت سے نکاح کا خیال بھی ظاہر فرمادیا تھا۔انہوں نے تباہ ہو کر واپس گھر جانے کے مقابلہ میں آپ کے نکاح میں آنا پسند کیا۔ چنانچہ ان کا خیال معلوم ہونے پر آپ نے ان سے نکاح کر لیا اور صہبا کے مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی۔اس وقت ان کی عمر ۱۷ برس تھی۔ [10]

اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود پھر کسی لڑائی میں مسلمانوں کے خلافت شریک نہیں ہوئے۔ [11]

اسلام پر یقین

شادی سے پہلے حضرت صفیہؓ نے بیان کیا کہ میرے والد اور چچا دونوں بڑے یہودی عالم تھے وہ حضور نبی کریم ﷺ سے ملنے گئے تو اُنہوں نے دیر تک حضور نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی پھر جب وہ گھر واپس آئے تو میں نے اُن دونوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سنا۔ پہلے چچا نے سوال کیا، کیا واقعی یہ وہی نبی ہیں جن کی خبریں اپنی کتابوں میں دی گئیں ہیں؟ والد، خدا کی قسم ہاں چچا نے کہا تم کو اس کا یقین ہے؟ والد ہاں، چچا، پھر کیا ارادہ ہے؟ والد، جب تک جان میں جان ہے اس کی مخالفت کروں گا اور اس کی بات چلنے نہ دوں گا۔ [12]

اسلام سے محبت

ابو عمر بن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بڑی عقلمند، بردبار اور صاحب فضل و کمال عورت تھیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت صفیہ کی باندی نے حضرت عمر سے جا کر یہ کہہ دیا کہ حضرت صفیہ ہفتہ کے دن کو بہت محبوب رکھتی ہیں اور یہود کے ساتھ بہت سلوک کرتی ہیں، آپ نے حضرت صفیہ سے دریافت کر کے بھیجا، حضرت صفیہ نے کہا: جب سے اللہ نے مجھ کو ہفتہ کے بدلہ میں جمعہ عطا فرمایا ہے، اس روز سے کبھی ہفتہ کو پسند نہیں کیا، رہے یہود سو ان سے میری قرابتیں ہیں۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں۔ حضرت عمر کو تو یہ جواب کہلا بھیجا اور اس کے بعد اس باندی سے دریافت کیا کہ تجھے اس کہنے پر کس نے آمادہ کیا، باندی نے اس وقت سچ سچ کہہ دیا کہ شیطان نے آمادہ کیا، حضرت صفیہ نے باندی سے فرمایا اچھا جاؤ تم آزاد ہو۔ [13]

خصائل:

ام المومنین کشادہ دل۔ سیر چشم۔ نیک نہاد۔ خلیق۔ حق گو اور انصاف پسند تھیں۔ [14]

صحیح نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کوئی عورت صفیہ سے اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔ [15]

علم و فضل میں بھی ان کا درجہ بلند تھا۔ خواتین اکثر ان سے مسائل دریافت کرتی تھیں۔ [16]

بی بی صفیہؓ کی دردمندی کی یہ کیفیت تھی کہ ۳۵ ہجری میں جب جب خلیہ سوم حضرت عثمان غنی کے مکان کا باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو وہ خود ایک خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان کے گھر کی طرف چلیں اُن کے غلام کو جو آگے آگے چل رہا

تھا۔ پہچان کر اشتر نے آکر خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ بی بی صفیہ نے کہا مجھے ذلیل نہ کرو میں واپس چلی جاتی ہوں۔ چنانچہ دایس آکر حضرت حسنؓ بن علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ کھانا پانی خلیفہ سوئم کھانا پانی خلیفہ سوئم کو بھیجا۔ [17]

مصادر و مراجع

1. امتیاز احمد، مہتاب عالم، شفیق پریس، ۲۰۱۶، ص ۲۸۴
2. خان ڈاکٹر اختر نواز، نبی کریم ﷺ کا گھرانہ، القلم پبلی کیشنز، ہری پور، ص ۸۲
3. خان ڈاکٹر اختر نواز، نبی کریم ﷺ کا گھرانہ، ص ۸۲
4. الخیری ارازق، مسلمانوں کی مائیں،، ص ۳۰۷
5. ڈاکٹر ظہور احمد، سیرت طیبہ اور ازواج مطہرات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ کراچی، ۲۰۰۶، ص ۱۵۹
6. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں، ص ۳۰۸
7. امتیاز احمد، مہتاب عالم، شفیق پریس، ۲۰۱۶، ص ۲۸۴
8. ڈاکٹر ظہور احمد، سیرت طیبہ اور ازواج مطہرات،، ص ۱۶۶
9. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں، ص ۳۰۹
10. ایضا، ص ۳۱۰
11. ایضا، ص ۳۱۱
12. قریشی محمد ارشاد علی، سیرت رھبر عالم ﷺ، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۱۶، ص ۳۰۰
13. کاندھلوی حضرت مولانا محمد ادریس، سیرت مصطفیٰ ﷺ، مکتبہ مدنیہ، ج ۲، ص ۱۹۸
14. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں، ص ۳۱۳

15. ایضا، ص۳۱٦

16. ایضا، ص ۳۱۷

17. الخیری رازق، مسلمانوں کی مائیں، ص۳۱۸

☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت ماریہ مصریہؓ

(فروا اعجاز، بی ایس سمسٹر ہشتم)

مصر کی خوش نصیبی اور عزو شرف کا سرمایہ حضرت ماریہؓ (جنہیں آج تک ہم ماریہ قبطیہ ہی لکھتے چلے آرہے ہیں مگر قبول اسلام کے بعد وہ "مصری مسیحی" یعنی قبطیہ نہیں رہی تھیں بلکہ "مصری مسلمان" کہلانے کی مستحق ہو گئی تھیں مگر لکیر کے فقیر آج تک انہیں ماریہ قبطیہ یعنی "ماریہ مصریہ مسیحیہ "ہی لکھنے پر مصر ہیں) کے والد کا نام شمعون لکھا ہے جو قبطی یعنی مصری مسیحی تھے کیونکہ اس زمانے کی عربی زبان میں قبطی مصر کے مسیحیوں کو ہی کہتے تھے اور آج بھی کہتے ہیں۔[1] حضرت ماریہؓ قبطیہ کے باپ کا نام شمعون تھا۔

عرب کے لوگ اس زمانہ میں اہل مصر کو قبط، قبطی یا اقباط کہتے تھے کیونکہ اس وقت اہل مصر کی اکثریت عیسائی تھی، بالکل ایسے ہی جیسے اس وقت کے شاہ مصر مقوقس کو "حاکم اسکندریہ" کہتے تھے حالانکہ وہ اس وقت پورے ملک مصر کا بادشاہ یا حکمران تھا، بس دار الحکومت اس وقت قاہرہ کے بجائے اسکندریہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے :

استوصوا بالقبط خيرا

"کہ میں تمہیں قبطیوں یعنی مصر کے عیسائیوں کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مصر کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کے سسرال ہونے کا شرف حاصل ہے، حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہ اور حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ماریہ مصریہ کا تعلق مصر سے ہے، بلکہ تورات سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے اپنے لخت جگر اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی دلہن بھی مصر سے

حاصل کی تھی، اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت شعیبؑ والا چشمہ آب (ماء مدین) بھی قدیم مصری سرزمین کا حصہ تھا تو پھر قوم بنی اسرائیل کے نجات دہندہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی بیوی بھی مصری قرار پاتی ہیں اور اس طرح اہل مصر چاروں اولو العزم پیغمبروں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ اور حضرت مصطفیٰ علیہم الصلوٰت والسلام کے اصہار یا سسرال ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے مصری دوست جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تو نبی ﷺ کے سسرال ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ بھائی آپ تو چاروں عظیم پیغمبروں کے سسرال ہیں۔[2]

سرزمین مصر کو اللہ تعالیٰ نے دین حق سے وابستگی کے حوالے سے بہت عزت و سرفرازی سے نوازا ہے فراعنہ کی یہ مشہور زمین سیدنا یوسف اور ان کے والد یعقوبؑ کے قدوم میمنت لزوم سے بھی مشرف ہوئی، موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے یہاں کلمہ حق بلند کر کے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرایا، چار عظیم و جلیل اور یوں مصریوں کو اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے مصری بھائیوں کا یہ فخر و اعزاز بھی بجا ہے کہ وہ سیدنا مصطفیٰ ﷺ کے سسرال ہیں۔

رسول اعظم و آخر ﷺ نے جب مملوک عالم کو دعوت اسلام کے لئے خطوط ارسال فرمائے تو والی مصر مقوقس کو بھی خط بھیجا تھا، یہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ لے کر گئے تھے، شاہ مقوقس نے سفیر نبوی کا بہت احترام کیا اور جواب میں بہت سے تحائف سرکار مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں بھجوائے تھے جن میں دو مصری لونڈیاں حضرت ماریہ اور حضرت شیرینؓ بھی تھیں، انہیں مقوقس نے سنہ ۷ھ کو آپ کو پیش کیا تھا ان کے ہمراہ ان کی بہن شیریں بھی تھیں۔ ایک خصی جانور بھی تھا جسے مابور کہا جاتا تھا ایک ہزار مثقال سونا بھی تھا۔ تین نرم کپڑے تھے خچر دلدل تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت ماریہ اور ان کی بہن شیریں نے اسلام قبول کر لیا۔[3] ان کے ہمراہ مابور نامی خصی یا خواجہ سرا بطور خادم بھی بادشاہ نے بھیجا تھا، سرکار ﷺ نے ماریہ کو اپنے پاس رکھ لیا اور شیرین حضرت حسانؓ کو دے دی، عبدالرحمٰن بن حسانؓ اسی شیرین کے بطن سے تھے،

حضرت ماریہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو بڑی مدت کے بعد اولاد نرینہ سے نوازا اور حضرت ابراہیمؓ جیسا خوبصورت بیٹا عطا فرمایا جس سے خانہ نبوی کے لئے بے حد خوشیوں کا سامان ہوا۔ [4]

،ان کی وفات بھی عہد فاروقی میں ہوئی اور ان کے جنازے کے لئے حضرت عمرؓ نے اعلان کروائے، خود جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ [5]

حقائق:

- غیر عرب تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے حضرت ابراہیمؑ دیے۔
- عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں۔
- کوئی بھی کافر جب دائرہ اسلام میں آجائے تو وہ اتنا ہی معزز ہے جتنا کوئی پیدائشی مسلمان
- چاہے وہ لونڈی یا غلام ہو۔ اسلام اس کو شرفِ عزت دیتا ہے۔
- خارجی معاملات کی اہمیت: مصریوں نے امن کے پیغام کے طور پر حضرت ماریہؓ کو ہبہ کر کے بھیجا۔
- حضرت محمد ﷺ نے ان کو لونڈی سے زوجہ مطہرہ بنا کر مصریوں کے اس پیغام امن کا بہترین جواب دیا۔

مصادر و مراجع

1. ڈاکٹر ظہور احمد، سیرت طیبہ اور ازواج مطہرات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ کراچی، ۲۰۰۶، ص ۱۸۰
2. ڈاکٹر ظہور احمد، سیرت طیبہ اور ازواج مطہرات، ص ۱۸۰۔ ۱۸۳

3. الصلحی حضرت امام محمد بن یوسف الشامی، مترجم: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی۔ رسولِ کریم ﷺ کے عزیز و اقارب، زاویہ پبلشرز، لاہور، اشاعت اول، ۲۰۱۶ ص ۳۵۶

4. ڈاکٹر ظہور احمد، سیرت طیبہ اور ازواج مطہرات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ کراچی، ۲۰۰۶، ص ۱۸۴

5. ایضا، ص ۱۸۶

☆☆☆☆☆

اقوالِ زریں

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب کے چند انمول موتی

(زعیمہ اسد رانا، بی ایس، سمسٹر ہشتم)

- اللہ کا دین قبول کرنے کے بعد جو سب سے پہلے عملی فریضہ ایک مسلمان پر عائد ہوتا ہے وہ ہوتا ہے نماز۔ کیونکہ یہی اسلام کے ابتداء ہے اور یہی اسلام کی انتہا ہے۔

- مومن کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی حدود سے تجاوز نہ کرے اور اپنی خواہشات کو ان کے احکام کے تابع کرے اور محدود کرے۔

- ہر شخص پر مشکل حالات اور تنگدستی آجاتی ہے مگر صبر صرف اسی کو ملتی ہے جس کا اللہ پر توکل ہوتا ہے۔

- اصل بے حیائی سے بچنا ہے تو خلوتیں اور تنہائیاں پاکیزہ کریں جب تنہائیاں پاکیزہ ہوں گی تو تب ہی پاکیزہ معاشرہ بنے گا۔

- اے اللہ کے بندو! اس دن کے لیے تیاری کرو جس دن تم اپنے پیارے اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اس دن تم اللہ کے دیدار سے پڑھ کر کوئی چیز پسند نہ کرو گے وعدہ کرو! اللہ سے کہ آج اپنی زندگی سے کوئی گناہ ختم کرو گے صرف اس سے ملنے کے لیے۔

- حسن عمل یا کثرت عمل

یہ دنیا کی زندگی امتحان ہے ہمہ جہت امتحان ہمہ وقت امتحان اور بہت سی سخت امتحان ہے بظاہر یہ عمل کا امتحان حسن عمل ہے کثرت عمل کا نہیں۔

- جس شخص نے اپنے دل کو دنیا کی آلودگی، غلاظت اور منفی اثرات سے بچا لیا اور اس مقام پہ لے گیا جس مقام پہ اللہ نے پیدا کیا تھا وہ کامیابی ہے۔ اللہ نے اس سے زیادہ کوئی مطالبہ ہی نہیں کیا

- مومن کی مجبوری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکم کے علاوہ کوئی نہیں ہونی چاہیئے

- اسلام مسلمانوں کا نہیں بلکہ پوری انسانیت کا دین ہے صرف یہی ایک ideology ایسی ہے یہی ایک دین ایسا دین ہے کہ جس سے آپ اگر حقوق حاصل کریں گے تو آپ کو ضرور فائدہ ہوگا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

- شریعت کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے یہ انہی کی اتھارٹی ہے سائنس کی نہیں کیا جائز ہے، کیا ناجائز یہ اللہ بنائیں گے یا ان کے رسول ﷺ۔ سائنس کو اجازت نہیں کہ شریعت کے اندر چھیڑ چھاڑ کر سکے۔

حضرت عائشہؓ کے حکمت بھرے اقوال

(صمیہ بی بی، ایم اے، سمسٹر چہارم)

جب ہم ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اقوالِ زیریں کی طرف دیکھتے ہیں تو وہ ایسے جادو بیانی کے اسلوب میں ڈھلے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ان کو مطالعے سے قارئین کے دلوں میں وجد کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ سیدہ عائشہؓ کو یہ ادبی صلاحیت قرآن کریم کے دستر خوان سے حاصل ہوئی جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں اور نہ اسکے صاف ستھرے چشمے کبھی ختم ہوں گے۔ اس لیے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اقوال زریں نہایت شستہ اور دلنشین ہیں۔ آپؓ فرماتی ہیں :[1]

- لا تطلبوا ما عند الله من عند غير الله بما يسخط الله.

"جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ غیر اللہ سے نہ مانگو کیونکہ غیر اللہ سے مانگنے سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔"

- كل شرف دونه لؤم، فاللؤم أولى به، وكل لؤم دونه شرف فالشرف أولى به.

"ہر وہ باعث عزت کام جس کا انجام ملامت ہو تو وہ قابل ملامت ہے اور ہر باعث عار و ملامت کام جس کا انجام عزت ہو تو وہ باعث شرف ہے۔"

- إن لله خلقًا قلوبهم كقلوب الطير، كلما خفقت الريح؛ خفقت معها، فَأُفٍّ للجبناء، فأُفٍّ للجبناء.

"بے شک اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے دل پرندوں کی طرح ہیں، جونہی ہوا چلے وہ ہوا کے ساتھ ہلنے لگتے ہیں۔ پس بزدلوں پر تف ہو پس بزدلوں پر تف ہو"!!

- أفضل النساء التي لا تعرف عیب المقال، ولا تهتدى لمكر الرجال، فارغة القلب إلا من الزينة لبعلها، والإبقاء في الصيانة على أهلها.

"افضل ترین عورت وہ ہے جو نہ بد کلامی کرے اور نہ ہی مردوں کے دھوکے میں آئے۔اس کا دل ہر قسم کی سوچ سے خالی ہو سوائے اپنے خاوند کے لیے زینت کرنے کے لیے اور اپنے اہل خانہ کی حفاظت پر گامزن رہنے کے لیے۔"

- التمسوا الرزق في خبايا الأرض.

"تم رزق زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔"

خوش اخلاقی کے متعلق سیدہ عائشہؓ کا زریں قول یہ ہے، آپؓ فرماتی ہیں۔

- راس المكارم الاخلاق الحياء [2]

"حیاء خوش اخلاقی کی بنیاد ہے۔"

ام المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

"حسن اخلاق کی دس علامتیں ہیں جو اسے نصیب ہوتی ہیں جس پر اللہ کا فضل ہو اوت اس پر خاص نظر کرم ہو۔اللہ تعالیٰ یہ صفات اسے دیتا ہے جسے وہ محبوب جانتا ہے۔ہو سکتا ہے یہ علامتیں باپ میں نہ ہوں بیٹے میں پیدا ہو جائیں، آقا میں نہ ہوں غلام میں پیدا ہو جائیں، یہ تو اسے ملتی ہیں جس کے نصیب اچھے ہوتے ہیں اور وہ ترتیب وار یہ ہیں :

سچ بولنا، لوگوں سے نرم برتاؤ، صلی رحمی، امانت کی حفاظت، ہمسائے سے نرم برتاؤ، سائل کو خالی نہ موڑنا، انعام دینا، مہمان نوازی، ان سب کی بنیاد سے حیاء۔ "[3]

مصادر و مراجع

1. الشحود، علی بن نایف، مشاہیر النسآء المسلمات، ام المومنین الحبیبہ (عائشہ بنت ابی بکر)، ط-ن، ص-ن
2. القرطبیؒ، ابی عمر یوسف بن عبد اللہ، بھجۃ المجالس وانس المجالس، دار لاکتب العلمیہ بیروت، لبنان، س ط-ن، ص 596
3. ایضا، ص 601

☆☆☆☆☆

اقوال زریں

(فضیلہ افضل، ایم اے پارٹ:1 سمیسٹر دوم)

- کسی کو دکھ دینے والا بھی خوش نہیں رہ سکتا۔(حضرت ابو بکر صدیق)
- کسی کی بے بسی پر مت بنو یکل یہ وقت بھی ہو سکتا ہے۔(حضرت عمر فاروق)
- کسی کی آنکھ بہاری وجہ سے کم نہ ہو کیونکہ ہمیں اس کے ہر آنسو کا قرض چکانا ہو گا۔(حضرت عثمان غنی)
- مظلوم اور نمازی کی آہ سے ڈرو، کیونکہ کسی کی بھی ہو عرش کو چیر کر اللہ کے پاس جاتی ہے۔(حضرت علی شیر خدا)

اقوال زریں

(ایمن نعیم، بی ایس، سمسٹر دوم)

1. کھوئی ہوئی محبتوں کے خسارے قبروں تک جائیں نہ جائیں اللہ کی محبت کھودینے کا خسارہ قیامت تک ساتھ جاتا ہے۔
2. کسی سے تعلق بنانے سے پہلے آزمالو۔
3. بہترین زندگی گزارنی ہے تو قرآن وسنت پر چلو۔
4. کسی کی برائی واضح ہو جانے کے بعد اس سے دوستانہ تعلق نہ رکھو۔
5. اپنی ہر کمزوری کو اپنی طاقت بنالو کامیاب رہو گے۔
6. کسی کی خاموشی دیکھ کر اس پر مسلسل ظلم مت کرو جانے کب اس کی آہ لگ جائے۔
7. حقیقت جانے بغیر کسی سے نفرت نہ کرو۔
8. کسی کے جذبات کی قدر کرو کل تمہارے جذبات کی قدر کی جائے گی۔
9. ہر آزمائش پر صبر کرو اور اس سے وہ سیکھو جو وہ سکھا رہی ہے۔
10. اللہ پر توکل رکھو وہ سب کی سنتا ہے۔
11. زندگی کے کسی موڑ پر مایوس نہ ہونا کیونکہ مایوسی ایک گناہ ہے۔

☆☆☆☆☆

مختلف مضامین

"خلوت اور جلوت کا ایک نہ ہونا نیکیوں کے ضیاع کا باعث بن سکتا ہے"

(سیدہ ارج رضا، ایم اے سمسٹر چہارم)

خلوت عربی زبان کا لفظ ہے۔ عربی زبان سے اردو میں بطور اسم مستعمل ہے۔ اس سے مراد تنہائی، علیحدگی، تخلیہ اور گوشہ نشینی ہے اور یہ جلوت کی ضد ہے۔ جبکہ جلوت سے مراد عوامی جگہ اور بھیڑ بھاڑ ہے۔ [1]

خلوت یا تنہائی انسان کی بہترین ساتھی ہے۔ تنہائی میں عام طور پر سوچیں، خیالات اور غور و فکر ہوتا ہے مگر تنہائی اپنی ذات میں مثبت اور منفی دونوں پہلو سموئے ہوئے ہے۔ خلوت نشینی انسان کی سوچ کو صحیح معنوں میں بیدار کرتی ہے۔ خلوت میں انسان اپنی ذات، کردار، خوبیوں، خامیوں اور شخصیت سازی کے حوالے سے غور و فکر کر سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا [2]

"اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کیا کیجئے اور ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اسی کی طرف متوجہ ہو جایئے۔"

انبیاء، صوفیا، مصنفین اور مفکرین یہ سب لوگ تنہائی پسند واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی تنہائیوں کو قیمتی بنایا۔ حضرت محمد ﷺ بھی ابتدائی طور پر تنہائی میں جا کر غور و فکر کرتے تھے۔ کئی کئی دن تنہائی میں گزارتے تھے اور پھر اسی تنہائی میں ان کو پیغام حق ملا۔

تنہائی میں انسان کو تقویٰ کا اعلیٰ درجہ نصیب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گناہوں سے بچ رہا ہوتا ہے لیکن اگر اسی تنہائی میں وہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے یا فحاشی کا کام کرتا ہے تو یہ ریاکاری اور منافقت میں آ جاتا ہے کیونکہ جو کام

وہ جلوت میں دنیا یا لوگوں کے خوف سے نہیں کر سکتا وہ کام وہ تنہائی میں کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو خدا کے خوف سے زیادہ لوگوں کا خوف ہے اور یہ ریاکاری اور منافقت کا بدترین درجہ ہے کیونکہ جلوت میں تو وہ نیکوکاروں اور عبادت گزاروں کا لبادہ اوڑھے رکھتا ہے اور جیسے ہی تنہائی میسر آتی ہے وہ وحشی بن جاتا ہے۔ جس شخص کو خوف خدا ہوتا ہے اور وہ متقی ہے اس کے لیے خلوت اور جلوت ایک جیسے ہیں کیونکہ اسے معلوم ہے کہ گناہ خواہ خلوت میں کرے یا جلوت میں خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ جو لوگ خلوت میں گناہ اور برائی کے مرتکب ہوتے ہیں ان جیسے ریاکاروں اور منافقوں کے لیے زبردست وعید سنائی گئی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ جو کہ حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے:

قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا، یہاں تک کہ وہ جب جنت کے قریب پہنچ کر اس کی خوشبو سونگھیں گے، اس کے محلات اور اس میں اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ نعمتیں دیکھ لیں گے، تو ندا دی جائے گی انہیں جنت سے لوٹادو کیونکہ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں (یہ ندا سن کر) وہ ایسی حسرت کے ساتھ لوٹیں گے کہ اس جیسی حسرت کے ساتھ ان سے پہلے لوگ نہ لوٹیں ہوں گے، پھر وہ عرض کریں گے "یارب! اگر تو اپنا ثواب اور اپنے اولیاء کے لیے تیار کردہ نعمتیں دکھانے سے پہلے ہی ہمیں جہنم میں داخل کر دیتا تو یہ ہم پر زیادہ آسان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا "میں نے ارادۃً تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ) جب تم تنہائی میں ہوتے تو بڑے بڑے گناہ کرتے میرے ساتھ اعلان جنگ کرتے اور جب لوگوں سے ملتے تو عاجزی وانکساری کے ساتھ ملتے تھے، تم لوگوں کو اپنی وہ حالت دکھاتے تھے جو تمہارے دلوں میں میرے لیے نہیں ہوتی تھی، تم لوگوں سے ڈرتے اور مجھ سے

نہیں ڈرتے تھے، تم لوگوں کی عزت کرتے اور میری عزت نہ کرتے تھے، تم لوگوں کی وجہ سے برا کام کرنا چھوڑ دیتے لیکن میری وجہ سے برائی نہ چھوڑتے تھے، آج میں تمہیں اپنے عذاب کا مزہ چکھاؤں گا"۔ [3]

خلوت میں کیے گئے گناہ اور ریاکاری انسان کے اعمال کو اس طرح کھا جاتے ہیں جیسے دیمک لکڑی کو۔ خلوت میں کیے گئے گناہ، جلوت میں کئے گئے نیک اعمال کو بھی اکارت کر دیتے ہیں اس بات کا علم انسان کو خود بھی نہیں ہوتا کہ اس کے نیک اعمال بھی ضائع ہو چکے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ایک طالب علم سکول، کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والا سارا سال محنت کرے لیکن امتحان میں یا اس سے پہلے کوئی غلطی ہو جائے اور بعد میں اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو اس سے بڑھ کر نقصان اور خسارے میں کون ہو سکتا ہے کہ سارا سال محنت کی اور ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے نتیجہ صفر نکلا۔ یقیناً انسان کی زندگی کے اندر اگر اس سے زندگی کے کسی موڑ پر غلطی ہو جائے تو یہی کافی ہے کہ اس کی ساری زندگی تباہ و برباد ہو جائے جیسا کہ ایک چھوٹا سا کیل یا کانٹا ستر مسافروں کی بس کو روکنے پر مجبور کر دیتا ہے اسی طرح چھوٹی چھوٹی غلطیاں انسان کی زندگی کے اندر کیے گئے اعمال کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔

حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنی امت کے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو روز قیامت تہامہ کے پہاڑوں کے مثل نیکیاں لے کر حاضر ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں بے حیثیت اور پراگندہ ذروں کی طرح بکھیر دے گا۔ حضرت ثوبان ؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں ان لوگوں کی حالت اور وصف بتلا دیجیے تاکہ ہم نادانستہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: وہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے، تمہاری طرح راتوں میں عبادت بھی کرتے ہوں گے لیکن جب وہ لوگ تنہائی میں (لوگوں کی نگاہوں سے دور) ہوں گے تو اللہ تعالی کی حرمتوں کو پامال کریں گے۔ "[4]

ظاہری طور پر تو بڑا نیک اور نمازی، پرہیزگار بندہ بنا ہوگا لیکن اللہ کے ہاں ایسے بندوں کی کوئی وقت نہیں جو تنہائی میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ یقیناً آج ہمارا ایمان انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے آزمایا گیا ہے۔ آج جہاں ایک کلپ ہمیں وہ کچھ دکھا سکتا ہے جو ہمارے باپ دادا نے نہیں دیکھا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وہ اللہ سے دھوکہ بازی کر رہے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو ایمان لائے ہیں ایسے لوگ دراصل اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھ نہیں رہے۔ "[5]

ہمارے ایمان کو خراب اور برباد کرنے اور ہماری جوانی کو مفلوج کرنے کے لیے دشمنوں کی طرف سے سرمایہ کاری کی جا رہی ہے اور آج کا نوجوان سستے پیکجز کے دھوکے میں بے راہ روی، عریانی اور فحاشی والی تصایروں اور ویڈیو کو دیکھ کر اپنی ساری زندگی کی نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ لوگوں کے سامنے تو ڈر، خوف اور شرم محسوس کرتا ہے کہ اس کی عزت اور وقار خراب نہ ہو جائے، دوسروں سے ڈرتا ہے لیکن وہ رب جو کالے پتھر پر کالی چیونٹی کی آہٹ اور صدا کو سن سکتا ہے، وہ ہمیں تنہائی میں نہیں دیکھ رہا ہوتا؟ دنیا کی نظر میں اس کا وقار خراب نہ ہو جائے اللہ کے سامنے اپنے ایمان کا سودا کرتے ہوئے جنت کی فکر نہ ہی جہنم کا خوف بس بے خوف وخطر اپنے نفس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے شیطان کا

راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ جبکہ انسان کا کھلا دشمن شیطان ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے بنی آدم ! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ "[6]

ہم اپنے موبائل یا لیپ ٹاپ سے انٹرنیٹ ہسٹری تو ختم کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ہسٹری کو ختم نہیں کر سکتے کیونکہ روز قیامت یہ نامہ اعمال ہمیں پیش کر دیے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"آج ہم ان کے منہ بند کر دیں گے اور ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ "[7]

آج بھی صرف توبہ کے چند الفاظ اور آئندہ سے پرہیز گاری کا عزم ہمارے پچھلے کیے ہوئے کو صاف کر سکتا ہے اور ہمیں رسوائی سے بچا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر ؓ کو یہ دعا سکھائی:

"اے اللہ میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرے ظاہر کو نیک و صالح بنا دے۔ "[8]

آج پاکستان کے نوجوانوں کو اس ملک وملت کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہے، محنت اور جرأت سے کام لینا ہے لیکن اگران گناہوں میں پڑ کر جوانی کو برباد کر لیا اور اصل مقصد سے دور ہٹ گئے تو نتیجہ خطرناک ہو گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خلوت کو جلوت سے بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے(آمین)

مصادر ومراجع

1. https://m.facebook.com/Sareerekhama.com.pk/posts/25538
34934691961
2. ۔سورۃالمزمل73 : 8
3. عجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد،5/ 135،5478
4. سنن ابن ماجہ:4245
5. البقرۃ2 : 9
6. سورۃ یس36 : 60
7. سورۃ یس36 : 65
8. ترمذی،احایث شتی، 3597

☆☆☆☆☆

مفتی محمد تقی عثمانی کے حالاتِ زندگی اور فقہی خدمات

حافظہ اقصیٰ خان، بی ایس سمسٹر 6

عنبرین کنول، بی ایس سمسٹر 6

محمد تقی عثمانی موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر، مفسر، محدث اور مفکر ہیں۔ علمائے کرام کی صف میں ایک بلند مقام پر فائز اور تمام اکابر علماء کے لیے محبوب شخصیت ہیں۔ پوری ملتِ اسلامیہ آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ مسائلِ جدیدہ میں آپ کی رائے عالمِ اسلام میں مستند سمجھی جاتی ہے۔

حالاتِ زندگی

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب 5 شوال المکرّم 1362ھ بمطابق 1943ء بروز شنبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔[1]

والد کی طرف سے تقی عثمانی صاحب کا سلسلہ نسب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور والدہ کی طرف سے ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔[2]

1984ء کو تقی عثمانی نے اپنے والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ ابتدائی تعلیم کراچی میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ دارالعلوم سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے پنجاب بورڈ سے میٹرک، جامعہ کراچی سے بی۔اے، سندھ مسلم کالج سے ایل۔ایل۔بی اور جامعہ پنجاب سے ایم عربی کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ ایل۔ایل۔بی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔[3]

اللہ تعالیٰ نے تقی عثمانی صاحب کو غیر معمولی ذہنی قوت واستعداد سے نوازا ہے۔ آپ حد درجہ ذہانت و فطانت کے حاصل انسان ہیں

مولانا رشید صاحب آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں: "آپ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے سب سے چھوٹے مایہ ناز فرزند اور ان کے علوم کے امین ہیں۔ غیر معمولی ذہانت و فطانت کے مالک ہیں" [4]

تقی صاحب عاجزی وانکساری کا پیکر تھے۔

"آپ اپنے اخلاق عالیہ، سادہ مزاجی، زہد و تقویٰ اور تواضع میں اپنے اکابر و اسلام کا نمونہ ہیں۔ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحئ صاحب کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی قدس سرہٗ کی طرف سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل ہے۔ آپ تمام اکابر علماء کے لیے محبوب شخصیت ہیں۔ [5]

آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی، شیخ اکبر علی، مولانا بدیع الزمان صاحب، شیخ علامہ رعایت اللہ قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں

کتبِ تفسیر وعلوم القرآن میں علوم القرآن اور آسان ترجمہ القرآن

کتبِ حدیث میں انعام الباری، درسِ ترمذی، تکملہ فتح الملہم اور خطوط مبارکہ The Authority of sunnah شامل ہیں۔

دار العلوم کراچی کے استاذ الحدیث **مولانا محمد رشید اشرف صاحب** نے آپ کے طرزِ تحریر کو یوں سراہا ہے :

"آپ کو تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی زبردست ملکہ حاصل ہے۔اکثر دورِ حاضر کے ان جدید مسائل پر لکھتے ہیں، جن پر بہت کم لکھا گیاہے۔آپ کی تحریریں انتہائی سادہ، شگفتہ اور قدیم وجدید طرزِ تحریر کا حسین امتزاج ہیں۔ [6]

فقہی خدمات

مولانا تقی عثمانی نے جہاں دوسری کتابیں لکھیں وہیں فقہ کے حوالے سے بھی بے شمار کتابیں لکھیں جو درج ذیل ہیں :

- اصول الافتاءوآدابہ
- فتاویٰ عثمانی
- مقالات العثمانی
- اسلام اور جدید معاشی مسائل
- فقہ البیوع
- کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم
- ملکیت زمین اور اس کی تحدید
- عدالتی فیصلے
- احکام اعتکاف
- احکام الذبائح

- بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرۃ
- تاریخ فقہ اسلامی
- اسلامی بینکاری
- غیر سودی بینکاری
- مسئلہ سود
- An introduction to Islamic finance

آپ نے جدید مسائل کے حل میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کیا اور قدرت کی طرف سے انہیں نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، مختلف اسلامی بینکوں اور اقتصادی مراکز میں جدید مسائل کو سمجھنے اور ان کے شرعی احکام واضح کرنے کے مواقع میسر آئے چنانچہ انہوں نے اس شرح میں جدید مسائل کا حل امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ عصرِ حاضر میں جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں ان کی تفصیل میں مختلف کتابیں موجود ہیں۔ جس سے اُمت بہت زیادہ فائدہ اٹھاتی ہے۔

مصادر و مراجع

1. لقمان حکیم، لمحات من حیاۃ القاضی محمد تقی عثمانی، مکتبہ الحکمۃ، کراچی، 1420ھ، ص:6
2. تقی عثمانی، مفتی محمد، البلاغ بیاد فقیہ ملۃ حضرت محمد شفیع، کراچی، مکتبہ دار العلوم، 1426ھ، 873/1
3. لقمان حکیم، لمحات من حیاۃ القاضی محمد تقی عثمانی، ص:20، 19
4. تقی عثمانی، مفتی محمد، البلاغ بیاد فقیہ ملۃ حضرت محمد شفیع، 873/2

5. بخاری، اکبر شاہ، حافظ محمد، اکابر علمائے دیوبند، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1419ھ، ص:552

6. تقی عثمانی، مفتی محمد، البلاغ بیاد فقیہ ملۃ حضرت محمد شفیع، 873/2

☆☆☆☆☆

گرمی کا موسم اور اس کے شرعی آداب

(بینش حسیب، بی ایس، سمسٹر ہفتم)

- **پہلا ادب: صبر اور تسلیم ورضاء**

سردی و گرمی ہو یا خزاں اور بہار، سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور ان میں سے ہر موسم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے نجانے کتنی خیریں اور بھلائیوں کو پنہاں کرر کھا ہے،اِس لئے بندوں کو کا کام یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے مالک اور پروردگار کے فیصلے پر دل و جان سے راضی رہیں،اور زبان و قلب سے کسی بھی قسم کا گلہ و شکوہ نہ کریں۔اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿عَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ﴾۔(البقرۃ:216)

یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو حالآنکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو حالآنکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔

تند و تیز ہوا چل رہی ہو یا آندھی اور طوفان کے جھکڑ چل رہے ہوں یا سرد اور گرم ہوائیں چل رہی ہوں اور جسم اور صحت کیلئے ناخوشگوار اور مضر ثابت ہو رہی ہوں، بہر حال اُنہیں بُرا نہیں کہنا چاہیئے۔روایاتِ ذیل میں اس کی صراحت کی گئی ہے: نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا کی وجہ سے گر گئی،اُس نے (غصہ میں آکر) ہوا کو لعنت دیدی، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہوا پر لعنت نہ کیا کرو،اِس لئے کہ یہ تو اللہ کے حکم کے تابع ہے (اُسی کے حکم سے چلتی ہے) بے شک جو شخص کسی پر لعنت کرے اور (جس پر لعنت کی گئی ہے وہ) لعنت کا اہل نہیں تو لعنت خود اُسی لعنت کرنے والے پر لوٹ جاتی ہے۔(ابوداؤد:4908)

ایک اور روایت میں ہے: ہوا کو بُرا مت کہا کرو، پس جب تم (ہواؤں کے چلنے میں) کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھو تو یہ دعاء مانگو: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ» اے اللہ! ہم آپ سے اِس ہوا کی خیر و بھلائی اور جو کچھ اِس میں خیر ہے اُس کا سوال کرتے ہیں اور اِس ہوا کو جس کا حکم دیا گیا ہے اُس کی خیر کا سوال کرتے ہیں، اور اے اللہ! اِس ہوا کے شر سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور جو کچھ اِس میں شر کا پہلو رکھا گیا ہے اُس سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور اِس ہوا کو جس کا حکم دیا گیا ہے اُس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔(ترمذی:2252)

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: ہوا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی ایک راحت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی راحت رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی، پس جب تم یہ (آندھی وغیرہ) دیکھو تو اُسے برا مت کہا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔(ابوداؤد:5097)

- **دوسرا ادب: عافیت کی دعاء**

گرمی کا موسم ہو یا کوئی بھی حالت، اِنسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا اور کرتے رہنا چاہیئے۔

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز ایسی نہیں مانگی گئی جو اُس کے نزدیک عافیت سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔(ترمذی:3548)

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہو کر یہ ارشاد فرمایا: ایمان و تصدیق کے بعد کسی کو عافیت سے بہتر کسی چیز سے نہیں نوازا گیا۔(ترمذی:3558)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کون سی دعاء سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اپنے رب سے دنیا و آخرت کی عافیت اور معافی کا سوال کرتے رہو، وہ شخص پھر اگلے دن آیا اور وہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے وہی جواب مرحمت فرمایا، وہ شخص پھر تیسرے دن آیا اور وہی سوال کیا، آپ ﷺ نے وہی جواب اِرشاد فرمایا، اور پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ جب تمہیں دنیا و آخرت میں عافیت سے نواز دیا گیا تو سمجھ لو کہ تم فلاح و کامیاب ہوگئے۔(ترمذی:3512)

- **تیسرا ادب: محشر اور دوزخ کی گرمی کا اِستحضار اور اُس سے اللہ کی پناہ مانگنا**

دنیا کی گرمی دراصل آخرت کی گرمی اور جہنم کی آگ کی تپش کو یاد دلانے کا ایک ذریعہ ہے، تاکہ دنیا کی بے چین کر دینے والی گرمی، دہکتی ہوئی آگ، چلچلاتی ہوئی دھوپ جھلسادینے والی لو کو دیکھ کر بندوں کو میدانِ محشر کی گرمی کا کسی قدر احساس ہوسکے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کی آگ اور گرمی کی آخرت کی آگ اور گرمی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ ذیل میں اِس سے متعلّق کچھ آیات اور روایات ذکر کی جارہی ہیں جن کو دل کی آنکھوں سے پڑھئے اور گرمی کے موسم میں اِدھر اُدھر کے تبصروں اور تجزیوں کے بجائے اِن کا اِستحضار کیجئے، ان شاءاللہ یہ گرمی کا موسم آپ کیلئے فکرِ آخرت کا سبب اور ذریعہ ثابت ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کے ستّر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ تو دنیا کی آگ ہی (عذاب دینے کے لئے) کافی تھی (پھر اس سے بھی زیادہ حرارت و تپش رکھنے والی آگ پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دوزخ کی آگ کو یہاں (دنیا) کی آگ انہتر (69) حصہ بڑھادیا گیا ہے اور ان انہتر حصوں میں سے ہر ایک حصہ تمہاری (دنیا کی) آگ کے برابر ہے۔(بخاری:3265)

حضرت نعمان بن بشیرؓ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں: دوزخیوں میں سے جو شخص سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کے اوپر آگ کے دو تسمے ہوں گے (یعنی ان جوتیوں کے تلوے بھی آگ کے ہوں گے جو پیروں کے نیچے کے حصے میں ہوں گے اور ان کے تسمے بھی آگ کے ہوں گے جو پیروں کے اوپر کے حصے پر ہوں گے) اور ان دونوں (یعنی جوتیوں کے تلوؤں اور تسموں کی تپش و حرارت سے) اُس کا دماغ اس طرح جوش مارے گا جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے۔ وہ شخص (دوسرے جہنمیوں سے واقف نہ ہونے یا عذاب کی شدّت کی وجہ سے) یہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب میں کوئی مبتلا نہیں ہے، حالانکہ وہ سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (مسلم: 213)

حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: دوزخیوں میں سے کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک آگ ہوگی، کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تک آگ ہوگی اور کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کی گردن تک آگ ہوگی۔ (مسلم: 2845)

حضرت ابوہریرہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر اُسے ایک ہزار برس تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا جس سے وہ سیاہ ہوگئی ہے پس اب دوزخ کی آگ بالکل سیاہ و تاریک ہے (جس میں نام کو بھی روشنی نہیں ہے)۔

(ترمذی: 2591)

حضرت مقداد بن اسودؓ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج کو مخلوق سے قریب کردیا جائے گا حتی کہ وہ ان سے ایک "میل" کے فاصلے پر رہ جائے گا۔ حدیث کے راوی حضرت سلیم بن عامرؓ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ میل سے مراد زمین کی مسافت ہے یا اس سے مراد وہ میل (سلائی) ہے جس کے ذریعہ آنکھ میں

سرمہ لگایا جاتا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اسکی کوکھ تک ہوگا، اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کسی کا پسینہ اسکو لگام دے رہا ہوگا۔ یعنی اس کے منہ تک ہوگا۔ (مسلم: 2864)

ایک روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: قیامت کے دن لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین پر 70 ہاتھ تک پھیل جائے گا (اور وہ اس میں ڈوب رہے ہوں گے) یہاں تک کہ وہ ان کے منہ تک یا کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (مسلم: 2863)

ایک اور روایت میں حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج زمین کے قریب ہو جائے گا جس سے لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے، پس کسی کی حالت یہ ہو گی کہ اُس کا پسینہ اُس کے ٹخنے تک پہنچے گا، کسی کا پنڈلی کے آدھے حصے تک، کسی کا اُس کے گھٹنوں تک، کسی کا کمر تک، کسی کا کوکھ تک، کسی کا کندھوں تک، کسی کا اُس کی گردن تک، کسی کا اُس کے منہ کے درمیان تک پسینہ پہنچے گا، یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اِشارہ کرکے اِرشاد فرمایا کہ پسینہ اُس کے منہ کو لگام دیدے گا (یعنی اُس کے منہ تک پہنچ جائے گا)۔ اور بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ پسینہ اُن کو مکمل ڈھانپ لے گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اپنے سر کے اوپر سے سر پر لگائے بغیر دائیں سے بائیں گھماتے ہوئے اِشارے سے سمجھایا۔ (مستدرک حاکم: 8704)

- **چوتھا ادب: توبہ و استغفار کی کثرت**

آجکل پوری دنیا میں موسمی تغیرات کا شور برپا ہے اور دنیا بھر کے موسمیات کے ماہرین کے مطابق کرّہ ارض میں بڑے پیمانے پر موسمیاتی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، سردی کا موسم دیکھو تو وہ اپنی حدِّ اعتدال سے آگے بڑھ چکا ہے اور ریکارڈ کی

برف باری ہونے لگی ہے جس سے ہنگامۂ زندگی مفلوج اور معطّل ہو کر رہ جاتا ہے، گرمی کے موسم میں درجہ حرارت کئی کئی دہائیوں کے ریکارڈ سے تجاوز کرتا چلا جارہا ہے، ہیٹ اِسٹروک کی وجہ سے بکثرت اموات واقع ہو جاتی ہیں، بارشیں اپنے وقت پر نہیں ہوتیں یا ہوتی ہیں تو اِس قدر طوفانی ہوتی ہیں کہ اُن سے کئی کئی بستیاں اور دیہات صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں، لوگوں کو اپنی جانوں اور مالوں سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ آئے دن کے زلزلوں اور طوفانوں کی وجہ سے کس قدر بڑے اور وسیع پیمانے پر لوگوں کی جانوں اور مالوں کا نقصان ہونے لگا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ سب کیوں اور کس لئے ہونے لگا؟؟ اللہ تعالیٰ نے تو کائنات کو انسان کیلئے مسخر کیا ہے اور نظامِ عالم کو انسانیت کی نفع رسانی کیلئے قائم کیا ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ یہ مسخر ہونے والا نظامِ کائنات اچانک سے تغیّرات اور متنوّع تبدیلیوں کا شکار ہونے لگا ۔۔۔!! محکمہ موسمیات اور دنیا بھر کے ماہرین اِس کی کوئی بھی وجہ اور سبب بیان کریں لیکن حقیقت یہی ہے جس کو قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ یہ سب لوگوں کے اعمال اور کرتوت کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾

اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے کاموں سے تو وہ درگذر ہی کرتا ہے۔

اِس لئے تمام مصائب و آلام اور تکالیف کے اِزالے کیلئے سب سے بہترین اور زود اثر (جلد اثر انداز ہونے والا) حل یہی ہے کہ بندے انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ کو راضی کریں اور اپنے کیے پر شرمندگی اور ندامت کے ساتھ سچے دل سے توبہ و اِستغفار کریں۔

- **پانچواں ادب: پیاسے کو پانی پلانا**

گرمی کے موسم میں ایک بہت ہی اہم اور نفع مند کام یہ ہے کہ پیاسوں کو پانی پلایا جائے، اور اُس میں اپنے پرائے، کافر و مسلمان، نیک و بد، حتی کہ اِنسان و حیوان کی تفریق سے بھی بالاتر ہو کر پانی پلانے کا اہتمام اور انتظام کیا جائے۔ احادیثِ طیبہ میں اِس کے بڑے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں گرمی کے موسم میں اُن فضائل کو حاصل کرنے کا بڑا قیمتی موقع ہوتا ہے

۔

- **چھٹا ادب: ماتحتوں کے ساتھ نرمی اور آسانی کا برتاؤ:**

گرمی کے موسم میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی، آسانی اور حُسنِ سلوک کا برتاؤ کرنا چاہیئے، کیونکہ وہ بھی بہر حال اِنسان ہیں، گرمی کی شدّت اور سورج کی تپش اُنہیں بھی لگتی ہے، چلچلاتی ہوئی دھوپ میں اُنہیں بھی چبھن کا احساس ہوتا ہے اور تھکاوٹ کا شکار ہو کر اُن کا دل بھی کچھ دیر سُستانے اور آرام کرنے کا کرتا ہے، لہٰذا اُنہیں اپنی طرح کا ہی ایک انسان سمجھنا اور اُس جیسا سلوک کرنا چاہیئے۔

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (ترمذی: 1924)

ایک اور روایت میں ہے: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرتے۔ (ترمذی: 1922)

نبی کریم ﷺ کا آخری کلام جو دنیا سے جاتے ہوئے تھا وہ یہ تھا "الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللَّهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ "یعنی نماز کا خیال رکھو اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (ابوداؤد: 5156)

حضرت کعب بن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی وفات سے پانچ دن قبل یہ سنا، آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے: اپنے ماتحتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اُن کے پیٹ بھرا کرو، اُنہیں کپڑے پہنایا کرو اور اُن کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کرو۔ (طبرانی کبیر: 41/19)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں جس کے اندر ہونگی اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی رحمت کے بازو کھول دیں گے: ایک یہ کہ کمزوروں پر نرمی کا معاملہ کرنا، دوسرا والدین پر شفقت کرنا، اور تیسرا غلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ (ترمذی: 2494)

- **ساتواں ادب: غصہ کو قابو میں رکھنا**

گرمی کے موسم میں بکثرت یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مزاج میں چڑچڑاپن آجاتا ہے اور انسان بات بات پر غصہ کرنے اور چیخنے چلانے یا گالم گلوچ پر اُتر آتا ہے چنانچہ گھروں کے اندر بھی اور باہر سڑکوں اور شاہراہوں اور بازاروں میں بھی چھوٹی چھوٹی بات پر لڑتے ہوئے بہت سے لوگ نظر آتے ہیں، جن کے اندر قوّتِ برداشت کم اور تحمّل کا جذبہ ناپید ہو جاتا ہے حالآنکہ یہ اخلاقی و شرعی طور پر کسی طرح درست نہیں، اِنسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوق بنایا ہے اُسے وسیع الظرف اور متحمّل مزاج ہونا چاہیئے۔

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کسی وصیت کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غصہ مت کرو، اُس نے پھر وہی سوال کئی مرتبہ کیا، آپ ﷺ ہر مرتبہ یہی ارشاد فرماتے رہے کہ غصہ مت کرو۔ (بخاری: 6116)

☆☆☆☆☆

خواتین کی ملازمت، شریعت اسلامیہ کی نظر میں

صباء حنیف (سال دوم)

شریعت کی تعلیمات کے مطابق مرد و عورت کو اس طرح زندگی گزارنی چاہیئے کہ گھر کے باہر کی دوڑ دھوپ مرد کے ذمہ رہے، اسی لئے بیوی اور بچوں کے تمام جائزاخراجات مرد کے اوپر فرض کئے گئے ہیں، شریعت اسلامیہ نے صنف نازک پر کوئی خرچہ لازم نہیں قرار دیا، شادی سے قبل اس کے تمام اخراجات باپ کے ذمہ اور شادی کے بعد رہائش، کپڑے، کھانے اور ضروریات وغیرہ کے تمام مصارف شوہر کے ذمہ رکھے ہیں۔ عورتوں سے کہا گیا کہ وہ گھر کی ملکہ ہیں۔ (صحیح بخاری) لہٰذا ان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز گھر کو بنانا چاہیئے جیسا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهلية الْأُوْلٰى [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کام کو اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کے کام کیا کرتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کے کام انجام دیا کرتے تھے۔

کچھ باتیں صاف صاف بیان کی جاسکتی ہیں۔ ان کے لیے ڈرامائی انداز اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ واضح کردوں کہ یہ کوئی خوبصورت یا ادبی باتیں نہیں ہیں۔ یہ بدصورت مگر ضروری باتیں ہیں۔ تلخ حقیقت بیانی کے لئے باذوق طبائع سے معذرت۔

"عورتیں غمِ روزگار کے ہاتھوں جبر اور استحصال کا شکار ہیں۔"

یہ ایک تلخ سچ ہے۔ ہمیں حالات کی خرابی کا کچھ ادراک تو ہے لیکن اس کی سنگینی کا صحیح احساس نہیں۔ شاید ہم اس سطح پر سوچنے کے متحمل نہیں ہو سکتے یا خود کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں چند عشرے پیشتر خواتین کے نوکری اختیار کرنے کو غیر ضروری بلکہ معیوب سمجھا جاتا تھا۔ گھریلو عورت ہونا اور گھر گرہستی کے امور تک محدود رہنا معمول تھا اور باعثِ شرم ہر گز نہ تھا۔ وقت اور حالات نے بتدریج کروٹ بدلی، معیارِ زندگی اور حقوقِ نسواں کے تصّورات کو فروغ ملا جس کے نتیجے میں عورت نے عملی زندگی، معاش اور معاشرتی مقام کو اپنے روایتی کردار پر واضح فوقیت دینا چاہی۔ مردوں کے نظریات بھی تبدیل ہوتے گئے۔ کارپوریٹ کلچر نے بعض روایتی فکری انداز چھوڑنے کا مشورہ دے دیا اور تو اور خاندان کی بڑی بوڑھی عورتوں نے بہو بیٹی کی ڈگری اور تنخواہ کو خاندان میں عزت کے معیار کے طور پر رائج کر دیا۔

عورت پر کسی بھی حال میں نفقہ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس کا کسبِ معاش میں مشغول ہونا بہت سے مفاسد کا سبب ہو سکتا ہے، اسی لیے شریعت عورت کے کسبِ معاش میں مشغول ہونے کو عام حالات میں ناجائز قرار دیتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام عورتوں کے لئے کسب معاش کو یا کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کو مطلقا مجر ممنوع قرار دیتا ہو؛ بلکہ قرآن وحدیث اور اس سے مستنبط فقہاء کے اجتہادات میں میں خواتین کے لئے ملازمت کسب معاش کی شرعی حدود و قیود کی رعایت کے ساتھ اجازت بھی ملتی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت شعیب الاب کی دو صاحبزادیوں سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے: ولما ورد ماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون ووجد من دونهم امرأتين تذود ان قال ما خطبكما قالتا لا نسقى حتى يصدر الرعاء وأبونا شيخ كبير [2]

"اور مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھی، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب رضی للہ کی صاحبزادی اپنے گھر کے پانی کی ضرورت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں اور خود پانی بھر کر لایا کرتی تھیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض اوقات خواتین فوجی خدمات میں حصہ لیا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "كنا نغزو مع النبي فنسقي القوم و نخد مهم ونرد القتلى والجرحى المدينة " [3] "ہم لوگ حضور کے ساتھ جہاد میں شریک رہتی تھیں، قوم کو پانی پلاتی تھیں، اوران کی خدمت کرتی تھیں، نیز مقتولوں اور زخمیوں کو مدینہ لے جایا کرتی تھیں"

اسی طرح حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"غزوت مع رسول الله سبع غزوات ، أخلفهم في رحالهم، فأصنع لهم الطعام وأداوي الجرحى وأقوم على المرضى " [4]

" میں نے رسول اللہ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی ہے۔ میں اپنے کجاذوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی، ان کے لئے کھانے

بناتی تھی، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔"

شریعت نے عام حالات میں خواتین پر نہ ان کے اپنے نفقہ کی ذمہ داری رکھی، اور نہ ہی ان کے بچوں کے نفقہ کی، نفقہ کا ذمہ دار صرف اور صرف مرد ہی کو قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ کوئی بھی خاتون یا تو کسی کی بیوی ہو گی، یا لڑکی ہو گی، یا ماں ہو گی، یا بہن ہو گی وغیرہ، اوران تمام صورتوں میں شریعت نے اُس کا نفقہ شوہر، باپ، بیٹے، بھائی وغیرہ پر لازم کیا ہے۔ لیکن اگر کسی مجبوری کی بنا پر عورت یہ فریضہ بھی انجام دے تو اس کا بھی اس کے لئے اجر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ حضرت زینت رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

يا رسولَ اللهِ إني امرأةٌ ذاتُ صَنْعَةٍ أبيعُ منها وليسَ لي ولا لولدي ولا لزوجي نفقةٌ غيرُها وقد شَغَلُوني عن الصدقةِ فما أستطيعُ أن أتصدقَ بشيءٍ فهل لي من أجرٍ فيما أنفقتُ قال فقال لها رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ أنفقي عليهم فإنَّ لكِ في ذلكَ أجرٌ ما أنفقتِ عليهم [5]

"انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! میں ایک کاری گری سے واقف عورت ہوں، میں اس میں سے فروخت کرتی ہوں، میرے بچے اور میرے شوہر کے لئے اخراجات کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے، ان مصارف کی وجہ سے میں کچھ صدقہ نہیں کر پاتی، تو کیا میرے لئے ان پر خرچ کرنے میں کوئی اجر ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان سے فرمایا کہ تم ان پر خرچ کرتی رہو تمہارے لئے اس میں تمہارے خرچ کرنے کا اجر ہے۔"

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی کی بیوی صنعت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھی، صحابیہ کی کمائی سے بچوں اور شوہر کا خرچ چل رہا تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بذات خود ان پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو بیوی کی کمائی شوہر کے لئے جائز نہیں قرار دیتے ہیں۔

اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے عورت کا حقِ ملکیت تسلیم کیا ہے۔ بعض دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں اسے یہ حق حاصل نہیں تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد گزشتہ صدی میں وہ اس سے بہرہ ور ہو پائی ہے۔ بیوی جو کچھ کمائے اس میں اسے تصرف کرنے کی پوری آزادی ہے۔ شوہر کو حق نہیں کہ اس پر قبضہ جمائے، یا اپنی مرضی کے کاموں میں خرچ کرنے پر بیوی کو مجبور کرے۔ لیکن اگر بیوی اپنی خوشی سے اپنی کمائی گھر کے کاموں پر خرچ کرتی ہے، یا کچھ رقم شوہر کے حوالے کرتی ہے کہ اسے جس طرح چاہے خرچ کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بغیر کسی کراہت کے شوہر وہ رقم لے سکتا ہے اور اپنی پسند کی جگہوں پر خرچ کر سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتُواْ النساء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَان طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيئاً مَّرِيئاً۔ [6] "اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دو۔ البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ معاف کر دیں تو اسے خوشی کے ساتھ شوق سے کھا سکتے ہو"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر عورت کا حق ہے، جس کی ادائی شوہر پر لازم ہے۔ اگر وہ اس کے کچھ حصے سے بہ خوشی دستبردار ہو جائے تو شوہر اسے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ یہی حکم عورت کی ملکیت کی دوسری چیزوں کا بھی ہو گا۔ اگر بیوی اپنی خوشی سے اپنی کمائی شوہر کو دے رہی ہے اور اس کی بے روزگاری کی صورت میں ملازمت کر کے گھر کا خرچ اٹھانے میں اس کی مدد کر رہی ہے تو کسی دوسرے کو اس پر اعتراض کرنے اور شوہر کو لعنت ملامت کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے!

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہمارے لیے نمونہ موجود ہے۔ اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مال دار خاتون تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد انھوں نے اپنی پوری دولت آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دی اور آپ ﷺ اس میں سے خرچ کرتے رہے۔ جو کام مردوں کے لئے جائز ہیں، اگر قرآن وحدیث میں عورتوں کو ان سے منع نہیں کیا گیا ہے تو عورتوں کے لئے شرعی حدود وقیود کے ساتھ انہیں انجام دینا جائز ہے۔ بعض اوقات خواتین کی ملازمت کرنا معاشرہ کی اجتماعی ضرورت بھی ہوتی ہے مثلاً امراض نساء وولادت کی ڈاکٹر، معلمات جو لڑکیوں کے لئے بہترین تعلیم کا نظم کر سکیں۔ غرضیکہ عورت شرعی حدود وقیود کے ساتھ ملازمت یا کاروبار کر سکتی ہے۔ مثلاً: کام کے دوران عورت شرعی حجاب کا مکمل اہتمام کرے۔ اجنبی مردوں کے اختلاط سے دور رہا جائے۔ عورت کو کام کرنے کی ضرورت ہو، اور اپنی ضروریات پوری کرنے کیلیے ملازمت کو آمدن کا ذریعہ بنائے۔ کام ایسا ہو جو جسم، تخلیق، اور مزاج ہر اعتبار سے صنف نازک کے ساتھ میل رکھتا ہو، مثلاً: طب، نرسنگ، تدریس، سلائی کڑھائی وغیرہ۔ کام کی وجہ سے بغیر محرم کے سفر کرنا نہ پڑے۔ کام کے لیے جاتے ہوئے کسی حرام کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، مثلاً: ڈرائیور کے ساتھ تنہا سفر کرنا، اجنبی مردوں تک پہنچنے والی خوشبو لگانا وغیرہ۔ ملازمت کی وجہ سے ضروری امور میں خلل پیدا نہ ہو، مثلاً: گھر کی دیکھ بھال، شوہر اور اولاد کی ضروریات وقت پر پوری کرنا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ بات درست ہے کہ عورت کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی ؟ یہ کہنا کہ عورت کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی درست نہیں؛ کیونکہ کمائی میں برکت یا بے برکتی کا مدار کسی شخص کی ذات سے نہیں بلکہ اس کے افعال رزق میں برکت یا بے برکتی کا باعث بنتے ہیں، مثلا: جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، قطع رحمی، حرام کمائی، گناہ کی کثرت وغیرہ یہ اسباب رزق میں بے برکتی کا سبب بنتے ہیں۔ اگر کوئی عورت ضرورت مند ہے تو وہ پردے کے اہتمام کے ساتھ جائز کام کر سکتی ہے۔ قال اللہ تعالی:

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً ویمددکم بأموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم انهارا [7]

" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ". [8] **واللہ سبحانہ اعلم**

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جب اسلام عورت کو شرعی حدود میں ملازمت کی اجازت دیتا ہے اور معاشرے نے بھی بہو، بیٹیوں کے کام کو باعث شرف سمجھ لیا ہے تو تنقید کیوں تذلیل کیوں۔ اصول تو یہ ہے کہ ان کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے لیکن کبھی بھی ان کو مجبور نہ کیا جائے۔

مصادر و مراجع

1. سورۃ الاحزاب: آیت ۳۳
2. القصص: ۲۳
3. بخاری، حدیث نمبر: ۲۸۸۳، نیز دیکھئے: حدیث نمبر: ۲۸۸۳
4. مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم، والنهي عن قتل صبيان أهل الحرب، حدیث نمبر: ۴۶۹۰

5. مجمع الزوائد:3/390وابن حبان:4247

6. النساء:۴

7. سورة النوح:11-10

8. روى البخاري:2067ومسلم:2557

☆☆☆☆☆

جہاد اور قتال (عصر حاضر کے تناظر)

بینش حسیب، بی ایس، سیمسٹر ہفتم

نائلہ سرور۔ بی ایس، سمسٹر ہفتم

- **قتال جہاد کا جزء ہے کل نہیں**

قرآن وسنت میں غلبہ دین کے لیے کی جانے والی جانی کوشش کو جہاد سے موسوم کیا گیا ہے لہٰذا کثرت استعمال کی وجہ سے علماء فقہاء محدثین اور مفسرین نے جہاد بمعنی قتال کی ساتھ اس کی اصطلاحی تعریف کی ہے مثلاً فقہائے احناف کے نزدیک جہاد کی تعریف اس طرح ہے کہ ھوالدعاءالی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلانا جو اس کو قبول نہ کرے اس سے قتال کرنا۔

اسی طرح فقہائے مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی جہاد کی اصطلاحی تعریف کم و بیش وہی ہے جو کہ احناف کے ہاں ہے اگرچہ لفظ جہاد کا مفہوم وسیع ہے جیسے ابن تیمیہ ابن حجر اور ابن قیم کے اقوال سے یہ ثابت ہے کہ مسلمان کی ہر وہ محنت کوشش جو کسی نہ کسی پہلو سے غلبہ دین کے لیے ہو جہاد کہلاتی ہے۔

جیسا کہ جہاد میں قتال بھی شامل ہے لیکن ہر قتال جہاد نہیں ہوتا جہاد اپنے مقصد طریق کار اور نصب العین کے اعتبار سے محض اعلائے کلمۃاللہ اور تحفظ غایات اسلامی کیلئے ہوتا ہے یہ اندھادھند جنگ و جدال نہیں کر بلکہ مقاصد ملت کی خاطر اِی بااصول جنگ ہے جو معین اصولوں پابندیوں اور احتیاطوں کے ساتھ لڑی جاتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں سب سے بڑا مغالطہ جو بہت عام ہے اور صرف عوام میں ہی نہیں خواص یعنی علماء کو بھی لاحق ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاد کے معنی جنگ کے ہیں یعنی جہاد کو قتال کے مترادف باہم معنی

قرار دے دیا گیا ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ لسانیات کا بنیادی اصول ہے کہ کسی بھی زبان کے دو الفاظ بالکل ایک مفہوم کے حامل نہیں ہوتے پھر یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ قرآن پاک کے دو مستقل اصطلاحیں ہیں جو قرآن پاک میں متعدد بار استعمال ہوئی ہیں۔

جیسا کہ سورہ صف آیت نمبر چار قتال کی اصطلاح آئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿4﴾

اسی طرح اسی صورت کی آیت نمبر ۱۱ میں جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر ہوا ہے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لیئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ چناچہ ان دونو اصطلاحوں کو ایک معنی دینا غلطی ہے۔

- **دہشت گردی**

مسلمانوں پر جس طرح عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے اس کے نتیجے میں ناامیدی اور مایوسی کی ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے مسلمانوں کے بعض نوجوانوں نے کفر کی اجتماعی تشدد کے جواب میں محدود اور انفرادی تشدد کی کاروائیاں شروع کی ہیلپ اس پر سارا مغرب چیخ اٹھا ہے اور اس انفرادی جوابی تشدد کو دہشت گردی کا نام دے کر مزید اجتماعی اور منظم دہشت گردی پر اتر آیا ہے کیوں کہ اس کے پاس اسلحہ اور میڈیا کی طاقت ہے اس لیے مسلمانوں کو تو مسلمہ دہشتگرد قرار دیا جارہا ہے اور ان کا خون مباح سمجھا جارہا ہے لیکن مغرب و مشرق کی طاقتور قومیں جو تخریب کاری کررہی ہے اسے اسے دہشت گردی کا نام نہیں دیا جاتا دہشت گردی کے واقعات کو ایک طرف رکھتے ہوئے پہلے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ دہشت گردی کیا ہے اسے کیسے بیان کیا جاسکتا ہے۔

دہشتگردی کا لفظ انگریزی terrorism لفظ کا ترجمہ ہے انگلش لغت کی کتابوں میں terror کے بارے میں جو وضاحت ملتی ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

Intense fear a person or thing causing intense fear the quality of causing such fear terribleness

اس ڈکشنری میں I terrorism کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

The act of terrorising use of force to demoralize intimidate and subdugate especially such use as a political weapon or policy the demoralization and intimidation produced in this way

- **دہشتگردی کے مقاصد**

دہشت گردی ایک ایسا عمل ہے جس میں منصوبہ بندی کے ساتھ تشدد اور تباہی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے دہشت گردی ایک واقعہ بھی ہو سکتا ہے اور کئی واقعات کا تسلسل بھی بھی خوف وہراس کہ ایسی فضا پیدا کرنا جس سے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکیں دہشتگردی کا ماحول کہلائے گا۔

اس کا بنیادی ہدف کچھ لوگ ہوتے ہیں مگر اس کا شکار معصوم لوگ بھی ہو جاتے ہیں گو ان کو مارنا مقصود نہیں ہوتا اصل مقصود ایسی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے جس سے لوگوں میں اضطراب پیدا ہو اور مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکے مقاصد میں سیاسی معاشی اور مذہبی پہلو شامل ہیں بعض اوقات ذاتی مقاصد کے لئے دہشت گردی کی جاتی ہے۔

- **دہشت گردی کی اقسام**

دہشتگردی کی تین بڑی اقسام پائی جاتی ہے

1۔انفرادی

2۔ گروہی

3۔ریاستی

انفرادی دہشتگردی ذاتی انتقام یاذہنی بیماری کی وجہ سے ہوسکتی ہے

گروہی دہشتگردی میں مذہبی نسلی اور سیاسی عوامل شامل ہیں مذہبی دہشتگردی کی وجہ مذہبی اختلافات میں شدت ہوتی ہے

ریاست کے ارتقاپر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ ادارہ خونیں ہیں اس کی تشکیل استحکام اور بقامیں قتل وغارت گری شامل ہیں بادشاہیت اور ڈکٹیٹر شپ سے لے کر دور حاضر میں جمہوری ریاستوں تک اس تنظیم کی تہ میں خون کا دریا بہہ رہاہے

دنیامیں مختلف خطوں میں ریاستی دہشت گردی کے خلاف مسلح تحریک چل رہی ہے اور بعض ریاستیں اپنی دہشتگردی کی وجہ سے نمایاں مجرم ہے ان میں امریکااسرائیل ہندوستان اور روس نمایاں ہیں بدقسمتی سے ان تمام صورتوں میں مسلمان ہیں اس دہشت گردی کا شکار ہے عراق وافغانستان فلسطین کشمیرٹی چیچنیا کے مسلمان نمایاں طور پر اور فلپائن کے مسلمان عمومی طور پر ریاستی دہشت گردی کا شکار ہیں

اسی طرح چین میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ظلم وبربریت کا بازار گرم ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دہشت گرد ریاستوں نے عالمی میڈیا کے زور پر ان مسلمان مزاحمت کنداں تحر قوااور لوگوں کو دہشت گرد قرار دے کر قتل و

غارت کا بازار گرم کرر کھاہے اس دہشت گردی کی بد ترین صور تیں کشمیر فلسطین اور چیچنیا میں ظاہر ہور ہی ہیں لیکن عالمی برادری اس پر خاموش ہے عالم میں کفار مسلمانوں کے بارے میں متحدہ موقف رکھتاہے جن کے گھر مسمار ہور ہے ہیں نوجوان قتل ہورہے ہیں کھیتیاں جل رہی ہے عورتوں کی بے حرمتی ہورہی ہے بچے مر رہے ہیں وہ دہشتگرد قرار دیے جاچکے ہیں۔

- **جہاداور دہشتگردی**

جہادایسے فتنہ فساد یعنی دہشت گردی کوروکنے اور ظلم کو مٹانے کانام ہے دہشتگردی فضاد انگریزی اور ظالمانہ کاروائی ہے اسلام اگر امن اور سلامتی کا دین ہے تو کیا پر امن رہنے کا مطلب ظلم برداشت کرنااور دہشت گردی کے مقابلے میں جان سپورد کادیناہے ہر گز نہیں اسلام امن وسلامتی کادین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ظلم نہیں کرنا چاہیے نہ حق خون نہیں بہاناچاہیے بے گناہ انسانوں کی جان ومال کو نقصان نہیں پہنچاناچاہیے کوئی ایسااقدام نہیں کرنا چاہیے جوناجائز ہواور تشدد کے زمرے میں آتاہوں جہاں تک ظالم کے ہاتھ کوروکنااور دہشتگردی کا مقابلہ کرنے کا تعلق ہے تو سلامتی کا یہ دین اس بات کی اجازت دیتاہے کہ ظالم کاہاتھ روک دیاجائے اور دہشتگردی کا مقابلہ کیاجائے اس سے کانام جہاد ہے۔

ایسے ظالموں اور فسادیوں کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے ان کے مقابلے میں شہادت حاصل کرناجہاد کی روح کے عین مطابق ہے قرآن نے ایسے حالات میں تال کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

{اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم}الحج29

اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ جاری ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناان کی مدد پر قادر ہے

۔

جیسا کہ اس آیت کا سیاق وسباق دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے یہ قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں پہلی آیت ہے اس میں مقابلے کی اجازت دی گئی ہے یہ اجازت ذالحجہ ایک ہجری میں دی گئی اس کے بعد جنگ بدر سے کچھ پہلے رجب یا شعبان دو ہجری میں مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا:

ارشاد ربانی ہے:

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اس لئے کہ اگرچہ قتل برا ہیں مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے اور مسجد حرام کے نزدیک جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم بھی نہ لڑو مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں تو تم بھی بے تکلف نہ مارو کیسے کافروں کی یہی سزا ہے پھر وہ اگر باز آجائیں تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

سورہ البقرہ آیت 190-194

☆☆☆☆☆

قرآت خلف الامام کا صحیح عقیدہ

(بینش حسیب، بی ایس، سمسٹر ہفتم)

کُتبِ ستہ کی یہ واضح حدیث ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب **"ولا الضالین"** کہے تو تم آمین کہو۔ اِس حدیث کے تحت فاتحہ خلفُ الامام (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے) کے مسئلے میں اہلحدیث اور احناف (دونوں) میں سے احناف کی دلیل ہی زیادہ مضبوط معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ہی غلط ہیں کیونکہ اِس مسئلے میں سَلفی یعنی اہلحدیث ایک ایکسٹریم (یعنی شدید) رویّے کی طرف ہیں اور احناف دوسری ایکسٹریم کی طرف ہیں۔

- **حنفی کی ایکسٹریم**

آپ حنفیوں کی ایکسٹریم کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اِن کی تمام معتبر کتابوں ردالمحتار، دُرِ مختار، فتاویٰ عالمگیری اور بہارِ شریعت میں لکھا ہے کہ: ("اگر امام مسافر ہو تو وہ ظہر کی دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر دے اور مقتدی مقیم ہو تو وہ سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو جائیں اور آخری دو رکعات میں کچھ بھی نہیں پڑھیں گے بلکہ اُتنی دیر خاموش رہیں گے جتنی دیر سورۃ الفاتحہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔۔۔")

- **اہلحدیث کی ایکسٹریم**

یہ ہمارے حنفی بھائیوں کی ایکسٹریم تھی۔۔۔اب ماشاءاللہ ہمارے اہلحدیث بھائیوں کی ایکسٹریم کی طرف آتے ہیں!! اہلحدیثوں نے تو سورۃ الفاتحہ دبا کر رکھی ہوئی ہے، چاہے امام سَکتے کرے یا نہ کرے، قرأت کرے یا نہ کرے اہلحدیثوں نے فاتحہ پڑھنی ہی پڑھنی ہے۔۔!!

کیونکہ بخاری کی حدیث ہے کہ

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اُس کی نماز نہیں ہوئی۔

یعنی سورۃالفاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ تو ان کو کہنا چاہیے کہ اللہ کے بندو قرآن میں سورۃالاعراف کی آیت نمبر 204ہے کہ

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ جب یہ آیت پیش کی جاتی ہے تو اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ آیت تو کافروں کے لئے اُتاری گئی تھی کیونکہ کافر شور کرنے کا کہتے تھے۔ اِسی لیے یہ کافروں کو کہا گیا تھا۔ اور حوالہ دیتے ہیں کہ :

اور جن لوگوں نے کُفر کیّا اُنہوں نے کہا کہ اِس قرآن کو نہ سنو اور اِس میں شور کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ۔

کیا نماز میں فاتحہ بھی کافروں نے ہی پڑھنی ہے ؟؟؟ پھر تو قرآن کافروں کو ہی دے دینا چاہیئے ۔۔۔ او میرے بھائی ! قرآن کی آیات تو آفاقی ہیں۔ جسے فٹ ءُاسے گفٹیہ تو بالکل وہی بات ہے کہ جب ہم صُوفیوں کے ماننے والوں اور گُمراہ عقائد کے لوگوں کو قرآن سے توحید بتاتے ہیں تو وہ حیلے بہانے بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آیات تو کافروں کے لیے ہیں، یہ آیات تو مشرِکینِ عرب کے بارے میں ہیں، یہ تو بُتوں کے بارے میں ہیں ۔۔۔ اور ویسے بھی امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے لئے ہی ہے اور اسپر اجماع ہے۔ مجموع فتاوی ابن تیمیہ، جلد 22، صفحہ 29___

یہ حنفیوں اور سَلفیوں (یعنی اہلحدیثوں) کی دو طرح کی ایکسٹریمز تھیں ! ! اور ہمارے نزدیک (کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں) یہ دونوں ایکسٹریمز ہی غلط ہیں ! انتہائی جعلی قسم کے مسائل بنائے ہوئے ہیں، حالانکہ محدثین نے اِس آیت کو باب بنایا ہے اور اِسی حوالے سے حدیث لکھ کر یہ عقیدہ واضح کیا ہے کہ جب امام جہری قرأت کرے (یعنی اونچی آواز سے قرات کر رہا ہو) تو خاموشی سے سننا ہے جس کا حوالہ سنن نسائی میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے فارغ وئے اور جس میں آپ نے بلند آواز سے قراءت کی تھی تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی کچھ پڑھا ہے؟“ ایک آدمی نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”میں بھی کہتا تھا، کیا وجہ ہے کہ مجھے قرآن مجید پڑھنے میں دقت ہورہی ہے؟“ اس (امام زہری) نے کہا: تو جب انھوں نے آپ کی یہ بات سنی اس کے بعد وہ اس نماز میں قراءت کرنے سے رک گئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قراءت کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆

پاکستان میں دور جدید کے محدثین

(بینش حسیب،بی ایس، سیمسٹر ہفتم)

(نائلہ سرور۔بی ایس، سمسٹر ہفتم)

دور جدید کے چند محدّثین کا تعارف درج زیل ہے:

- **ڈاکٹر خالد علوی**

ڈاکٹر خالد علوی 1940ء میں پیدا ہوئے، جامعہ نعمانیہ لاہور سے درس نظامی کی تکمیل کی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی، اسلامیات اور سیاسیات میں ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ایڈنبرگ یونیورسٹی، سکاٹ لینڈ سے عربی اور اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کیا۔ بیس سال تک تدریسی خدمات سر انجام دینے کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زید اسلامک سنٹر کے ڈائرکٹر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔اس کے بعد اب تک وہ دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈائرکٹر جنرل کی حیثیت سے علمی اور دعوتی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ متعدد مقالات کے علاوہ بیس کے قریب کتابیں بھی لکھ چکے ہیں۔ان میں ایک کا تعلق اصول حدّیث ہے جو درج ذیل ہے۔

اصول الحدّیث، مصطلحات وعلوم (اردو)

اردو زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب اصول حدّیث میں انتہائی جامع اور ضخیم کتاب ہے جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی خود مؤلف نے پیش لفظ میں لکھاہے اردو زبان میں کوئی مفصل اور مستقل تصنیف ہے جدید انداز تحقیق کے مطابق مرتب کیا گیا میری نظر سے نہیں گزری۔ چنانچہ انہوں نے خود قلم اٹھایا اور جدید انداز تحقیق کے مطابق یہ

کتاب مرتب کر دی کتاب کے شروع میں علم اصول حدیث اور اس کے ارتقاء کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر اقسام خبر بلحاظ سند بیان ہوئی ہیں اس کے بعد حدیث مقبول مع اقسام اور حدیث ضعیف مع اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ طعن راوی کے اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ روایت بالمعنی کا جائزہ لیا گیا ہے اور غریب الحدیث وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ مختصر یہ کہ کتاب اصول الحدیث کے موضوع کو اپنے اندر پوری طرح سمیٹے ہوئے یہ کتاب درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

1. اس میں کوشش کی گئی ہے کہ بنیادی ماخذ کو سامنے رکھ کر ہر موضوع پر مفصل معلومات یکجا کر دی گئیں ہیں تا کہ قاری کے سامنے پورا نقشہ آجائے۔

2. اس امر کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ماخذ کی اصل عبارات درج کی جائیں تا کہ قاری کو بحث کی تہہ تک پہنچنے میں مدد مل سکے۔

3. کتاب جہاں حدیث کے طلبہ کے لئے افادہ کا باعث ہے وہاں عام قاری بھی اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب کا پہلا حصہ ہے جو مصطلحات وعلوم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

- **زبیر علی زئی**

معروف عالم دین اور صاحب تحقیق اہل قلم ہیں بڑے صاحب ذوق اور ذی علم ہیں حدیث اور اسماء الرجال پر ان کا مطالعہ وسیع ہے مسائل کی تحقیق میں بڑا عمدہ ذوق رکھتے ہیں حدیث کے متعلق ان کی جو کتابیں اس وقت تک مرتب ہوئی ہیں ان پر تحقیق و تخریج اور تعلیق ان کے صاحب علم ہونے کا ثبوت ہے، آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں۔

1۔ جز علی بن محمد الحمیری

2۔ مسند الامام الحميدي

3۔ حواشی سنن أبی دائود

4۔ الجهاد لابن تيمية

5۔ جز مسائل لابن ابی شیبہ

6۔ الأربعين لابن تيمية

7۔ تخريج احاديث السيرة النبويہ ابن هشام

8۔ تخريج وتعليق مشكوة المصابيح[11]

- **ڈاکٹر فرحت ہاشمی**

فرحت ہاشمی سرگودھا پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی زبان میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی اور اس کے بعد اپنی ڈاکٹریٹ کی سند گلاسگو یونیورسٹی اسکاٹ لینڈ سے لی۔ فرحت ہاشمی اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد کے اصول الدین شعبہ میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر لیکچرز دیتی رہیں۔ سن 1994ء میں انہوں نے الہدیٰ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر میں خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کی جائے۔ اب بھی کی مصروفیت بنیادی طور پر اسی ادارے سے زیادہ منسلک ہے۔

- **ڈاکٹر محمد سعد صدیقی**

---

[1] عبدالرشید عراقی، برصغیر پاک وہند میں علم حدّیث، محدّث روپڑی اکیڈمی، لاہور، 2007ء، ص:98

سعد صدیقی 1961ء میں ٹنڈوالہ یار میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا مولانا ادریس کاندھلوی صاحب ہیں، جو بلند پایہ مفسر اور محدّث ہیں۔جن کا اوپر تفصیلی تعارف گزر چکا ہے۔سعد صدیقی صاحب نے بھی اپنے دادا سے میراث میں حدّیثی علوم کا فن سیکھا۔آپ نے کئی سندوں سے لوگوں کو اجازت حدّیث دی ہے۔آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ 1987ء میں دکتور محمود دخان کی کتاب تیسرا لمصطلح الحدّیث کا سب سے پہلے اردو ترجمہ کیا۔یہ اپنی نوعیت کی بہترین کتاب ہے۔اس کے علاوہ آپ پنجاب یونیورسٹی کے ڈائریکٹر بھی ہیں۔اور وہاں کے طلبہ کو علوم الحدّیث پڑھاتے ہیں۔ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب نے برصغیر کی حدّیثی تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے علوم الحدّیث کے تمام موضوعات کو بیان کیا ہے۔نیز حدّیث کی حجیت بھی ثابت کی ہے۔اس کتاب کا نام علم حدّیث اور پاکستان میں اس کی خدمت ہے، جو 1988ء میں شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری لاہور سے شائع ہوئی۔ذیل میں اس کتاب کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

علم حدیث اور پاکستان میں اسکی خدمت (اردو)

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دین اسلام کی اساس و بنیاد ہے۔اور سنت رسول ﷺ ہی قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔اس بناء پر امت کے لیے حدّیث رسول ﷺ ہی معیار ہدایت اور ذخیرہ سعادت اور باعث نجات و فلاح ہے۔قرون اولیٰ سے آج تک حدّیث کے موضوع پر مختلف حیثیتوں سے اہل علم کتابیں اور مقالے مرتب کر رہے ہیں اور ان میں بعض تصانیف اپنے معیار تحقیق کے لحاظ سے ایسی عظمت و برتری اور قبولیت کی حامل ہوئیں کہ تاریخ ان پر ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔زیرِ تبصرہ کتاب بھی انہی کتب میں سے ایک ہے۔اس کا اسلوب نہایت ہی اعلیٰ اور معیار تحقیق کا بہترین پیکر ہے۔اور مستند حوالوں کے ساتھ کتاب کو مرتب کیا گیا ہے اور حدّیث کی حجیت و تدوین اور برصغیر میں علماء اسلام نے جو خدمات انجام دیں تاریخی نوعیت سے اس کو بھی دلائل و حقائق کے ساتھ مرتب کیا ہے اور اس میں چھ ابواب قائم کیے گئے ہیں' پہلے میں علم حدّیث سے متعلق اس کے مرادی معنی اور

اصطلاحی معنی بیان کیے گئے ہیں' دوسرا باب عظمت حدیّث اور حجیت حدیّث کے حوالے سے' تیسرا باب علوم احادیث کی تفصیلات واقسام کی تعریفات پر' چوتھا باب علم حدیّث کا ارتقاء اور تدوین حدیّث پر' پانچواں باب برصغیر میں علوم اسلامیہ اور خصوصاً علم حدیّث کی خدمات پر اور آخری باب میں ان شخصیات کا تذکرہ ہے جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد حدیّث کے میدان میں خدمات انجام دیں۔ یہ کتاب " علم حدیّث اور پاکستان میں اس کی خدمت " ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب □ کی مرتب کردہ ہے۔ آپ تصنیف وتالیف کا عمدہ شوق رکھتے ہیں' اس کتاب کے علاوہ آپ کی اور کتب بھی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف وجملہ معاونین ومساعدین کو اجر جزیل سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔

- **علامہ غلام رسول سعیدی**

علامہ غلام رسول سعیدی 14 نومبر 1937ء میں دہلی کے شریف گھرانے میں پیدا ہوئے۔ 1958ء میں علماء دین کی متضاد تقریروں اور قرآن مجید کے مختلف تراجم سے آپ کے ذہن میں الجھن پیدا ہوئی۔ اور آپ نے حق کی تلاش شروع کردی. 1994ء میں آپ نے شرح صحیح مسلم مکمل کرلی۔ نیز آپ نے نعمت الباری 2006ء سے 2014ء کے عرصے میں مکمل کی۔ جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیّث علامہ غلام رسول سعیدی 79 برس کی عمر میں مورخہ 2016ء میں انتقال کرگئے، علامہ سعیدی کی تدفین جامع مسجد اقصیٰ کے احاطے میں کی گئی۔

مقدمہ شرح صحیح مسلم (اردو)

کتاب شرح صحیح مسلم (غلام رسول سعیدی) میں آپ نے کائنات کی دوسری سب سے افضل کتاب صحیح مسلم کی ایسی جامع شرح کی ہے، جو آپ سے پہلے امام نووی کے بعد اس پوری مدت میں کسی دوسرے کی نظر نہیں آتی۔ اردو زبان میں بلاشبہ اس شرح کا بہت اعلی مقام ہے۔ یہ واحدّوہ شرح ہے جو اردو ہوتے ہوئے عربی کا مکمل لطف بھی دیتی ہے اور

مواد بھی۔ انداز بیان علمی اور تحقیقی ہے اور بلاشبہ آپ نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کی یہ شرح سات جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر ہر جلد ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی اپنی کتاب شرح صحیح مسلم کے مقدمے میں کی علوم حدّیث کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ جو اس فن کا بہترین ماخذ اور خزانہ ہے۔ آپ اپنے مقدمے میں سب سے پہلے ضرورت اور حجیت حدّیث کو بیان کرتے ہیں، اور اس کے بعد تدوین کے مختلف مراحل کا ذکر کرتے ہیں، اہم کتب اہل سنت والجماعت کی فنی اور شرعی حیثیت بیان کرتے ہیں۔ اور صحیحین کا انہوں نے بہترین تقابل پیش کیا ہے۔ ائمہ صحاح ستہ کو ایک خاص اہمیت دیتے ہوئے ان کی شرائط کو بھی بیان کیا ہے، نیز صحیح حدّیث کی شرائط کا بھی بیان کیا ہے اور اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ حدّیث کی اقسام یعنی متواتر، ضعیف، حسن، مشہور، عزیز اور غریب احادیث کی تعریفات اور ذیلی اقسام بیان کی ہیں۔ نیز احادیث کو قبول کرنے کا کیا معیار ہوگا یہ بھی بیان کیا ہے جو کہ علوم حدّیث کے لیے سنگ مرمر کی حیثیت رکھتا ہے۔ حدّیث موضوع یعنی گھڑی ہوئی حدّیثوں کی شرعی حیثیت بھی بیان کی ہے۔ جرح اور تعدیل، کتب احادیث کے لیے اصطلاحات ، روایت و درایت کے اصول، معنن روایت اور مونن میں فرق بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ راویوں کی صفات پر بھی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہ تمام مذکورہ مباحث طلباء حدّیث کے لئے اہم ہیں۔

مقدمہ نعمۃ الباری (اردو)

علامہ غلام رسول سعیدی کی کتاب نعمۃ الباری جو صحیح بخاری کی شرح ہے اس کی بھی تقریبا 14 جلدیں طبع ہو چکی ہیں ، یہ شرح بھی اردو میں بخاری شریف کی بے مثال شرح ہے، اس میں چاروں فقہی مذاہب، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو بیان کیا گیا ہے، شرح کی عبارت آسان ہے، جس کی وجہ سے یہ عوام و خواص میں مقبول ہے۔ غلام رسول سعیدی نے نعمۃ الباری میں سند اور متن کی بھرپور تحقیق کی ہے۔ حدّیث کی سند کے متعلق اکابر علماء اہلسنت والجماعت کی رائے سے استدلال کیا ہے۔ اور اس پر بھی بھرپور تحقیق کی ہے کہ یہ حدّیث ضعیف تو نہیں، اور اگر ضعیف ہے تو کس درجے کی

ضعیف ہے۔ آپ نے حدیث مقبول کو قوت سند کے اعتبار سے چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ اور آپ اس میں حسن لغیرہ کو شامل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ خبر واحد اور متواتر پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ نیز درایت اور روایت کے اصول بھی بیان کیے ہیں، یہ تمام وہ باتیں ہیں جو علوم الحدیث کو تقویت پہنچاتی ہیں۔

- **ڈاکٹر محمود احمد غازی**

ڈاکٹر محمود احمد غازی ایک نامور اسلامی اسکالر تھے۔ دور جدید کے مسائل پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ وہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر رہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی 18 ستمبر 1950ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کراچی ہی میں حاصل کی۔ کراچی کے بڑے تعلیمی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی کچھ عرصے زیر تعلیم رہے۔ 60 کی دہائی کے آخر میں آپ کے والد حافظ محمد احمد صاحب اسلام آباد منتقل ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب بھی وہیں چلے گئے۔ آپ کی مزید تعلیم اسلام آباد اور پنڈی میں ہی مکمل ہوئی، 1972ء میں جامعہ پنجاب سے ماسٹر کیا، اور پھر اسی یونیورسٹی سے آپ نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ آپ وفاقی وزیر مذہبی امور۔ صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ،اسلام آباد۔ ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ جج شریعت اپیلٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان۔ خطیب شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ رکن اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ اہم ترین مناصب پر فائز رہے۔ ڈاکٹر صاحب اردو، عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی سمیت سات زبانوں کے ماہر تھے اور ان زبانوں میں تحریر اور گفت گو دونوں کا مکمل ملکہ رکھتے تھے، ڈاکٹر محمود احمد غازی کا 26 ستمبر 2010ء کو انتقال ہوا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کی 32 تصانیف ہیں۔ جن میں سے اکیس اردو زبان میں جبکہ باقی گیارہ انگریزی اور عربی زبان میں ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کتابیں محاضرات کی شکل میں ہے۔ بہر حال ڈاکٹر محمود احمد غازی کے محاضرات دور حاضر میں اسلامی دانش کا ایک بلند پایہ اظہار ہیں اور انھیں اردو

زبان کے اعلیٰ اسلامی لٹریچر میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ البتہ ان تمام کتب میں علوم حدیث کے متعلق صرف ایک کتاب ہے اور وہ ہے محاضرات حدیث۔

محاضرات حدیث (اردو)

خدمتِ حدیث وسنت ایک عظیم الشان اور بابرکت کام ہے۔ جس میں ہر مسلمان کو کسی نہ کسی سطح پر ضرور حصہ ڈالنا چاہیے، تاکہ اس کا شمار کل قیامت کے دن خدامِ سنت نبوی میں سے ہو۔ اور یہ ایک ایسا اعزاز ہے کہ جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔ احادیثِ رسول ﷺ کو محفوظ کرنے کے لیے کئی پہلوؤں اور اعتبارات سے اہل علم نے خدمات انجام دی ہیں۔ تدوینِ حدیث کا آغاز عہد نبوی سے ہوا اور صحابہ وتابعین کے دور میں پروان چڑھا۔ ائمہ محدثین کے دور میں خوب پھلا پھولا۔ مختلف ائمہ محدثین نے احادیث کے کئی مجموعے مرتب کئے۔ محدثین کرام نے احادیث کی جمع وتدوین تک ہی اپنی مساعی کو محدود نہیں رکھا، بلکہ فنی حیثیت سے ان کی جانچ پڑتال بھی کی، اور اس کے اصول بھی مرتب فرمائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے کتب حدیث کو بھی مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا اور اس کی خاص اصطلاحات مقرر کر دیں۔ زیر تبصرہ کتاب "محاضرات حدیث" محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب □ کی تصنیف ہے۔ جو در حقیقت ان کے ان دروس اور لیکچرز پر مشتمل ہے جو انہوں نے راولپنڈی اور اسلام آباد میں الہدی اسلامک سنٹر کے ذریعے عوام کے سامنے پیش کئے۔

- **مفتی محمد تقی عثمانی**

مفتی محمد تقی احمد عثمانی تحریک پاکستان کے کارکن مفتی محمد شفیع عثمانی کے سب سے چھوٹے فرزند اور مفتی رفیع عثمانی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی پیدائش 27 اکتوبر 1943ء کو ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے مشہور

قصبہ دیوبند میں ہوئی۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مرکزی جامع مسجد تھانوی جیکب لائن کراچی میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب کے قائم کردہ مدرسۂ اشرفیہ میں حاصل کی اور پھر آپ نے اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں دارالعلوم کراچی سے درس نظامی کی تعلیم مکمل کی جس کے بعد 1961ء میں اسی ادارے سے ہی فقہ میں تخصص کیا۔ بعدازاں جامعہ پنجاب میں عربی ادب میں ماسٹرز اور جامعہ کراچی سے وکالت کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ آپ نے اپنے وقت کے تقریباً تمام جید علما سے حدّیث کی اجازت حاصل کی۔ ان علما میں خود ان کے والد مفتی محمد شفیع عثمانی کے علاوہ مولانا ادریس کاندھلوی اور محمد زکریا کاندھلوی شامل ہیں۔ علوم الحدّیث میں آپ کی ایک کتاب زیادہ مشہور ہے جو کہ اردو زبان میں لکھی گئی ہے جس کا نام حجیت حدّیث ہے۔ اس کا مکمل تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

1۔ حجیت حدّیث (اردو)

مفتی تقی عثمانی کی کتاب حجیت حدّیث جو ادارہ اسلامیات لاہور سے 1991ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔ یہ کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں سنت کو اسلامی قانون کا دوسرا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں وحی کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ تیسرے باب میں دور رسالت اور حجیت حدّیث کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں سنت کا درجہ استناد بیان کیا گیا ہے نیز حدّیث کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالی گئی ہے ہے اور اس کی مختصر تاریخ بھی بیان کی گئی ہیں۔ پانچویں باب میں مکمل تاریخ تدوین حدّیث بیان کی گئی ہیں نیز چند مسودوں کا تعارف بھی کروایا گیا ہے۔ اور چھٹے باب میں علوم الحدّیث کے اہم فن جرح وتعدیل پر بحث کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے انعام الباری اور درس ترمذی بھی لکھی جن کے مقدمات علوم الحدّیث کا پیش خیمہ ہیں۔ ان کا مکمل تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

2۔ مقدمہ انعام الباری (اردو)

مفتی تقی عثمانی نے اپنی شرح انوار الباری فی دروس البخاری میں اسنادِ حدیث کے اہتمام کرنے اور طلبہ حدیث کے لیے علم حاصل کرنے کے ضوابط بتائیں ہیں نیز حدیث پڑھنے کا اصل مقصد مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

3۔ مقدمہ درس ترمذی (اردو)

مفتی تقی عثمانی نے اپنی شرح ترمذی درس ترمذی کے مقدمے میں علوم الحدیث کا سمندر جمع کیا ہے۔ آپ نے حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معانی مع وجہ تسمیہ اور مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد علم الحدیث کی تعریف اور اس کے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ نیز اس کی شرف اور فضیلت پر بھی روشنی ڈالی ہیں۔ حدیث قرآن کے بعد حجت ہے اس بات کو واضح کیا ہے۔ نیز منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کا بخوبی اچھے طریقے سے جواب دیا ہے۔ اس کے بعد تدوین حدیث پر روشنی ڈالی ہے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی اس میں خدمات کو بھی بیان کیا ہے ب نیز حفظ روایت کو بھی بیان کیا ہے۔ اہم حدیثی کتب جو صحاح ستہ میں شامل نہیں ہیں ان کا تفصیل سے تعارف قلمبند کیا ہے۔ طبقات رواۃ اور اقسام تحمل حدیث کو مدلل دلائل کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اور احادیث کی تصحیح اور تصنیف کے اصول و قواعد بھی بتائے۔ یہ اٹھ قوائد بہت اہم ہیں۔ اس کے بعد تقلید پر بحث کی ہے آپ چونکہ حنفی ہیں تو امام ابو حنیفہ کی علم حدیث میں خدمات کو بھی نقل کیا ہے۔ اور آخر میں صحاح ستہ کا تعارف اور ان کی اغراض اور شرائط بیان کی ہیں۔ جو علم حدیث کے طلبہ کے لئے بہت اہم ہیں۔

اس کے علاوہ آپ نے ایک علوم الحدیث پر ایک مقالہ بھی تحریر کیا ہے جو مقالات العثمانی میں شامل ہے، اس کا نام مذکرۃ في مبادئ علم الحدیث اور اس کا مکمل تعارف زیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

4۔ مذکرۃ في مبادئ علم الحدیث (عربی): مفتی تقی عثمانی نے اپنے اس مقالے میں بسم اللہ کے بعد حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے ہیں۔ اور اس کے بعد علم روایۃ الحدیث اور علم درایۃ الحدیث کے بارے میں بتایا ہے۔ نیز اس

کے موضوع کے متعلق بھی مختصر بحث کی ہے۔اس کے بعد تدوین حدیؔث کے مختلف ادوار کا ذکر کیا ہے۔اور ان ادوار میں لکھی ہوئی اہم کتب کا تعارف بیان کیا ہے۔اس کے بعد حدیؔث کی مختلف کتب کی اقسام پر ایسی روشنی ڈالی کے پڑھنے والوں کو شش و پنج میں ڈال دیا۔اس کے بعد طبقات رواۃ کو مختصرا بیان کیا ہے۔اور آخر میں امام ابو حنیفہ کی خدمات بھی قلم بند کی ہیں۔جو کہ حنفی قارئین کے لیے پڑھنے میں زیادہ پسند دیدہ ہے۔

یہ تو تھا چیدہ چیدہ محدؔثین کا تعارف اس کے علاوہ بھی کئی محدؔثین اس خطے میں آئے لیکن لیکن وقت کی کمی کے باعث اس آرٹیکل میں ذکر نہ کر سکے ان میں ڈاکٹر حمید اللہ، امین احسن اصلاحی، ڈاکٹر طاہر القادری اور دیگر محدؔثین شامل ہیں۔

☆☆☆☆☆

ماہ صفر اور آج کا مسلمان

(محمد طلحہ، بی ایس، سمسٹر ہشتم)

قبل از اسلام اہل جاہلیت ماہ صفر کو منحوس خیال کرتے اور اس میں سفر کرنے کو برا سمجھتے تھے، اسی طرح دور جاہلیت میں ماہ محرم میں جنگ و قتال کو حرام خیال کیا جاتا تھا۔ اور یہ حرمت قتال ماہ صفر تک برقرار رہتی، لیکن جب صفر کا مہینہ شروع ہو جاتا، جنگ و جدال دوبارہ شروع ہو جاتے۔ لہذا یہ مہینہ منحوس سمجھا جاتا تھا۔ عرب کے لوگ ماہ صفر کے بارے عجیب عجیب خیالات رکھتے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ اس عقیدہ میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کے اس پڑھے لکھے معاشرے میں بھی عوام الناس ماہ صفر کے بارے جہالت اور دین سے دوری کے سبب ایسے ایسے توہمات کا شکار ہیں جن کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہ اسی قدیم جاہلیت و جہالت کا نتیجہ ہے کہ متعدد صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی عوام الناس میں وہی زمانہ جاہلیت جیسی خرافات موجود ہیں۔

ماہ صفر اور اس کی بدعات

- اس ماہ میں مصائب و آلام کی ہوائیں پوری تیزی کے ساتھ چلنے لگتی ہیں اور غم و تکلیف کے دریا تندی و روانی کے ساتھ بہنے لگتے ہیں یعنی سال میں دس لاکھ 80 ہزار بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں ان میں سے صرف ایک مہینہ (صفر) میں 9 لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔
- بعض بد عقیدہ مسلم خواتین اس مہینے کو (طیرۃ طیری) یا (تیرۃ تیری) کے نام سے موسوم کرتی ہیں چنانچہ وہ اس مہینے کو منحوس خیال کرتی ہوئی چنے ابال کر اس مہینہ میں صدقہ کرتی ہیں تاکہ اس نحوست سے محفوظ رہیں۔

- بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں سے خالی رہتا ہے اسی لئے اس سے نحوست پکڑتے ہیں۔
- بعض لوگ جب سفر کی پچیس تاریخ کو اپنے کسی کام سے فارغ ہوتے ہیں تو اس کی تاریخ لکھتے ہوئے کہتے ہیں خیر کے مہینہ 25 تاریخ کو یہ کام ختم ہوا، (یہ بدعت کا علاج بدعت کے ذریعے ہے، یہ مہینہ نہ تو خیر کا ہے اور نہ ہی شر کا)۔
- بعض لوگوں کے ہاں نئے شادی شدہ جوڑوں کو اس ماہ کے ابتدائی تیرہ دنوں میں ایک دوسرے سے الگ رکھا جاتا ہے، انہیں ایک دوسرے کی صورت تک نہیں دیکھنے دی جاتی ہے، حتی کہ عام شوہر اور بیوی کو بھی تین دن تک ایک دوسرے سے الگ رکھا جاتا ہے، تاکہ وہ نحوست کا شکار نہ ہو جائیں۔
- بعض مسلمان ماہ محرم میں اور صفر میں اس بناپر شادی اور کوئی خوشی کا کام نہیں کرتے کہ محرم میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ شہید کئے گئے اور صفر میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہوا۔

← ماہ صفر کی بدعات میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ اس ماہ کے آخر میں نماز مغرب وعشاء کے درمیان مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ایسے کاتب کے پاس حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں جو انہیں کاغذ پر انبیاء علیہم السلام کے اوپر سلام والی دیتا ہے وہ آیات یہ ہیں :

1. سلام قولا من رب الرحیمؕ (یس:58)
2. سلام علی نوح فی العالمینؕ(اصافات:79)
3. سلام علی ابراہیمؕ(الصافات:109)
4. سلام علیکم طبتم فادخلوها خالدینؕ(الزمر:73)
5. سلام ھی حتی مطلع الفجرؕ(القدر:5)

اس کے بعد یہ اسے پانی کے برتن میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اسے اس اعتقاد کے ساتھ پیتے ہیں کہ اس سے ان کی تمام مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں، اسی طرح وہ اس پانی کو ایک دوسرے کو ہدیہ کے طور پر بھی بھیجتے ہیں۔

- اس مہینے میں مٹی کے برتن ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔

- ماہ صفر کے آخری بدھ یعنی چار شنبہ کو جلوس نکالنا اور بڑی بڑی محفلیں منعقد کر کے خاص قسم کے کھانے اور حلوے تقسیم کرنا اور چُوری کی رسم ادا کرنا۔

اسی بات کو واضح کرتے ہوئے علامہ رشید احمد گنگوہی حنفی رقم طراز ہیں:

"آخری چار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض واقع ہوئی تھی یہودیوں نے خوشی منائی تھی، وہ اب جاہل ہندوؤں میں رائج ہو گئی ہے"۔(تالیفات رشیدیہ:154)

احمد رضا خان چار شنبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

آخری چار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔(احکام شریعت:189/2)

- صفر المظفر اور تیرہ تیزی: مغربی دنیا تیرا(13) کے عدد کو منحوس سمجھتی ہے یہی فاسد خیالات مسلم قوم میں در آئے ہیں، اس لیے صفر کی خصوصا ابتدائی تیرہ تاریخ کو منحوس گمان کیا جاتا ہے ان ابتدائی تیرہ دنوں کو تیرہ تیزہ کا نام دیا جاتا ہے، ان کی نحوست کو زائل کرنے کے لیے مختلف عملیات کیے جاتے ہیں حالانکہ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں دین اسلام کے سنہری اوراق ایسے توہمات سے پاک ہیں اور ان دنوں میں سے کسی کو منحوس سمجھ کر شادی سے رک جانے کی

اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ان تیرہ دنوں میں کثرت سے بلاؤں، آفتوں اور مصائب کا نزول ہوتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"صفر کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور اس مہینے کو نامبارک جانتے ہیں اور بعض جگہ تیرہویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے، یہ سارے اعتقاد شرع کے خلاف اور نہ ہیں، توبہ کرو"۔(بہشتی زیور، چھٹا حصہ:59)

علامہ وحید الزمان رقمطراز ہیں:

"افسوس کے اب تک ہندوستان کے مسلمان ایسے واہی خیالات میں مبتلا ہیں کسی تاریخ کو منحوس کہتے ہیں، کسی دن کو نا مبارک جانتے ہیں تیرہ تیزی کے صدقے نحوست کو دفع کرنے کے لئے نکالتے ہیں اسلام میں ان باتوں کی کوئی اصل نہیں، سب دن اللہ کے ہیں اور جو اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے، نجومی اور پنڈت سب جھوٹے ہیں"۔(لغات الحدیث:605/2)

اگر یہ مہینہ واقعی منحوس ہے تو:

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کیوں فرمایا؟
- غزوہ بئر معونہ نہ ہوتا اور اس میں مسلمانوں کو فتح نصیب نہ ہوتی!
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسامہ کی روانگی کا حکم نہ دیتے!
- 23 مارچ کو پاکستان کی قرارداد منظور نہ ہوتی اور پاکستان معرض وجود میں نہ آتا!

- ❖ پاکستان کا ایٹمی دھماکہ نہ ہوتا اور پاکستان ایٹمی ممالک کی لسٹ میں شامل نہ ہوتا!
- ❖ کیونکہ یہ سارے کام ماہ صفر میں ہوئے تھے۔

☆☆☆☆☆

پاکستان کے نظامِ تعلیم کی خرابیاں اور چند تجاویزات

(نمرہ نصیر ایم اے سمیسٹر چہارم)

- کسی بھی قوم کی ترقی اور پستی میں ان کے علمی و عقلی نظریات گہرا اثر رکھتے ہیں۔امت مسلمہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر فرض ہے کہ ہم شریعتِ اسلامیہ کے مطابق زندگی گزاریں اور اسی کے لاگو کردہ اصول نافذ کریں۔ پاکستان بھی مسلمان ممالک میں شامل ہے لہذا فرض ہے کہ اس میں تعلیم کا نظام اور اس کا مواد تمام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ترتیب دیا جائے۔ لیکن افسوس ایسا نہیں ہے اس میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر کروں گی اور چند سفارشات و تجاویزات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گی۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ میرے قلم میں برکت دے اور میری تحریر اگر کوئی صاحبِ اقتدار شخص پڑھ رہا ہے اور وہ اس نظام کو درست کرنے کی کسی بھی حد تک کوشش کر سکتا ہے تو اس سے دلی التجا و درخواست ہے کہ وہ اپنے حصے کا دیا جلا جائے۔ اللہ کریم ہمارے اس پیارے ملک پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرے کوئی ایسا مسیحا بھیجے جو یہاں سے مغربی کلچر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے جس نے اسلام کے خلاف مسلمانوں کو دن رات ایذا دینے والے ہاتھ بڑھا رکھے ہیں۔
- میری دلی آرزو ہے کہ پاکستان میں کوئی ایسی تحریک اٹھے جو یہاں اسلامی نظام نافذ کرے۔ شادی بیاہ میں غیر اسلامی رسوم و رواج ختم کرے اس کے خلاف سخت اقدامات کرے، معاشرتی سطح پر رہنے سہنے کے طریقوں میں مغربی تہذیب کے آثرات ختم کرے، غیر اسلامی لباس پر مکمل پابندی لگا دے غرض ملک میں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ہو اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو مناسب سزائیں دی جائیں۔ یہ تحریک سوشل میڈیا کو اپنا پلیٹ فارم بنا سکتی ہے کیونکہ یہ ہر عام و خاص تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ مذہبی تفرقات سے بالاتر ہو کر

کام کرے۔ معاشی و معاشرتی احکام میں تمام علماء متفق ہیں اس لیے اختلافی مسائل کو موضوع نہ بنایا جائے بلکہ متفقہ مسائل عوام الناس تک پہنچائے جائیں۔

- ایسے مسلمان جو تحریک نہیں بنا سکتے نہ اس کا حصہ بن سکتے ہیں ان سے عرض ہے کہ وہ خود کو بدلیں کم از کم معاشرے میں ایک شخص تو بدل جائے گا ناں۔ آپ مغربی تہذیب کا بالکل بائیکاٹ کریں۔ سنت رسول ﷺ کو زندہ کریں۔ ہندوؤں کی رسومات، یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں کی مخالفت کریں اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائیں۔

اپنے موضوع کی طرف بڑھتے ہیں۔

- لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے ایک جیسا نصاب ہے اور دورانیہ بھی اتنا ہی ہے۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ اکثر لڑکیوں کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی اور ان کی شادی کی عمر ہو جاتی ہے اور وہ کسی منزل پر پہنچے بغیر ہی تعلیم کو چھوڑ نے پر مجبور ہو جاتی ہیں کیونکہ ہر جگہ سسرال میں پڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لہذا لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے مختلف دورانیے کی تعلیم ہونی چاہیئے جس میں لڑکی بلوغت کی عمر کے وقت تک یا چند ایک سال بعد تک اس کی پڑھائی مکمل ہو جانی چاہیئے تاکہ وہ کسی منزل پر پہنچ سکے۔
- لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم کا نصاب ایک جیسا ہے جس میں لڑکیوں کو ایسے مضامین پڑھائے جاتے ہیں جس کا ان کی زندگی کے دائرہ کار سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ ایسے مضامین پڑھانے کا فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ لہذا لڑکیوں کے لیے نصاب ان کی زندگی کے دائرہ کار کے مطابق اور لڑکوں کا نصاب ان کے دائرہ کار کے مطابق ہو تاکہ نہ وقت کا ضیاع ہو نہ ہی والدین کی حلال کمائی ان غیر ضروری کاموں میں برباد ہو۔
- طالب علم چودہ سال کی پڑھائی کرنے کے باوجود کسی بھی علم میں ماہر نہیں کہلاتا اور نہ ہی اسے کسی ایک علم پر بھی دسترس ہوتی ہے۔ لہذا ایسا نظام ہونا چاہیئے جیسا ہمارے بزرگوں کے دور میں ہوا کرتا تھا کہ جس طالب

علم کو جس علم کے میدان میں کام کرنا ہے اسے اسی علم میں ماہر بنایا جائے اور اس کے لیے اسے بچپن سے ہی وہ علم سکھایا جائے اور دس بارہ سال کی مسلسل محنت سے اسے اس علم میں ماہر بنایا جائے تاکہ وہ اپنی جوانی کا حصہ اس میدان میں خدمت میں گزارے۔ ہمارے یہاں ایسا نظام ہے کہ پہلے طالب علم کے کئی سال غیر ضروری علوم میں گزار دیئے جاتے ہیں اور جب کسی طالب علم کو کسی علم میں مہارت حاصل ہوتی ہے تب تک اس کے سر پر سفید بال رونما ہو چکے ہوتے ہیں۔

- ہمارے نصاب میں خصوصاً انگلش کے مضمون میں غیر مسلم شخصیات کے کارنامے پڑھائے جاتے ہیں اور مسلم سائنسدانوں کی خدمات کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ جس سے ہماری نئی نسل اپنے مسلمان قدیم سائنسدانوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں لہذا ہمارے نصاب میں مسلمان سائنسدانوں اور ماہرین کا تذکرہِ خاص ہونا چاہیئے جس سے انہیں اپنی تاریخ کا علم ہو۔
- ہمارے تعلیمی نصاب میں چند ضروری علوم کی بنیادی مکمل علم ہونا چاہیئے اور یہ پرائمری سطح سے شروع ہو جانا چاہیئے مثال کے طور پر میڈیکل کا علم ہو جس میں انجیکشن لگانے کا طریقہ، بلڈ لیول اور شوگر لیول چیک کرنے کا طریقہ، فرسٹ ایڈ کا طریقہ، ہنگامی حالت میں احتیاطی تدابیر، چند ایسی بنیادی دوائیوں کے نام اور استعمال کا طریقہ جو بخار، سر درد، زکام وغیرہ میں معاون ہوں سکھایا جائے۔ اسی طرح ٹیکنکل علم جیسا کہ دستکاری، دستی ہنر، کمپیوٹر انفارمیشن میں اردو انگلش کمپوزنگ، انٹرنیٹ سے تحقیق کرنے کا طریقہ نیز زرعی معلومات جس میں سبزیاں اور پھل اگانے کا طریقہ، موسمی اثرات سے بچانے اور محفوظ کرنے کا طریقہ اس کے علاوہ کیمیکلز کا بنیادی علم ہر ذہنیت کے حامل شخص کے لیے قابلِ فہم اور قابلِ عمل بنایا جائے۔ یہ تمام علوم بچوں کو سکھائے جائیں اس کے بعد انہیں جس علم میں دلچسپی ہو اس میں مہارت کے لیے اسی علم کے ماہرین کی شاگردی میں طالب علم کو سونپا جائے تاکہ وہ اس علم کا ماہر ہو اور وقت کا ضیاع نہ ہو۔

- شریعت کا بنیادی علم ہر سطح کے نصاب میں شامل ہو اور لازمی ہو۔ہر فیلڈ کے طالب علم کے لیے اس مضمون میں نمایاں نمبر حاصل کرنا لازم ہوں اور نہ صرف علم دیا جائے بلکہ اس پر عمل کی کارکردگی کے بھی نمبر شامل ہوں۔اسلامی علم میں قرآن پاک کی منتخب سورتوں کی تجوید سے تلاوت، حفظ، ترجمہ اور منتخب تفاسیر سے تشریح شامل ہو، احادیث کے ساتھ ساتھ ان کا ترجمہ و تشریح، تاریخ اسلام، ضروری فقہی مسائل، انبیاء کا دعوتِ اسلام دینے کا طریقہ کار اور عصرِ حاضر میں دعوت کا طریقہ کار، اسلام کے ساتھ مختلف علوم کا موازنہ کروایا جائے۔
- نکاح، طلاق اور خلع سے متعلق مختلف کورسز کروائے جائیں جن میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاشرتی اصول سکھائے جائیں اور غیر اسلامی یہود و نصاریٰ اور ہندؤں کے شادی کے طور طریقوں سے بھی آگاہی دی جائے تاکہ ان سے بچنا آسان ہو۔
- علمی ویب سائٹس کو رواج دیا جائے اور غیر اخلاقی ویب سائٹس، یوٹیوب چینلز وغیرہ کا تدارک کیا جائے۔

ڈرامے اور فلموں پر پابندی لگائی جائے کیونکہ یہ ہمارے نوجوانوں میں فتنہ وفساد برپا کرنے میں سب سے آگے ہیں اس سے ان کی اخلاقی تعلیم و تربیت میں بے حد نقصان ہو رہا ہے۔

- یورنیورسٹیوں میں داخلے کے لیے نکاح کی شرط رکھی جائے اس کے لیے اضافی نمبر خواہ 2 نمبر ہی ہوں شامل کیے جائیں۔اس عمر تک بلوغت ہو چکی ہوتی ہے اور اس نظام سے بے حیائی میں کافی حد تک کمی ہو گی۔
- بچوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ والدین کی تربیت کے لیے بھی ہر سطح پر اقدامات کیے جائیں تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت اچھے انداز میں کر سکیں۔

- لڑکوں کو گریجویشن تک ہنر سکھائے جائیں اور کاروبار یا نوکری کے لیے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ جلد نکاح کر سکیں اور ذمہ دار شہری ثابت ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ تعلیم بھی جاری رکھ سکیں اور مزید ترقی کے لیے کوشاں رہیں۔

اللہ تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم نصیب فرمائے۔ انہیں حق پر ثابت قدم رہنے اور حق کی طرف بلانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ دعاؤں کی طلبگار۔ نمرہ نصیر

☆☆☆☆☆

فیمنزم کیا ہے؟

(صباء مقصود،ایم اے سمسٹر چہارم)

بنیادی طور پر فیمنزم ایک نظریے کا نام ہے کہ خواتین کو بھی وہی حقوق ملیں جو مردوں کو ملتے ہیں۔وہ حقوق تعلیمی ،معاشرتی اور سیاسی اعتبار ہوں،غرض کہ حقوق کی تقسیم کو یقینی بنایا جائے مغرب کی عورت نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائیں تو تب یہ نظریہ مغرب میں ایجاد ہوا۔

مغرب میں فیمنزم

فیمنزم ایک ایسا تصور ہے جس کے مطابق مرد اور عورت دونوں برابر انسانی حقوق،بنیادی سہولیات،اقتصادی اور سماجی حقوق کے مستحق ہیں۔

ویسے تو فیمنزم کی تاریخ بہت پرانی ہے مگر صحیح معنوں میں یہ تحریک مارکس ازم کے ساتھ شروع ہوئی اور کالونیل ازم کے خاتمہ پر اس تحریک نے بہت زور پکڑا۔فیمنزم کی شروعات کا اہم ترین موقع وہ تھا جب 1911 میں برٹش خواتین کے احتجاج پر انہیں ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔فیمنزم دراصل مغربی خواتین کی اپنے حقوق کے لیے کیئے جانے والی جدوجہد کی ہی ایک شکل ہے۔سے کی گئی-1995ء میں بیجنگ ویمن کانفرنس میں ہیلری کلنٹن نے اپنی مشہور زمانہ تقریر میں کہا تھا" عورتوں کے حقوق ہیومن رائٹس ہیں" اور اس نے ایسی این جی اوز کو عالمی توجہ فراہم کی تھی اور اسی نے فیمنسٹ ایکٹوازم کو فرنٹ فٹ پہ لا کھڑا کیا تھا۔مغربی خواتین نے اپنے حقوق کی جدوجہد کی جنگ لڑی جو تا حال جاری ہے مغربی خواتین نے پہلے خود کو مرد کے تسلط سے نکالا ملازمت، بزنس، سفر کرنا یہ سب شروع کیا اپنی ذمہ داریاں خود اٹھائیں جس کے باعث انہیں حقوق کی جدوجہد میں بہت آسانیاں رہیں۔

پاکستان میں فیمنزم

پاکستان میں بھی فیمنزم کا نام سنا جانے لگا ہے پچھلے کچھ سالوں سے اس میں بہت تیزی بھی آئی ہے۔ فیمنزم میں پاکستان کی خواتین کا کردار ہر گز مغربی خواتین والا نہیں ہے یہاں خواتین کو حقوق مغربی ممالک والے چاھئیں مگر ذمہ داریوں کے لحاظ سے پاکستان کی خواتین اس ڈگر پر چلنے کی روادار نہیں ہیں جس پر مغربی خواتین چلی ہیں۔ کسی بھی قسم کے استحصال میں مکمل معاشرہ زمہ دار ہوتا ہے معاشرہ مرد و زن دونوں سے مل کر بنتا ہے گو کہ خواتین کے استحصال میں مردوں کا حصہ زیادہ گردانا جاتا ہے اور یہ صحیح بھی ہے مگر خواتین اس معاشرہ کا حصہ ہیں۔[1]

مغرب اور اسلام میں فیمنزم کی اصل حقیقت

اسلام نے اس بات کا پورا خیال رکھا ہے کہ

کسی عورت کے ساتھ عورت ہونے کی بنیاد پر ناانصافی نہ ہونے پائے نہ اسکی صلاحیتیں کچلی جائیں اور نہ اسکی شخصیت کو دبایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش کی کہ اسلام نے انسانوں کو جو حقوق دیئے ہیں ان سے عورتیں بھی اور مرد بھی واقف ہوں دونوں اپنے حقوق حاصل کریں اور اپنے فرائض کو اپنے دائرہ اختیار میں بخوبی ادا کریں اور اب بات کی جائے مغرب کی تو یہاں مغرب میں عورت کو جس قدر کچلا جاتا ہے وہ انسانیت کے نام پر دھبہ ہے پرانے دور کی بات کی جائے تو عورت کا مقام مغرب میں جانور سے کم ہی تھا اور اگر جدید دور میں نظر ثانی کی جائے تو مغرب میں عورتوں نے اپنے حقوق کے لیے لڑکے اپنے آپ کے لیے حقوق کی جنگ لڑی اور انکو فیمنسٹ کا سہارا لینا پڑا۔

مصادر و مراجع

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%81%DB%8C%D9%85%D9%86%D8%B2%D9%85

☆☆☆☆☆

حکایاتِ سعدی

(فریاد علی محمدی،ایم اے سمسٹر سوم)

شیخ سعدی کا اصل نام شرف الدین اور والد کا نام مصلح الدین تھا۔آپ ابھی کم سن تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا، پھر آپ کے قریبی ساتھی سعد بن زنگی نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی۔اسی نسبت سے آپ نے اپنا تخلص سعدی رکھا۔

آپ نے اپنی عمر عزیز کے تیس سال مختلف ممالک کینسیر و سیاحت میں گزارے اوا پنے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ دلچسپ اور سبق آموز پیرائے میں تحریر کیا جن میں شہرہ آفاق نصنیف "گلستان سعدی" ہے۔

آپ نے 1333ء سے 1435ء تک ایک سو دو برس کے زندگی گزاری۔درج ذیل حکایت آپ کی تصنیف "گلستانِ سعدی" سے لی گئی ہے۔

1۔لومڑی یا شیر

ایک درویش نے جنگل میں ایک جگہ ایک معزور لومڑی کو دیکھا جو بے بسی کی تصویر بنی ایک جھاڑی کے پاس بے یار و مدد کار پڑی تھی۔ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیسے پیٹ بھرتی ہو گی کہ ایک شیر شکار کو منہ میں دبائے وہاں آیا۔لومڑی کے پاس رک کے اس نے اپنے شکار میں سے کچھ کھایا اور باقی وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔لومڑی خود کو گھسیٹتے ہوئے بچے ہوئے شکار کے پاس پہنچی اور اپنا پیٹ بھر لیا۔

درویش نے اسے محض ایک اتفاق سمجھا لیکن جب دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا تو اسے پکا یقین ہو گیا کہ اس معذور لومڑی کو رزق پہنچانے کا کام اس خدائے بزرگ و برتر کے جانب سے ہے تو اس درویش نے اپنے لیے روزی

روٹی کے لیے کوشش کو چھوڑنے کا فیصلہ کیااسے پورا بھروسہ تھا کہ اسکارب اسے بھوکا نہ رکھے گا۔اسے انتظار کرتے کئی دن گزر گئے لیکن اس کے پاس کوئی نہ آیااوراس پر غشی طاری ہونے لگی اس عالم میں محراب مسجد سے آواز آئی۔

"اے کم ہمت درویش! تولولی لنگڑی لومڑی کی طرح کیوں بننا چاہتا ہے، تجھے شیر بننا چاہیے شکار خود مارے اور دوسروں کو بھی کھلائے!

2۔دھتکارنے کے باوجود

ایک درویش نے ساری رات عبادت کے بعد صبح کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو غیب سے آواز آئی:" تیری کوئی دعا قبول نہ ہوگی، فضول قوت برباد نہ کر۔ "

دوسری رات بھی عبادت کے بعد جب درویش نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو پھر اس کی دعا رد کر دی گئی۔اس درویش کے ایک مرید نے دردمندی سے کہا:"حضرت جب آپ کو بتایا گیا ہے کہ آپ کی دعا قبول نہ ہوگی تو پھر آپ کیوں بار بار مشقت اٹھاتے ہیں؟"درویش نے مرید کی بات سنی تو آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امڈ آیا۔وہ درویش گلوگیر آواز میں بولا:"ٹھیک کہتا ہے مجھے دھتکار دیا گیا ہے، لیکن میں کیا کروں؟اس در کے سوا میرا کوئی در بھی تو نہیں، اگر میرے مالک نے مجھ سے نگاہیں پھیر لی ہیں تو بھی میں اس کا در چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ پھر میرا اور کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ہے۔"

3۔دشمن کا چلایا ہوا تیر

ایک ضرورت مند کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوااور مالی امداد کی درخواست کی۔اتفاق سے اس وقت بزرگ کی جیب خالی تھی۔انہوں نے معزرت کی تو وہ شخص بہت کبیدہ خاطر ہوااور مکان سے باہر نکل کر انہیں گالیاں

دینے لگا۔اسی دوران انکاایک مرید ادھر اسے گزرا اسنے اپنی مرشد کی شان میں ایسی مغلظات سنیں تو سخت برافروختہ ہو کر مرشد کے پاس پہنچا اور اس شخص کی دریدہ دینی کا کانوں سنا حال سنایا، مرشد نے اس کی باتیں سن کر کہا: "ارے بھلے مانس! اصل تکلیف تو تم نے ہمیں پہنچائی ہے کیونکہ جو کچھ وہ ہمارے بارے میں کہہ رہا تھا ہمیں اس متعلق خبر نہ تھی، تیری مثال تو ایسی ہے کہ ایک دشمن نے ہماری طرف تیر پھینکا جو ہم تک پہنچنے سے پہلے راستے میں گر گیا۔ تو وہ تیر اٹھالایا اور ہمارے پہلو میں گھونپ دیا۔"

☆☆☆☆☆

اصلاح معاشرہ

(فریاد علی محمدی، ایم اے سمسٹر سوم)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں ایک مقررہ مدت تک بھیجا۔تاکہ دیکھے کہ کون اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے اس کی رضا کا طلبگار ہے۔اس کو اس فانی دنیا میں رہنے کے لیے کچھ اصول وضوابط اور قانون وحدود مقرر کی ہیں تاکہ معاشرے میں توازن برقرار رہے اور ظالموں اور سرکش لوگوں کی ہٹ دھرمی کا قلع قمع ہو سکے۔انہی حدود میں سے ایک حد کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جارہا ہے۔

ہم سب چونکہ ایک مخلوط نظامِ تعلیم کا حصہ ہیں، جہاں شرفاء کے ساتھ کچھ شکی القلب قسم کے لوگ زیرِ تعلیم ہوتے ہیں جو مغربی معاشرے کی تقلید کرتے ہوئے، گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ قسم کی غلیظ اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں اور باقائدہ اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔قرآن کریم نے اسی لیے مرد اور عورت کو سوائے شادی کے اور کسی رشتہ کے ایک ساتھ قبول نہیں کیا۔کیونکہ جب مرد اور عورت ایک ساتھ سیر و تفریح کرتے پھرتے ہیں تو آخر کار اس تعلق کا بھی نتیجہ زنا ہے جس کی قرآن نے بڑی صریح وضاحت کہ ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ [1]

"زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ،(۱) اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔اور یہ بھی چاہیے کہ مومنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے" (2)

زناکا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن وفر شو ہو، باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔اس فعل کا اخلاقا برا ہونا، مذہبا گناہ ہونا ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے قدیم ترین زمانے بھی متفق رہے ہیں۔بجز ان متفرق لوگوں کے جنہوں نے اپنی عقل کو اپنی نفس پرستی کے تابع کر دیا ہے کسی نے آج تک اختلاف نہیں کیا ہے۔اس عالمگیر اتفاق کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت جو زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے،نوع انسانی کی بقاء اور انسانی تمدن کا قیام دونوں اس بات پر منحصر ہیں کہ جو محض لطف ولذت کے لیے ملنے اور پھر ایک ہو جانے میں آزاد نہ ہوں بلکہ ہر جوڑے کا باہمی تعلق ایک ایسے مستقبل پائیدار عہد وفا پر استوار ہوتا ہو جو معاشرے میں معلوم ومعروف بھی ہو، جسے معاشرے کی ضمانت بھی حاصل ہو،اس کے بغیر انسانی نسل ایک دن کے لیے بھی نہیں چل سکتی۔ [2]

زنا اور اسکی سزا کا بتا کر اس اگلی آیت میں قرآن نے ایک اُصولِ قدرت بھی بتا دیا یعنی جو بھی مرد یا عورت زنا کرے گا، اس کو ہمسفر بھی ایسا ہی ملے۔

اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً ۫ وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُہَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾
3

"زانی مرد نکاح کرتا ہے تو زناکار یا مشرک عورت ہی سے نکاح کرتا ہے،اور زناکار عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہی مرد جو خود زانی ہو، یا مشرک ہو،(۲) اور یہ بات مومنوں کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔"

اگر قرآن کی اس آآیت پر غور کیا جائے تو اس کے قوائد بہت سخت ہیں، لہذا ہر انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔اسی طرح اس قانون قدرت کا اور اُصول کا ذکر اس سورت میں بیان ہوا ہے

اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَ الۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ وَ الطَّیِّبُوۡنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ﴿۲۶﴾ [4]

گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق۔ اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لائق ہیں، اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق۔(١٤) یہ (پاکباز مرد اور عورتیں) ان باتوں سے بالکل مبرا ہیں جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ ان (پاکبازوں) کے حصے میں تو مغفرت ہے اور باعزت رزق۔

اللہ سبحان و تعالیٰ ہم سب کو اپنی زندگیوں کو پاکیزہ گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

مصادر و مراجع

1. سورۃ النور 24 : 2
2. تفہیم القرآن از مولانا أبو الاعلی المودودی
3. سورۃ النور 24 : 3
4. سورۃ النور 24 : 26

☆☆☆☆☆

پاکستان کے تعلیمی نظام کی خامیاں

(فروا اعجاز، بی ایس سمسٹر ہشتم)

تعلیم قومی ترقی کی راہ ہے۔اس سے لوگوں میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتی ہے۔ تعلیم کی بنیاد پر لوگ نہ صرف اپنے فرائض کا ادراک کرتے ہیں بلکہ اپنے قومی معاشرتی اور انفرادی حقوق سمجھتے اور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعلیم کے اہداف میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو ان عالمی شہری کے طور پر ان کے قومی اور بین الاقوامی پوزیشن کے بارے میں عمومی شعور دیں۔ یہ احساس معاشرے میں اعتماد اور تعاون کی فضا پیدا کرتا ہے۔ تعلیم معاشی ترقی کو فروغ دیتی ہے اور اس کے نتیجے میں لوگ خوشحال ہو جاتے ہیں اور مجموعی قومی ترقی میں اپنے اپنے کردار ادا کرتے ہیں چونکہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔اس کی معیشت کمزور ہے اور ملک میں سیاسی استحکام کا فقدان ہے۔اس کے علاوہ بڑھتے ہوئے سیاسی انتشار، ہمسایہ ملک سے کشیدہ تعلقات، فرقہ وارانہ تشدد، معاشرتی عدم استحکام، اور معاشی انحطاط یہ سبھی مسائل براہ راست یا بالواسطہ طور پر ایک کمزور اور غیر متفقہ تعلیمی نظام کی وجہ سے ہیں۔

آج پاکستان کو غربت، عدم تحفظ، فرقہ واریت اور دہشت گردی جیسے بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ان پریشانیوں کی وجوہات رواداری کا فقدان، عام شعور کی کمی اور غیر موثر نظام تعلیم کے ذریعہ ناخواندگی کو فروغ دینا ہے۔زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی رفتار کچھوے کی سی ہے کیونکہ پاکستان میں تعلیم کے کردار کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پاکستان میں سب سے کم بجٹ تعلیم کے لیے مختص کیا جاتا ہے اور اسی لیے نظام تعلیم قوم کو بلند کرنے میں ناکام رہا ہے۔

پاکستان کے نظام تعلیم سے وابستہ مسائل مناسب بجٹ کا فقدان کے علاوہ جامع تعلیمی پالیسی نہ ہونا، ناقص امتحانی نظام، ناقص سہولیات، اساتذہ کے معیار کی کمی، تعلیمی نظام میں مقصد کی کمی، کم اندراج، اعلی درجے کی کمی، سیاسی مداخلت، فرسودہ نصاب، بدعنوانی، تحقیق کا فقدان، اور یکساں تعلیمی نظام کا فقدان۔

اب ان مندجہ بالا مسائل کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں:

یکساں تعلیمی نظام کا فقدان

پاکستان میں نظام تعلیم یکساں اصولوں پر مبنی نہیں ہے۔ملک میں بیک وقت مختلف نظام تعلیم کام کر رہے ہیں۔نا ہی نصاب یکساں ہے انگلش اور اردو میڈیم ایک بڑا مسئلہ ہے۔ جس نے مختلف مکاتب فکر کو جنم دیا ہے۔ مثال کے طور پر دینی مدارس اور سرکاری تعلیمی اداروں سے آنے والے طلباء اور نجی اداروں کے طلباء کے رویوں کے مابین بہت زیادہ فرق ہے۔

اس نظام کے اس فرق نے نہ صرف تعلیمی بلکہ تہذیبی طور پر بھی قوم کو منقسم کر دیا ہے۔ مثلاً بیکن ہاؤس میں تقریبِ تقسیم انعامات میں بچے بچیوں کے رقص دیکھ کر ہمارے مڈل کلاس طبقے میں جو حیرانی اور افسوس نظر آیا وہ بتاتا ہے کہ موجودہ نظامی نظام تعلیم کے نتیجے میں ایک بہت بڑی معاشرتی تقسیم واقع ہوئی ہے۔

بے مقصد تعلیمی نظام

دنیا کی ہر قوم کے لئے ایک مستحکم نظام تعلیم ضروری ہے۔ ہر قوم کی ترقی کا راز اس کی تعلیم اور تعلیمی نظام میں پوشیدہ ہوتا ہے کیونکہ کے قوم کا مستقبل انہی طلباء کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں تعلیمی نظام طلباء کو مقصد دیتا نظر نہیں آتا۔ طلباء ایم اے، ایم فل کر کے بھی اپنے اور ملک کے بے فائدہ نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے پاس ان ڈگریوں کے استعمال کرنے کے طریقے ہی نہیں ہیں وہ نوکریوں کی تلاش میں دھکے کھاتے ہیں خود کوئی کاروبار شروع کر کے نہ صرف اپنے بلکہ کئی اور افراد کے روزگار کا سبب نہیں بنتے۔ کیونکہ ہمارے ہاں نہ تکنیکی تعلیم ہے اور نہ تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا ہنر سکھایا جاتا ہے۔ نتیجہ ہے بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور احساسِ محرومی جو جرائم میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

فرسودہ نصاب

نصاب وہ آلہ ہے جس کے ذریعے تعلیم کے اہداف حاصل کیے جاتے ہیں۔ پاکستان کا نصابِ تعلیم موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ یہ ایک پرانا اور روایتی نصاب ہے۔ جو سیکھنے کو حقیقت پر دھیان دیئے بغیر کچھ حقائق اور اعداد وشمار حفظ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ تعلیم کسی فرد کی کلی ترقی ہے۔ طلبہ کو نفسیاتی، فلسفیانہ اور معاشرتی بنیادوں کو تیار کرنا چاہئے۔ پاکستان کا تعلیمی نصاب عملی، تحقیقی، سائنسی اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ نہیں دے رہا ہے بلکہ یہ صرف طلبہ کی یاداشت جانچتا نظر آتا ہے۔

اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی کا فقدان

پڑھانا ایک مشکل کام ہے۔ ہمارے ہاں اساتذہ کی مناسب تربیت کا فقدان ہے۔ پاکستان میں اساتذہ کے لئے اگرچہ ملک میں اساتذہ کے مختلف تربیتی ادارے قائم ہیں مگر فنڈز کی کمی اور تربیت یافتہ انسانی وسائل کی کمی کی وجہ سے یہ ادارے کوئی قابل ذکر کارکردگی کرتے نظر نہیں آتے۔ فنڈز کی کمی کی وجہ سے بیشتر تربیتی ادارے بند کردیئے گئے ہیں۔ اساتذہ میں چلنے والی تعلیم کی تدبیریں پرانی اور بہت روایتی ہیں جو مہارت میں اضافہ نہیں کرتی ہیں۔

معیاری اساتذہ کی کمی

اساتذہ نظام تعلیم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ پاکستانی اسکولوں میں اساتذہ کا معیار قابل تحسین ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ قابل تحسین اساتذہ کی تعداد انتہائی کم ہے۔ یہ صورتحال پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے دوردراز علاقوں میں سنگین ہے۔ اسکولوں میں اساتذہ دستیاب نہیں ہیں۔ پرائمری سطح پر شاید ہی کہیں دو سے زائد اساتذہ موجود ہوں۔ تحقیق سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اساتذہ نئے طریقوں اور حکمت عملیوں کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ طلباء تعلیمی اداروں میں لائبریریوں کے استعمال کو نہیں جانتے ہیں خصوصاً سکول اور کالج کی سطح پر لائبریری میں طلباء کو آزادانہ جانے کی

اجازت نہیں ہوتی۔اس طرح طلبہ میں پڑھنے کی عادات کم ہوتی جارہی ہیں۔اس کے لئے اساتذہ انتہائی ذمہ دار ہیں۔ان کی پیشہ ورانہ ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء کو کتاب پڑھنے کی طرف راغب کریں۔اساتذہ لیکچر پر انحصار کرتے ہیں۔اور طلبہ صرف معلومات کو نوٹ کرتے ہیں اور صرف امتحان پاس کرنے کے لئے اسے حفظ کرتے ہیں۔اس طرح طلباء کی کارکردگی کا حقائق اور معلومات کی بجائے ان کو حفظ کرنے کی بنیاد پر اندازہ کیا جاتا ہے۔

طالبِ علموں کا سکولز سے اخراج

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں پرائمری سطح پر داخل ہونے والے طلباء میں سے صرف 30٪ طلباء میٹرک تک پہنچتے ہیں۔ سکول چھوڑنے کا رجحان اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ایک اندازے مطابق 40 لاکھ طلباء اسکول چھوڑ چکے ہیں۔ اس کی وجوہات میں انتظامیہ کی خفلت، اساتذہ کا طلباء پر توجہ نہ دینا، والدین کی سمجھ بوجھ میں کمی ان کی تربیت میں کوتاہی، اور سکولز کا سزا کے طور پر طلبہ کو سکولوں سے خارج کر دینا شامل ہیں۔اس کے علاوہ بچوں سے مزدوری اور غربت بھی اس کا سبب بنتے ہیں۔ پاکستان میں اس رجحان نے شرح خواندگی کی شرح کو بھی کم کیا ہے۔

امتحانی نظام

امتحان طلباء کی تعلیم کا اندازہ ہے۔ یہ نظام صداقت اور ایمان داری پر مبنی ہونا چاہیئے۔ پاکستان میں امتحانات بیرونی اور اندرونی طاقتوں سے متاثر ہیں مثلاً نقل عام ہے کیونکہ نہ امتحانی مراکز میں کیمرے نصب ہیں نہ اعلیٰ حکام کو یہ خیال ہے۔

پاکستان کا امتحانی نظام نہ صرف پرانا بلکہ یہ جامع طور پر سیکھنے والوں کی کارکردگی کا اندازہ کرنے کا معیار نہیں رکھتا ہے۔ امتحان نظام پاکستان میں طلباء کی صرف یاداشت کی جانچ ہوتی ہے۔ یہ سیکھنے کے تمام پہلوؤں میں ان کا اندازہ نہیں کرتا ہے۔

ناقص انتظامیہ

انتظامیہ کا کام اساتذہ کی کمزوریوں یا غلطیوں کی کھوج کرنا اور دور دراز علاقوں میں تبادلے یا ملازمت سے برطرفی کی صورت میں معاونت کرنا ہے۔ اگر انتظامیہ درست ہو تو درس و تدریس کا مرحلہ خوشگوار اور مفید بن سکتا ہے۔ مگر تعلیمی اداروں کی انتظامیہ بے مقصد ہے۔ آئے دن ہم مختلف یونیورسٹیوں میں انتظامیہ کے افراد کی جانب سے طالبات کو جنسی طور ہراساں کرنے کی خبریں سنتے ہیں۔ کیا انتظامیہ کا یہ کردار ہونا چاہیئے؟ انتظامیہ مدد فراہم کرنے کی بجائے کہیں طلباء تو کہیں اساتذہ کا استحصال کر رہی ہے۔

اندرونی اور بیرونی اثرات

پاکستان میں نظام تعلیم بیرونی اور اندرونی اثرات سے پاک نہیں ہے۔ تبادلوں، تقرریوں اور ترقیوں کے معاملات میں اقرباپروری، ذاتی پسند ناپسند سفارش اور رشوت کا کردار بہت واضح ہے۔ اس کی وجہ سے پاکستان میں نظام تعلیم کا بنیادی ڈھانچہ متاثر ہوا ہے۔

وسائل کی کمی

آسانی سے چلانے کے لئے تعلیم کے وسائل جیسے کتابیں، لائبریریاں اور دوسری سہولیات مثلاً گلاس رومز، لیب وغیرہ اہم ہیں

ہمارے تعلیمی اداروں میں کتابوں اور لائبریریوں کی کمی ہے۔ اس کے علاوہ حد سے زیادہ طلباء ایک کلاس روم میں کسی سبزی منڈی کا تصور دے رہے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اساتذہ کی ناکافی تعداد اور ہماری لیبارٹریوں کے معیار اور ان

میں سازوسامان کی کمی جیسی کئی خرابیاں ہمارے نظام میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے ہاں پرائمری سطح کے زیادہ تر سکول ایک یا دو کمروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

تعلیمی پالیسیوں پر عمل نہ ہونا

قیام پاکستان کے بعد سے ہی متعدد تعلیمی پالیسیاں تشکیل دی گئیں۔ملک کی سیاسی عدم استحکام کے علاوہ ان پالیسیوں کا حقیقت پسندی سے دور دور کا واسطہ نہ ہونا ان کی ناکامی کی وجہ رہا۔ہم حقیقت پسندانہ چھوٹے چھوٹے قدم لینے کی بجائے لمبی چھلانگ کی سوچ لیے وہیں کے وہیں کھڑے ہیں۔اس کے علاوہ بدعنوانی، فنڈز کی کمی اور پالیسی سازی میں اساتذہ کو نظر انداز کرنا بھی مسئلہ ہیں۔

تعلیمی بجٹ کی کمی

فنانس کو کسی بھی سسٹم کا انجن سمجھا جاتا ہے۔بنیادی طور پر قلیل مالیات کی وجہ سے پاکستان کا نظام تعلیم معذور ہو چکا ہے یکے بعد دیگرے حکومتیں 2.5 فیصد سے بھی کم بجٹ دے رہی ہیں جو بڑھتی ہوئی تعلیمی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے

بدلتے وقت کے ساتھ ترقی پذیر علاقائی ممالک جیسے سری لنکا اور بنگلہ دیش تعلیم کے لئے بجٹ بڑھا رہے۔لیکن پاکستان میں یہ دن بدن گرتا جا رہا ہے۔

بین الاقوامی بحران گروپ(International crisis Group) کے مطابق، پاکستان دنیا کے ان 12 ممالک میں شامل ہے جو اپنے قومی بجٹ کے 2٪ سے بھی کم بجٹ اپنے تعلیم کے شعبے کے لیے مختص کر رہے ہیں۔

کرپشن (بدعنوانی)

احتساب کا نظام کمزور ہے۔ اسی وجہ سے تعلیمی نظام میں ناجائز فنڈز کی تقسیم، اختیارات کا ناجائز استعمال، من پسند ترقیاں، تقرریاں اور تبادلے، اساتذہ کی کم تنخواہیں، نجی اداروں بلخصوص اساتذہ اور طلبہ کا استحصال، بے بہا فیسیں جیسی برائیاں اپنی جڑیں مضبوط کر چکی ہیں۔ یہ سب بدعنوانی کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے۔

حاصلِ کلام

پاکستان کا نظام تعلیم قوم میں مؤثر طریقے سے اپنا کردار ادا نہیں کر پایا ہے۔ یہ نظام اس ملک کو مہارت سے عاری ڈگری ہولڈرز دے کر ملک کی جڑیں کمزور کر رہا ہے۔ اس تعلیم کے نظام میں اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

خودکشی اور ہمارا رویہ

(فروا اعجاز، بی ایس سمسٹر 8)

خودکشی ایک ایسا لفظ جو میری روح جھنجھوڑ دیتا ہے کہ آخر ایسی کون سی انتہا ہو گی کہ ایک شخص خود اپنی جان لے لے وہ جان وہ زندگی جو انسان کو ہر حال میں پیاری اور عزیز تر ہوتی ہے۔ مگر کوئی دکھ کوئی بیماری ایسی تو ضرور ہوتی ہے جو انسان کو اس کھائی میں دھکیل دے۔ میرے اس نظریہ پر کوئی بھی حتمی رائے بنانے سے پہلے برائے مہربانی ایک بار یہ مضمون مکمل پڑھ لیجیے۔

مگر اس لفظ سے بھی زیادہ تکلیف دہ تو معاشرے کے بیشتر افراد کی بے حسی ہے جو کہہ دیتے ہیں اس کا تو دماغ کمزور تھا کہ وہ حرام موت مر گیا۔ اس کا ایمان کمزور تھا مانا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا ایمان کمزور ہو جو وہ حرام موت مر گیام مگر کیا ہم نے کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جو حرام ہو؟ گانے سننا، ٹک ٹوک، بے ستر پھرنا، کبھی کسی کے مال، عزت، دولت، ذہانت کو حسد کی نگاہ سے دیکھنا، کیا یہ عمل حرام نہیں؟

کیا ہم نے کبھی سوچا کے ہمارے ارد گرد کے لوگ کمزور دماغ کمزور ایمان کے ہوں گے مگر ہم تو ایمان والے ہیں۔ ہم آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ کیوں نہیں تھامتے؟ کیا ہمارے مذہب نے ہمیں صرف حرام بتلایا ہے؟ کسی کا احساس کسی سے درد مندی کسی کے لیے محبت، شفقت، ہمدردی کچھ نہیں سکھایا؟ ہم ان کو کیوں نہیں اپناتے، کیا یہ اتنے مشکل جذبے ہیں؟

ہمیں یہ تو یاد رہتا کہ اس شخص کا حساب سخت ہو گا مگر ہم یہ کیوں بھول جاتے کہ اگر ہمارا کہا کوئی سخت جملہ کوئی طنزیہ لفظ کسی کو خودکشی کے ایک قدم قریب لے گئی تو ہم نے کیسے اللہ تعالیٰ کو کیسے جواب دینا ہے، دل توڑنا ہمارے نزدیک گناہ ہی نہیں رہا۔

ممکنہ طور پر ایک سے زیادہ چہرے بھی ہو سکتے ہیں

مری خود کشی کا سبب کسی کے رویے بھی ہو سکتے ہیں

(فہیم ندیم)

ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیتے کہ مرنے والا ہم سے بات کہہ دیتا۔اس نے کیوں نہیں کہی؟ کیونکہ اس نے ہمیں اس قابل نہیں سمجھا ہم اس لائق نہیں تھے کہ وہ اپنے دل کی بات اپنی پریشانی کہہ دیتا۔اگر ہم کسی کی خود کشی پر حرام موت کے فتویٰ کی بجائے "دلی افسوس "کا اظہار کریں تو شاید ہمارے ارد گرد ذہنی امراض میں مبتلا افراد ہمیں اس قابل سمجھنے لگیں کہ وہ ہمارے گلے لگ کر رو دیں اور ان کو یقین ہو کہ ہم صرف ان کو سنے گئے یہ کہہ کر ان کو جھٹلا نہیں دیں گے کہ دنیا میں اس سے بڑے مسئلے ہیں۔یقیناً بڑے مسئلے ہوں گے مگر آپ اپنے ارد گرد اپنے گھروں میں دیکھ لیں ایک ہی بات پر کیا آپ کے تمام بہن بھائیوں آپ کی تمام اولاد کا ایک ہی شدت کا رد عمل ہوتا ہے؟ نہیں۔کوئی زیادہ احساس ہوتا ہے کوئی زیادہ پریٹیکل مگر غلط دونوں نہیں۔کیا ہم یہ جانتے ہوئے کہ کوئی حساس ہے کسی کو کوئی دماغی مرض ہے تو ہم خود اس کی طرف تھوڑی حساسیت دکھائیں۔ڈاکٹر کو دکھائیں۔کیا ہم جسمانی امراض کی طرح ذہنی و نفسیاتی امراض کو سنجیدگی سے نہیں لے سکتے؟ڈاکٹر علاج کرنے کے لیے موجود ہیں کیا ہم آگے بڑھ کر اپنے پیاروں اپنے ارد گرد کے افراد کا ہاتھ تھام کر ان تک نہیں لے جا سکتے۔

بے شک اللہ کے ذکر میں شفا ہے۔ہم دنیاوی علاج کے ساتھ ساتھ اس تکلیف میں مبتلا شخص کو آہستہ آہستہ ربِ کریم کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔آپ یقین مانیے کہ "خود کشی حرام ہے" یہ بات سب کو معلوم ہو گی مگر لوگ جب اپنی تکلیف کی انتہا پر کسی سے کچھ کہہ نہیں سکتے تو یہ قدم اٹھاتے ہیں۔آیئے مل کر ان اٹھتے قدموں کو

روک لیں۔ان کانپتے ہاتھوں کو تھام لیں آیئے یہ نیکی کریں اس سے پہلے کہ وہ گناہِ کبیرہ کر لیں۔ کیونکہ یہ میرے رب کا وعدہ ہے کہ وہ کسی بھی نیکی کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

☆☆☆☆☆

عیسائیت کی سات مقدس رسوم

(فروا اعجاز، بی ایس سمسٹر 8)

عیسائیوں کے ہاں متعدد عبادات اور مقدس رسوم انجام دی جاتی ہیں۔ کیتھولک حضرات کے ہاں سات جبکہ پروٹسٹنٹ حضرات ان میں سے بعض رسموں کو انجام دیتے ہیں۔ ان رسوم کو انگریزی میں Sacarments کہتے ہیں۔

1۔ بپتسمہ: مقدس رسوم میں سب سے نمایاں بپتسمہ ہے یہ رسم ایک مخصوص قسم کا غسل ہے جو عیسائیت میں داخل ہونے والے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص عیسائیت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بپتسمہ لینے سے انسان یسوع کے واسطے ایک نئی زندگی پاتا ہے۔

طریقہ

بپتسمہ لینے والے شخص کو ایک کمرے میں لے جا کر اس طرح لٹا دیا جاتا ہے کہ اس کا منہ مغرب کی جانب ہو، اس کے بعد وہ اپنے ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے:

"اے شیطان! میں تجھ سے اور تیرے عمل سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

پھر وہ مشرق کی جانب منہ کر کے زبان سے عیسائی عقائد کا اقرار کرتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے کمرے میں لے جا کر برہنہ کر کے سر تا پیر دم کیا ہوا تیل لگایا جاتا ہے، پھر حوض میں ڈالا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ عیسائیت کے تمام عقائد پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں؟ جواب اثبات میں پا کر اسے حوض سے نکال کر نئے کپڑے پہنائے جاتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ شخص اب گناہوں سے پاک ہو چکا ہے۔

2۔ کنفرمیشن(sacrament of confirmation) : کیتھولک عیسائیوں کے ہاں یہ رسم بپتسمہ لیتے ہوئے ادا کی جاتی ہے جس سے بپتسمہ کی ادائیگی مکمل ہو جاتی ہے۔ عام طور پر یہ رسم بالغ ہونے والے نوجوانوں کے لیے کی جاتی ہے جس میں بپتسمہ لینے والے فرد سے کچھ عہد و پیماں لینے کے بعد چرچ کا بشپ فرد کے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے۔ اس کے بعد بشپ انگوٹھے سے اس کے سر پہ زیتون کا تیل لگاتا ہے اور اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اب مقدس روح اس کے ساتھ ہے۔

3۔ عشائے ربانی(Eucharist) : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی گرفتاری سے قبل اپنے حواریوں کو رات کا کھانا کھلایا تھا، اسی مجلس کی یاد میں عشائے ربانی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ مختلف ادوار میں یہ رسم تبدیل ہوتی رہی ہے لیکن اس کا بنیادی طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اتوار کے دن لوگ چرچ میں جمع ہوتے ہیں۔ شروع میں کچھ دعائیں ہوتی ہیں پھر اس کے بعد روٹی اور شراب (وائن) پیش کی جاتی ہے، جسے دعا کے بعد تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس ضیافت کو "ہولی کمیونین (holy communion) بھی کہا جاتا ہے۔

4۔ اعتراف، توبہ اور کفارہ(Penance/ Reconciliation/ confession) : کیتھولک چرچ کے مطابق سال میں کم از کم ایک مرتبہ اقرارِ گناہ و توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس عمل میں عیسائی شخص چرچ میں پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔ پادری اس شخص کی رہنمائی کرتا ہے۔

5۔ بیماروں کا مسح(Anointing of sick) : کیتھولک عیسائیوں کے ہاں یہ رسم بیماروں کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ بائبل سے مقدس کلمات پڑھتے ہوئے سر اور ہاتھوں پر زیتون کا تیل لگایا جاتا ہے اور مریض کی شفایابی کے لیے دعا کی جاتی ہے۔ اگر مریض نے گناہوں کا اعتراف نہ کیا ہو تو اسے مقدس تیل اور دعاؤں کی بناء پر گناہوں سے پاک سمجھا جاتا ہے۔

6۔شادی: شادی بھی چرچ میں ایک مقدس فریضہ سمجھا جاتا ہے۔تاہم ان کے مطابق شادی ایک ایسا رشتہ ہے جس سے کسی بھی صورت خلاصی ممکن نہیں ہے۔اسی بنا پر کیتھولک عیسائیوں کے ہاں بعض مخصوص وجوہات کے علاوہ طلاق کو ناجائز سمجھا جاتا ہے۔

7۔مقدس احکام: کیتھولک چرچ کے ہاں یہ رسم کسی عیسائی شخص کو چرچ کا بشپ بنانے کے لیے ادا کی جاتی ہے۔اس رسم میں استاد یا چرچ کا بشپ فرد کے سر پر ہاتھ رکھ کر مقدس کتاب سے کچھ آیات پڑھتا ہے اور انھیں کچھ مقدس احکام سناتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

عربی ادب

(فروا اعجاز، بی ایس سمسٹر 8)

عربی زبان ان سامی زبانوں میں سے ایک زبان ہے جو سب کی سب ایک زمین کی پیداوار ہیں جہاں سے وہ پھوٹ کر بڑھی اور پھیلی ہیں۔ عرب والے امی قوم تھے جنہیں دین، تجارت یا حکومت میں سے کوئی چیز بھی باہمی ارتباط اور میل جول پر مائل نہ کرتی تھی، چنانچہ وہ ایک ہی چیز کے لیے اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ کئی نام بنا لیتے تھے۔ ثانیاً خانہ بدوش زندگی گزارنے، جداگانہ زندگی بسر کرنے یا دوسروں میں گھل مل جانے کی وجہ سے ان کی زبان میں اضطراب و خلل واقع ہو گئے اور یگانگت باقی نہ رہی تھی، مترادف الفاظ بکثرت پائے جانے لگے۔ [1]

علم ادب کی تقسیم:

علم ادب کی دو قسمیں ہیں:

ادب نفسی:

یہ وہ ادب ہے جو توفیقِ خداوندی سے حاصل ہو "یھبہ لمن یشاء ویرید" جیسا کہ آنحضرت ﷺ اس کے اعلی ترین مصداق ہیں۔

ادب کسبی:

وہ ادب ہے کہ جس کو انسان جہد و کسب سے حاصل کرتا ہے۔ ادب کسبی کی بعض حضرات کے نزدیک آٹھ قسمیں ہیں علامہ جرجانی نے فرمایا کہ ادب کسبی کی بارہ قسمیں ہیں جن میں آٹھ اصول

(لغت، صرف، اشتقاق، نحو، معانی، بیان، عروض، قوافی) اور چار فروغ (خط، قرض الشعر، انشاء، محاضرات) ہیں۔

علم ادب کی اصل چار دیوان ہیں

- ادب الکاتب لا بن قیبہ
- کتاب الکامل للمبرد
- کتاب التبیان والتبیین للجاحظ
- کتاب النوادر لابی علی بعدادی [2]

عربی ادب کی تاریخ:

عربی ادب کی تاریخ کے مختلف مراحل میں ادب کی مختلف تعریفیں کی جاتی رہی ہیں، کبھی اس میں اتنی وسعت دی گئی کہ سارے علوم وفنون کو اس میں جمع کر دیا گیا،اور کبھی اس کا دامن اتنا تنگ کر دیا گیا کہ صرف نظم ونثر کی ایک مخصوص قسم کے اندر ادب سمٹ کر رہ گیا، چنانچہ تاریخ ادب کے ابتدائی دور میں ادب سے وہ علوم مراد لیے جاتے تھے کہ جن کے ذریعہ تہذیب نفس کا کام لیا جس کا نتیجے میں انسان کے اندر بلند کردار ، بے داغ سیرت، معاملات میں صفائی ،اخلاق میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

مگر جب عربی معاشرہ میں وسعت اور فکر و نظر میں جلا اور گہرائی پیدا ہونے لگی تو ادب کے مذکورہ دائرہ میں تعلیم کو بھی شامل کر لیا گیا چنانچہ "مؤدب" یا معلم "اس شخص کو کہا جانے لگا جو تعلیم کو بطور پیشہ اختیار کر کے اس سے روزی کماتا ہو،اور ادب میں علوم دینہ مثلا قرآن، حدیث اور ان کی شرح وتفسیر کو چھوڑ کر وہ تمام علوم شامل کیے جانے لگے جو یہ "مودب" یا "معلم" اپنے شاگردوں کو سیکھاتا تھا۔اسی وجہ سے بعض حضرات نے فرمایا کہ علم ادب کا کوئی متعین موضوع نہیں ہے زیادسے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم ادب کا موضوع انسانی زندگی ہے اس لیے کہ ادیب انسانی زندگی کے تمام نظام سے بحث کرتا ہے۔ [3]

عربی ادب کی اقسام:

عربی ادب کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

- الادب الجاھلی
- الادب الاسلامی

"جاھلی ادب" سے مراد اسلام سے قبل کے زمانے جاہلیت کا ادب ہے۔ اور "اسلامی ادب" سے مراد ظہور اسلام سے بعد کا ادب ہے خواہ اس کا پیش کرنے والا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ "ادب" میں نثر اور شعر دونوں شامل ہیں لیکن سر دست ہم اپنی بحث کو صرف شعر تک محدود رکھیں گے۔ زمانہ ء جاہلیت (عصر الجاھلیۃ یا العصر الجاھلی) کیا اصطلاح یوں تو تاریخ عرب میں اسلام سے قبل کے تمام تر زمانے کو محیط ہے لیکن جاھلی شاعری کے جو نمونے ہم تک پہنچ سکے ہیں ان کا زمانہ ظہور اسلام سے تقریبا ۱۵۰ برس قبل تک کا ہے۔ یہ شاعری جیسا کہ آپ آگے چل کر دیکھیں گے، اس قدر ترقی یافتہ ہے کہ اسے عربی شاعری کا آغاز ہر گز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یقینا اس سے پہلے بہت سی شاعری ہو چکی تھی لیکن وہ ہم تک پہنچ نہیں سکی۔ جاھلی شاعری کی باقاعدہ تدوین تقریبا دو سو سال بعد شروع ہوئی۔ اس سے قبل وہ سینہ بسینہ زبانی روایت کے وسیلے سے زندہ رہی اس سے یہ نقصان بھی ہوا کہ اس کی روایت میں اختلافات پیدا ہو گئے نیز بہت سے جعلی شعر بھی اصل جاہلی شاعری میں شامل کر دیے گئے۔ اسی لیے ناقدین نے، جن میں پروفیسر مار گولیتھ اور ڈاکٹر طہ حسین نمایاں ہیں، شعر جاہلی پر کڑی تنقید کے بعد اس کے بیشتر حصے کو غیر مستند قرار دیا ہے۔ تاہم ان کی تنقید پر اور تنقید کی گئ جس کے بعد یہ متوازن رائے سامنے آئی ہے کہ جاہلی شاعری اگرچہ تمام کی تمام اصلی اور مستند نہیں تاہم سراسر جعلی اور مشکوک بھی نہیں اس میں حقیقی جاہلی سرمایہ بھی خاصی مقدار میں موجود ہے جو اس دور کی نمائندگی کے لیے کافی ہے۔ اسلامی دور چونکہ ظہور اسلام سے تاحال جاری ہے لہذا اسے مزید کئ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جن کی تفصیل کا

یہ مقام نہیں۔اولین دور زمانہء صدر اسلام (عصر صدر الاسلام) کہلاتا ہے ظہور اسلام سے لے کر عباسی حکومت کے مقام یعنی ۱۳۲ھ تک پھیلا ہوا ہے بنوامیہ کا زمانہ بھی اسی میں شامل ہے۔ [4]

عربی ادب کی مختلف ادوار میں تقسیم:

عربی ادب، تاریخ کے مختلف مراحل اور زمانے کے مختلف نشیب وفراز سے گزر کر موجود صورت کو پہنچا ہے۔ جنھوں نے اسے ترقی دینے مستحکم کرنے اور دوام بخشنے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پوری تاریخ کو ان مراحل اور ادوار میں تقسیم کر دیا جائے جن سے گزرتا ہوا اس نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی ہے۔تاکہ مطالعہ میں آسانی ہو اور نتائج کے اخذ کرنے میں اسباب وعلل کے تانے بانے کے ڈھیلے پڑ جانے یا مخلوط ہو جانے کی وجہ سے غلطی ہونے پائے۔

زمانہ جاہلیت:

اس زمانہ کو دو دوروں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

پہلا دور: پانچوں صدی عیسوی سے پہلے کا زمانہ

دوسرا دور: پانچوں صدی عیسوی کے بعد سے ۲۳۔ ۶۲۲ء تک یعنی ظہور اسلام سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے شروع ہوتا ہے اور ہجرت نبوی پر یعنی ۲۳۔ ۶۲۲ء پر ختم ہوتا ہے

اسلامی زمانہ:

اس زمانے کے بھی ادوار ہیں

- صدر اسلام:

یہ دور آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے شروع ہو کر آخری خلیفہ حضرت علیؓ کے دور تک رہتا ہے یعنی ا ھ سے ۴۰ ھ
مطابق ۲۳۔ ۶۲۲ء سے ۶۶۳۔ ۶۲ء تک۔

- عہد بنی امیہ:

یہ دور حضرت معاویہؓ کی خلافت سے شروع ہو کر عباسی سلطنت کے قیام یعنی ۴۱ ھ سے ۱۳۲ھ مطابق ۶۲ ۔ ۶۶۱ھ
سے ۷۵۰ ھ تک رہتا ہے۔

- عباسی زمانہ :

اس زمانے کو بھی دو دوروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا دور (ترقی و عروج کا زمانہ) ۱۳۲ ھ سے ۳۳۲ ھ مطابق ۷۵۰ ھ سے ۹۴۶ تک

دوسرا دور (طوائف الملوکی کا زمانہ) ۳۳۲ھ سے ۶۵۶ ھ مطابق ۹۴۶ھ سے ۱۲۵۸ء تک (زوال بغداد(

- عثمانی زمانہ یا عہد تنزل وانحطاط:

یہ زمانہ ۶۵۶ ھ سے ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۲۵۸ھ ۱۷۹۷ء تک رہتا ہے۔

عبوری زمانہ:

یہ زمانہ نپولین کے مصر پر قبضہ ۱۷۵۸ء اور اس کے بعد محمد علی پاشا کے بر سر اقتدار آنے یعنی ۱۸۰۱ء سے شروع ہو کر
۱۹۱۹ء پر ختم ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ:

۱۹۲۰سے شروع ہو کر اب تک چل رہا ہے۔ [5]

مصادر و مراجع

1. زیارت احمد حسن استاذ، تاریخ ادبِ عربی، مترجم: عبدالرحمٰن طاہر سورتی، طابع: نیاز احمد شیخ، علمی پرنٹنگ پریس۔لاہور، ۱۹۷۲ء، ص۶۰،۵۹

2. محمد جمال صاحب مولانا، الافاداتُ الجمالیہ فی شرح المقامات الحریریہ، طابع: خالد مقبول، مکتبۃ العلم، ط۔ن، ص۱۰

3. الافاداتُ الجمالیہ فی شرح المقامات الحریریہ، ص۱۰،۹

4. خورشید رضوی ڈاکٹر، عربی شاعری ایک تعارف آغاز تا عہد بنی امیہ، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور، ص۶،۵

5. ندوی عبدالحلیم ڈاکٹر، عربی ادب کی تاریخ (زمانی جاہلیت سے موجودہ زمانہ تک)، آر۔آر پرینٹرز، لاہور، اوّل ۱۹۸۸ء، ص۷۷،۷۶

☆☆☆☆☆

مصری دور میں کہانت

(فروا اعجاز، بی ایس سمسٹر 8)

قدیم مصر میں کاہن

مصری معاشرے میں کاہن کا کردار بہت اہم تھا۔ مصریوں کا خیال تھا کہ دیوتا مندروں میں رہتے ہیں۔ صرف کاہن کو مندر یا عبادت گاہ کے مقدس علاقے میں داخل ہونے اور خدا یا دیوی کی نمائندگی کرنے والے مجسمے سے رجوع کرنے کی اجازت تھی۔ لوگ فرعون کے دروازے یا عدالت میں جو لوگوں اور دیوتاؤں کے درمیان کلیدی کردار ادا کرتا تھا، دعا کر سکتے تھے۔

کاہن مندرجہ ذیل انداز میں خدا کے لئے دیکھ بھال کرتے:

صبح میں، اعلی ترین مہر کو توڑتا ہے، خدا کو چلنے کے لئے ایک مشعل کا ذکر کرتا ہے، دعا کرنا، روشنی کرنا، مجسمہ (جو ٹھوس سونے ہو سکتا ہے) کو دھونا، اس پر تازہ لباس، جواہرات اور عطر رکھتا ہے اور اس دیوتا کے لیے کھانے پینے کی نذر پیش کرتا ہے. گلوکار حمدیہ کلمات خدا کے حضور پیش کرتے ہیں۔ دن کے اختتام پر، کاہن عبادت گاہ سے باہر نکلتا ہے، اس کے جاتے ہی اس کے پیروں کے نشان صاف کر دیے جاتے ہیں، اور مقدس عبادت گاہ کو دوبارہ سیل کر دیا جاتا تھا۔ [1]

اہل مصر یہ یقین رکھتے تھے کہ ان کے خداؤں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کاہن سب سے اہم کردار ادا کرتے تھے۔ اگر ان کے فرائض سے غفلت کی جاتی ہے تو یہ بات ان کی پریشانیوں کا سبب بن جائے گی معاشرے کے لئے ان کے کردار کی وجہ سے، کاہن کو اچھا معاوضہ دیا گیا تھا۔

عام کاہن(Lay Priest)

"زیادہ تر مصری تاریخ کے لیے کل وقتی پیشہ ور کاہنوں کی کوئی جماعت نہیں تھی۔" بہت سے کاہن lay priest) عام کاہن) کے طور پر جانے جاتے۔ یہ جز وقتی کاہن تھے اور اکثر ریاستی یا مقامی حکومتوں میں کسی عہدے پر کام کرتے تھے. چھوٹے علاقوں میں عام کاہن خاص طور پر عام تھے۔ یہ کاہن ایک گردش کے نظام پر کام کرتے ہیں. عام طور پر یہ کاہن مشترک تعداد والے ۴ گروہوں میں تقسیم ہوتے۔ ہر گروہ ایک ماہ تک خدمات انجام دیتا اور پھر تین ماہ تک اپنے دوسرے پیشہ میں واپس آجاتا۔ [2]

کاہنوں کا انتخاب

نئے کاہنوں کا انتخاب اکثر فرعونِ وقت کیا کرتا تھا. اکثر فرعون بڑے طاقتور اور بااثر مندروں یا عبادت گاہوں میں کہانت کے عہدے بھرنے کے لئے رشتہ داروں کا انتخاب کرتے۔ کاہنوں کے بہت سے عہدے موروثی تھے اور بعض خاندانوں میں وراثت کے طور پر رہے۔ بعض اوقات وہ کاہنوں کی ایک کمیٹی نئے کاہن کو منتخب کرتی۔ [3]

کاہن کا انتخاب

مصر کا بادشاہِ وقت وہاں کا کاہنِ اعلیٰ ہوتا اور وہی اگلے کاہن اعلیٰ کا انتخاب کرتا تھا۔ کاہنِ اعلیٰ خدا اور بندوں کے درمیان کلیدی کردار ادا کرتا تھا۔ [4]

کاہن کا کردار

قدیم مصر کے کاہن نے تبلیغ نہیں کی، صحیفہ کی تشریح کی، پیش گوئی کی، یا ہفتہ وار خدمات انجام دیں؛ ان کی واحد ذمہ داری مندر میں خدا کی دیکھ بھال کرنا تھی۔ مرد اور عورتیں دونوں کاہن ہو سکتے ہیں اور انہی افعال کو انجام دیتے اور اسی تنخواہ کو حاصل کرتے ہیں. کاہن مذہبی کردار کے ساتھ ساتھ سیاسی کردار بھی نبھاتے تھے۔ [5]

مصری کاہنوں کے کام

کاہن مندروں (عبادت گاہوں) میں کام کرتے، وہ وہاں موجود بت کو لباس پہناتے، کھانا کھلاتے اور ان کو بستر پر سونے کے لیے لیٹاتے۔ مندر کا سب سے اندرونی اور مقدس مقام اس مندر کے دیوتا یا دیوی کا بیڈ روم ہوتا جہاں اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھا جاتا۔

کئی مندروں میں کاہن کچھ اسی طرح کی رسومات وفات پا جانے والے فرعون کے لیے بھی ادا کرتے۔ [6]

کاہنوں کی رسمِ طہارت

کاہنوں نے اپنے سروں اور جسم کے بالوں کو مونڈ دیا، اور ان کے جسم کو روزانہ دو بار ایک رسمی عملِ طہارت کے طور پر دھویا جاتا۔ [7]

لباس

وہ سفید رنگ کا گاؤن یا خالص لینن کے کپڑے کا kilts پہنتے۔ [8]

فرائض

اعلیٰ کاہن (High Priest) کو خدا کے اول درجے کے خادم اور بندے کہا جاتا تھا۔ نچلے درجے کے افراد نے مختلف فرائض انجام دیئے، جیسے کہ ہائروگراف (Hieroglyph) نصوص کا مطالعہ اور لکھنا، نئی بھرتی کی تعلیم دینا اور مندر سے وابستہ معمول کے بہت سے فرائض انجام دینا۔ [9]

موسیقی

مقدس موسیقی اور رقص رسومات اور تقریبات کا ایک اہم حصہ تھے۔ فرعون کے ۱۸ ویں خاندان کے دور میں بہت سی خواتین کو (singer of Amun) کا خطاب دیا گیا۔ کئی اعلیٰ حسب نسب کی خواتین کو خدا کی "Chantress" کا عہدہ مل جاتا تھا۔ [10]

مصری دیوتا:

مصری دیوتا (خدا) زیادہ تر فطرت کی طاقتوں یا اس کے مظاہر (سورج/چاند) یا محض تصورات کے مجسم تھے۔ بڑے مندروں میں یومیہ قربانیاں دی جاتی۔ جس میں صرف فرعونِ وقت، کاہن اور اعلیٰ معززین کو ہی رسائی حاصل تھی۔ عام لوگ اپنے گھروں میں موجود دیوتاؤں کی عبادت کرتے تھے۔ جادو ایک مذہبی پہلو کے طور پر فروغ پا رہا تھا۔ لیکن کالا جادو قابلِ سزا تھا۔ [11]

یہودی عبرانی نسل سے تھے۔ ابتدا میں ان کا مذہب بہت سادہ تھا۔ عرصہ دراز تک مصر میں مقیم رہنے کی وجہ سے انہوں نے مصری عقائد کو اختیار کر لیا تھا۔[12] کہانت مصر میں سب سے بڑا عہدہ تھا۔ کہانت یہیں سے سفر کرتے کرتے یہودیت میں مذہبی پیشوایت میں ڈھل گئی۔

مصادر و مراجع

1. "Priest in Ancient Egypt",history link 101, sighted on 3 july 2020 on 8:42 , https://historylink101.com/n/egypt_1/religion-role-of-priest.htm ,
2. "Priest in Ancient Egypt",history link 101

3. “Priest in Ancient Egypt”,history link 101
4. Joshua.J.Mark, “Clergy, Priest, priestess in Ancient Egypt”,ancient.eu,7 March 2017, sighted on 3 july 2020 at 8:35 PM, https://www.ancient.eu/article/1026/clergy-priest-priestesses-in-ancient-egypt
5. Mark, Ancient.eu.
6. “Mysteries of Egypt (Priests)”, History Museum, sighted on 3 july 2020 on 8:44PM, https://www.historymuseum.ca/cmc/exhibitions/civil/egypt/egcro7e.html
7. “Mysteries of Egypt (Priests)”, History Museum
8. “Mysteries of Egypt (Priests)”, History Museum
9. “Mysteries of Egypt (Priests)”, History Museum
10. “Mysteries of Egypt (Priests)”, History Museum
11. Alexander, Handbook to the Bible, p 151-152
12. احمد دیدات، یہودیت، عیسائیت اور اسلام، ص ۵۳، ۵۴

زمانہ جاہلیت کے مشہور شعراء

ویشاحفیظ، زعیمہ اسد رانا

بی ایس سمسٹر 8

عربوں نے زمانہ جاہلی میں شعر کے اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان اصناف میں شعر کہنے والوں کی تعداد بھی زیادہ رہی ہو گی۔ چنانچہ مشہور ادب اور ناقد عمرو بن العلا کہا کرتے تھے کہ

ماانتهى اليكم مما قالت العرب الااقله ولوجاء كم وافر لجاءكم علم وشعركثير۔

یعنی تم تک عربوں کے کلام میں سے جو کچھ پہنچ سکا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ اگر تمھارے پاس کافی تعداد میں ان کا کلام آیا ہوتا تو تمھارے پاس علم و شعر کا بہت ساذخیرہ آ گیا ہوتا۔ لیکن اس بیان سے ہم کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے کہ عربوں نے جن جن اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے، وہ اصناف کیا تھے۔ اسی طرح اس کے بارے میں بھی کوئی بات قطعیت سے نہیں کہی جا سکتی کہ ان جاہلی قصیدوں یا کلام کے نمونے کی تعداد کیا تھی۔ البتہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ان کی تعداد ایک سو بھی زیادہ تھی۔ اسی طرح بعض کا کہنا ہے کہ دور جاہلی کے شعرا نے ہزاروں اراجیز (رزمیہ کلام) اور سینکروں لمبے قصیدے کہے تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عربوں نے اپنی زندگی سے متعلق تمام مسائل پر طبع آزمائی کی تھی اسی لئے اس دور کی شاعری کو "دیوان العرب" کہتے ہیں۔ اور جب ان کی شاعری ان کی زندگی کا رجسٹر ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں اسکے تمام پہلووں کی عکاسی رہی ہو گی۔ اور زندگی کے تمام پہلوؤں کی عکاسی کرنے کے لیے سینکروں کیا ہزاروں قصیدے بھی ناکافی ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ سب راویوں، شعر کے یاد کرنے والوں، عالموں اور ادیبوں کے اسلامی جنگوں میں شرکت اور ان میں شہادت کی وجہ سے ضائع ہو گئے اس کے باوجود اسلامی دور میں جب ان کی تدوین اور جمع کا سلسلہ شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ ابو تمام صاحب حماسہ، سور وادب کا مشہور راوی وعالم حماد الراویہ،

مشہور ماہر لغت اور نقاد الاصمعی اور ابو صمصم وغیرہ کو زمانہ جاہلی کے ہزاروں قصیدے، جزیہ کلام اور چھوٹے بڑے لاتعداد قصیدے یاد تھے۔

جاہلی شعرا میں سے بعض ممتاز شعرا نے بڑے لمبے قصیدے کہے ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف ان کو بلکہ ان کے قصیدوں کو بھی شہرت دوام حاصل ہو گئی۔ اس نقطہ نظر سے ان شعرا کو سات طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر طبقہ میں تقریباً سات ہی نامور شعرا کو شامل کیا گیا ہے۔

- اصحاب المعاقات
- اصحاب المجمہرات
- اصحاب المتقیات
- اصحاب المذہبات
- اصحاب المراثی
- اصحاب المشوبات
- اصحاب الملحمات

مذکورہ بالا تقسیم میں بعض شعرا عہد اسلامی کے بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں طبقہ کے شعرا میں نامی اور قادر الکلام شعرا وہ ہیں جن کو شہرت اور ناموری اسلامی عہد کے اول زمانہ میں حاصل ہوئی۔

شروع کے چار طبقوں میں اکثر جاہلی شعراء آجاتے ہیں۔ان میں سب سے مشہور شعراء وہ ہیں۔ جنھوں نے معلقات کہے ہیں۔ [1]

شعرا کے طبقات:

زمانے کے لحاظ سے شعرا کے چار طبقے ہیں

- طبقہ جاہلیین
- طبقہ مخضریمن
- طبقہ اسلامیین
- طبقہ مولدین یا محدثین

طبقہ جاہلیین :

اس سے مراد وہ شاعر ہیں۔ جنھوں نے جاہلیت کے زمانے میں شعر کہے۔

طبقہ مخضریمن:

ان سے مراد وہ شاعر ہیں۔ جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شعر کہے۔

طبقہ اسلامیین:

اس سے مراد وہ شاعر ہیں۔ جنھوں نے اسلام میں نشو و نما پائی اور ان کا سلیقہ عربیت فاسد نہیں ہوا۔اور وہ شعراء بنی امیہ ہیں۔

طبقہ مولدین یا محدثین :

اس میں وہ شاعر ہیں۔ جن کا ظہور فساد عربیت کے وقت ہوا۔ جب کہ عرب عجمیوں کے ساتھ مل جل کرتے تھے۔ اگرچہ وہ خود خالص عربی النسل تھے۔ یہ طبقہ عہد عباسیہ کے لیے کر ہمارے آج کے زمانے تک ہے۔

شعراء جاہلیین: اپنی شعر گوئی کی شہرت کے اعتبار سے جو یا شعر کی خوبی اور عمدگی کے باعث ہے اور یا کثرت شعر گوئی وجہ سے کئی طبقوں میں منقسم ہیں۔ ہم ان میں صرف تین طبقوں کا ذکر کرتے ہیں۔

طبقہ اول: امروالقیس، زہیر، نابغہ

طبقہ دوم: اعشی، لبید طرفہ

طبقہ سوم: عنترہ، عروۃ بن الورد، درید بن صمہ، مرقش اکبر مگر اکثر فصما اور ادبا ان میں سے بعض پر ترجیح دیتے اور مقدم کرتے ہیں، اور ان میں بعض اور شعراء کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ ان کے اشعار ان کے ذوق کے مناسب اور ان کی خواہشات کے مطابق ہیں۔ [2]

المعلقات:

دور جاہلیت کے سات مشہور و معروف قصائد کا یہ انتخاب پہلی بار مرتب شکل میں پیش کرنے کا سہرا ابالعوم حماد الرادیۃ(م ر ۱۵۵ھ) کے سر باندھا جاتا ہے۔ یہ مجموعہ اکثر "المعلقات السبع "یا" سبع معلقات "یعنی" سات لٹکائی گئ نظمیں" کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ کے سلسلے میں یہ روایت مشہور ہے۔ زمانہء جاہلیت میں سال کے مختلف حصوں میں مختلف مقامات پر "منڈیاں" لگا کرتی تھیں جو صرف خرید و فروخت اور دیگر تجارتی مقاصد تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ ایک میلے کی سی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے دائرہ کار میں قبائلی جھگڑوں کے فیصلے، معاہدے، رشتے طے

کرنا، تفریح اور دل لگی کے سامان، شعر و سخن کی مجالس وغیرہ سبھی کچھ آجاتا تھا۔ ان میں سب سے بڑا میلہ مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلے پر مقام "عکاظ" میں منعقد ہوتا تھا اور "سوق عکاظ" کہلاتا تھا۔ یہ ہر سال ذی قعدہ کی یکم سے بیس تاریخ تک قائم رہتا۔ روایت ہے کہ مشہور شاعر نابغہ ذبیانی سوق عکاظ میں آتا تو اس کے لیے سرخ خیمہ نصب کر دیا جاتا۔ بڑے بڑے شعراء اس کے سامنے اپنا کلام پیش کرتے اور وہ ان کے نقص و کمال پر اپنی رائے دیتا۔[3] ہر سال جو قصیدہ بہترین قرار پاتا اسے مصری کپڑے پر سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکا دیا جاتا۔ یہ گویا صلائے عام کی ایک صورت تھی کہ سال بھر لوگوں میں یہ قصیدہ مشتہر ہو اور اس سے بہتر قصیدہ پیش کرنے کی فکر کریں۔ ظہور اسلام تک ایسے سات قصائد معروف ہو چکے تھے معلقات کے علاوہ السبع الطوال (سات طویل نظمیں"، المطولات (طویل نظمیں) کو "السموط" کہتے ہیں معلقات کو عالمی ادب میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے تر جمے اور شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

معلقات کے شعراء "اصحاب المعلقات" کہلاتے ہیں۔ ان کی تعیین کے بارے میں بھی لاف ہے۔ بالعموم جن سات شاعروں کو اصحاب المعلقات شمار کیا جاتا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

- امرو القیس
- طرفتہ بن العبد
- زھیر بن ابی سلمی
- لبید بن ربیعہ
- عمرو بن کلثوم

- عنترہ بن شداد'
- حارث بن حلزہ [4]

جب لبید سے سوال کیا گیا کہ اشعر الشعراء کون ہے؟ تو اس نے کہا الملک الضلیل یعنی امرؤالقیس۔ [5]

مصادر و مراجع

1. ندوی عبدالحلیم ڈاکٹر، عربی ادب کی تاریخ (زمانہ جاہلیت سے موجودہ زمانہ تک)، ص۱۶۶،۱۶۵
2. الاسکندری احمد شیخ و مصطفی عنانی بک شیخ، تاریخ ادبِ عربی، مترجم: پروفیسر عبدایلقیوم اور محمد بشیر صدیقی مولوی، اردو پریس۔۸۸ میکلوڈ روڈ لاہور، بارِ اوّل ۱۹۵۷ء، ص۱۳۱،۱۳۰
3. عربی شاعری ایک تعارف آغاز تا عہد بنی امیہ، ص۵
4. ایضاء، ص۸،۹
5. رضوی، وقار احمد سید، تاریخ ادب عربی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ۲۰۱۳، ص۱۲۶

☆☆☆☆☆

واقعہ افک

افک کے معنی

افک کے معنی بات کو بدل دینا، جھوٹ، افتراء کے ہیں۔ایسا جو حق کو باطل اور باطل کو حق بنادے افک کہلاتا ہے۔

واقعہ افک کی حقیقت

سورہ نور میں واقعہ افک کا ذکر ہوا ہے۔ جس کی حقیقت درج ذیل ہے۔

غزوہ نبی مصطلق کیلئے روانگی

غزوہ نبی مطلق کے لیے رسول ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ غزوہ سے واپسی پر مدینہ سے کچھ فاصلے پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کچھ دیر کے لیے روکا۔ رات کے وقت جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوچ کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے باہر گئی ہوہیں تھیں۔ جب وہ واپس آئیں تو قافلہ جاچکا تھا آپ چادر لے کر وہیں سو گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حسب معمول آپ کا مقرر کردہ کوئی صحابہ پیچھے ہوگا جب حضرت حضرت صفوان بن معطل سلمی وہاں آئے تو آپ ان کے ساتھ روانہ ہوہیں۔

منافقین کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عائشہ پر زنا کا الزام لگایا۔اس پروپگینڈے میں بعض صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ جن میں حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہا بن ثابت، حضرت مسطح رضی اللہ تعالی عنہا بن اثاثہ، حضرت ممنہ رضی اللہ تعالی عنہا بنت مجش شامل ہیں۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ بیمار ہو گئی۔ان کو اس معاملے کا بلکل علم نہ تھا۔آپ رضی اللہ تعالی عنہا جب اپنے والدین کے پاس آئے تو وہاں ام مسطح رضی اللہ تعالی عنہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہا کی خالہ تھی۔انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

اس واقعہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد پریشان رہے ہے آپ نے اپنے طور پر تحقیق کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت عائشہ کے بارے میں دریافت کیا یا جس پر انہوں نے آپ رضی اللہ تعالی عنہا کے حق میں گواہی دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاف کے کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے انتظار کیا۔حتی کے وحی الہی نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی بے گناہی کو ثابت کر دیا۔ [1]

واقعہ آفک کے مقاصد

واقعہ افک کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا تھا اس موقع نے اسلامی معاشرے کو بدل کر رکھ دیا اس کا نشانہ زبردست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی اس واقعہ کے مقاصد درج ذیل ہے [2]

- اسلام کی مضبوطی کو ختم کرنا
- مسلمانوں کی اخلاقی لرتری کا خاتمہ
- مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا
- مہاجر اور انصار کے اتحاد کا خاتمہ
- رسالت پر حملہ
- حضرت ابو بکر صدیق کے وقار پر حملہ

قرآن مجید میں واقع افک کا تذکرہ

قرآن مجید کی سورہ نور میں اس واقعہ کا ذکر ہوا ہے

ان الذین جاءو بالافك عصبة منكم لا تحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم

"بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تم ہی سے ایک گروہ ہیں اسے اپنے لیے برا مت سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لئے اتنا ہی وبال ہے اور جس نے ان میں سے بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہو گا۔ [3]

لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنت بانفسهم خيرا وقالواهذا افك مبين [4]

جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح طوفان ہے

لولا جاء عليه باربعه شهداء فاذ لم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون [5]

اگر الزام لگانے والے چار گواہ نہ لائیں جب وہ گواہ نہ لائیں تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں

ولولا فضل الله عليكم ورحمته في الدنيا والاخرة لمسكم في ما افضتم فيه عذاب عظيم [6]

اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس میں تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر عذاب نازل ہوتا

إذتلقونه بالسنتكم وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم [7]

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تو اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی

ولولااذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحنك ھذا بھتن عظیم [8]

اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر نہ لائیں تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین [9]

خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا

ویبین اللہ لکم الایت واللہ علیم حکیم [10]

اور خدا تمہارے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے

واقعہ افک میں خیر کے پہلو

واقعہ افک ایک بہت بڑا فتنہ تھا جس نے ایک طرف مسلمان کو کو ہلا کر رکھ دیا مگر ساتھ ہی اس شہر کے باطن سے کچھ خیر کے پہلو بھی سامنے آئے۔

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلی کردار
- حضرت عائشہ کی اعلیٰ ظرفی کے اپنوں کے بہتان لگانے والوں کو معاف کر دیا
- ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم نے بلند کردار کا مظاہرہ کیا کیا اور حضرت عائشہ کی حمایت کی۔

- حضرت عائشہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اللہ نے خود ان کی بے گناہی ثابت کی۔

- جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر الزام لگائے تھے اس واقعہ کے بعد بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا نے ان کی مدد کر کے مثالی کردار ادا کیا۔ [11]

معاشرتی ضوابط کا اعلان

اس واقعہ کے بعد معاشرتی ضوابط کا اعلان کیا گیا تا کہ مستقبل میں ایسے حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

- اچھا گمان رکھا جائے
- دشمنان اسلام کی سازشوں سے باخبر رہا جائے
- واقعہ کی مکمل تحقیق کر کے کوئی قدم اٹھایا جائے [12]

واقعہ آفک کا سبق اور دور حاضر

- اچھا گمان رکھا جائے تا کہ اتحاد قائم رہے اور غلط فہمیاں نہ پھیلیں
- نیک آدمی پر پر بہتان لگایا جائے تو اس کو رد کیا جائے۔
- بہتان لگانے والوں کے ساتھ نرمی نہ کی جائے تا کہ بہتان طرازی نہ پھیلے
- بہتان کے متعلق پوری تحقیق کے بعد کوئی رائے قائم کی جائے
- بہتان طرازی کا سب کو مل کر رد کرنا چاہیے تا کہ برائی پروان نہ چڑھے [13]

مصادر و مراجع

1. محمود خلیل،ڈاکٹر،توضیح القرآن،لاہوراور علمی کتاب خانہ نغمہ 2017,ص:243
2. ایضاً،ص:245
3. سورۃالنورآیت نمبر11
4. سورۃالنورآیت نمبر12
5. سورۃالنورآیت نمبر13
6. سورۃالنور:14
7. سورۃالنور:15
8. سورۃالنور:16
9. سورۃالنور:17
10. سورہالنور:18
11. محمود خالد ڈاکٹر،توصیح القرآن،ص245
12. ایضا،ص:246
13. ایضا،ص247

☆☆☆☆☆

تعمیر وطن میں نوجوانوں کا کردار

(لائبہ نوید، ایم-اے پارٹ ٹو-ایوننگ)

نوجوان کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں اور ملکی تعمیر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہی آنے والے کل کے معمار ہیں اور ملک وملت کا مستقبل انھی سے وابستہ ہے۔ ان کی درست تربیت پر ہی ہماری ملی زندگی کی بقاموقوف ہے کیونکہ ملکی تعمیر میں نوجوان خشت اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے نوجوان علم کے ہتھیار سے لیس ہوں گے تو ہی وہ کل کو تعمیر وطن میں کوئی مثبت کردار ادا کرنے کے قابل ہوں گے۔

نوجوانوں میں فطری صلاحیتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں اور غیر مختتم زرخیزی کے ساتھ جھلکتی ہیں۔ طلبہ کی ان کے ذوق اور صلاحیتوں کے مطابق تربیت کرنا معاشرے کا بنیادی فریضہ ہے تاکہ یہ صلاحیتیں معاشرے کی تعمیر میں استعمال ہوں۔ آج کے نوجوان اگرچہ محنت اور کوشش سے دور ہیں لیکن مناسب اور بروقت راہنمائی ملنے سے وہ کل کے معاشرے کے نہایت مفید اور سرگرم رکن ثابت ہو سکتے ہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ

ے نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ

کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

تاریخ کی طرف نگاہ دوڑائیں تو ہمیشہ طلبہ اور نوجوان ملکی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ تحریک آزادی کے دوران نوجوان طلبہ نے قائد اعظمؒ اور مسلم لیگ کا پیغام ملک کے گوشے گوشے تک پہنچا دیا۔ انہوں نے مسلم فیڈریشن

کے نام سے اپنی تنظیم قائم کی۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ تحریک آزادی میں نوجوان طلبہ کے بھرپور کردار کے معترف تھے اور وہ انھیں تحریک پاکستان کا ہراول دستہ سمجھتے تھے۔ آپؒ نے کئی تقریروں میں نوجوانوں کے اس کردار کو خراج تحسین پیش کیا۔ ایک موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ

"تم سے پچھلی نسل کے لوگوں کو جتنی آزمائشیں درپیش آنا تھیں آچکی لیکن آج کی رات میں اپنے نوجوان دوستوں کی صحبت کی میں بھول جانا چاہتا ہوں—آج کی رات میں ان کے دلوں میں چھپے ہوئے جوان اُمنگوں کے تازہ چشموں کو چھونا چاہتا ہوں کیونکہ وہ مردانِ عمل ہیں جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے -"

نوجوان عموماً خود غرضی سے دور اور ملی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں کیونکہ ابھی مادیت پرستی اور غمِ روزگار سے آزاد ہوتے ہیں—ان کے حوصلے توانا اور اُمنگیں زرخیز ہوتی ہیں-

؎ نہیں ہے نااُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے

ذرا نم ہوں تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

نوجوانوں کے ذہن ابھی منافقت سے آلودہ نہیں ہوتے لٰہذا جیسے ہی ان میں ذمہ داری کا احساس بیدار ہو وہ اپنی قرم کی تقدیر بدل ڈالتے ہیں-جب کسی ملک کے نوجوان بیدار ہو جائیں تو سویا ہوا مقدر جاگ اُٹھتا ہے—نوجوانی کے زمانے میں ذہن میں ہر بات قبول کرنے کی صلاحیت دوسرے ادوار کی نسبت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے—لٰہذا نوجوانوں اور طلبہ کا اولیں فرض یہ بھی ہے کہ خود کو بری صحبت سے محفوظ رکھیں کیونکہ بری صحبت کے نتائج خوفناک اور تباہ کن ہوتے ہیں

۔طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول میں اپنے لیے اپنے ذوق کے مطابق دلچسپ اور مثبت سر گرمیوں کا انتخاب کریں اور اس میں مشغول رہیں۔ مطالعہ کتب، نوجوانوں کے لیے ایک بہترین مشغلہ ہے۔

؎ہم نشینی اگر کتاب سے ہو

اس سے بہتر کوئی رفیق نہیں

طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے اپنے مستقبل کے بارے میں مفید مشورے ضرور طلب کرتے رہیں کیونکہ وہ اپنے تجربے کی روشنی میں ان کی بہترین رہنمائی کے اہل ہوتے ہیں۔ اپنے ارد گرد ہونے والے حالات و واقعات سے باخبر رہنا بھی طلبہ کا اولین فریضہ ہے۔ اس مقصد کے لیے انہیں اخبارات اور رسائل کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ اگر طلبہ باشعور اور ارد گرد کے حالات پر گہری نظر رکھنے والے ہوں گے تو وہی ملکی تعمیر میں اپنے کردار کی شناخت کے قابل ہوں گے۔

تعمیر وطن میں مثبت کردار ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ شروع ہی سے اپنے لیے ایک خاص میدان کا انتخاب کر لیں، اس طرح نصب العین کے تعین سے ان کی صلاحیتیں بے مصرف کاموں میں ضائع ہونے سے بچ جائیں گی۔ ہمارے وطن کو ہر شعبے میں ماہر افراد کی ضرورت ہے۔ طلبہ ملت کے لیے ایک مفید کارکن کی حثیت سے مستقبل کی بھاگ دوڑ میں حصہ لے سکیں۔

نوجوانوں اور طلبہ کو قوم کی حفاظت کے لیے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہیے، اتحاد کے بغیر کسی بھی اعلیٰ منزل کے حصول کا تصور بے سود ہے۔ نوجوانوں میں مل جل کر کام کرنے اور باہمی تعاون کی صلاحیت بھی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔

لہٰذا یہ قطرے جب اکٹھے ہو کر آگے بڑھتے ہیں تو ایک سیل رواں قطرے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، جس کے جوش وجذبے کے سامنے بڑی سے بڑی رکاوٹ خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

قومی یکجہتی وقت کی اہم ضرورت

(مریم عباس)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا

اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور فرقوں میں نہ بٹو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

(آل عمران:103)

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے مغرب میں تعلیم حاصل کی اور مغربی علوم وفنون کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ مغرب مختلف حوالوں سے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ یہ متحد ہو کر پھر سے عظیم قابل ستائش اور عظیم قوم نہ بن سکیں کیونکہ یہ قوم جب حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم تھی تو اس نے اپنے پاؤں تلے تاج سر دارار وند ڈالا۔

کہ جب یہ قوم متحد تھی تو ہند میں فرنگیوں اور ہندوؤں سے علیحدہ ملک حاصل کر لیا۔

کہ جب متحد ہو کر مواخات کی اعلیٰ مثال قائم کی تو فاتح مکہ بن گئی۔

کہ جب متحد تھی تو 313 ہونے کے باوجود فاتح یوم فرقان کہلائی۔

لیکن جب اس قوم نے رحماء بینھم کا سبق بھلا دیا تو آج عالم یہ ہے کہ اخوت و محبت کا رنگ دور دور تک نظر نہیں آتا۔ مواخات مدینہ کی مثالوں کو مشعل راہ بنانے والے کیا ہوئے، آج پھر بات بات پہ احساس تفاخر جھلکتا ہے کہیں فرقہ واریت ہے کہیں فرقہ بندی ہے اور کہیں ذاتیں ہیں۔ آج پھر زمانے میں زبان زد عام یہی باتیں ہیں۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبی ﷺ ، دین بھی ایمان بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔

(اقبال)

آج صورتحال یہ ہے کہ ہر طرف چیلنج ہی چیلنج ہیں۔ سیاست، معیشت، معاشرت، تعلیم، تہذیب و ثقافت، سائنس، ٹیکنالوجی، اخلاقیات اور فکر و فلسفہ کے میدانوں میں پوری قوم کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔

جسد واحد اور بنیان مرصوص کی تعبیریں اپنی حقیقت کھو چکی ہیں وہ مسلمان کہ جن کی یکجہتی کے متعلق یہ امیدیں لگائی جاتی تھیں کہ

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں

تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

آج کابل میں چبھے کانٹے سے ہندستانی مسلمان تو کیا بے تاب ہوں گے، کابل والوں کی گردنیں کٹ گئیں اور ہمسایہ اسلامی ملک پاکستان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی کیونکہ آج قوم المسلم اخوا المسلم کے سبق کو بھلا چکی ہے اور اس کا ایسا نتیجہ سامنے آیا ہے کہ جس کو عنوان دینا ناممکن نظر آتا ہے۔

وطن عزیز اس وقت تاریخ کے بہت ہی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت قوم نے جس حب الوطنی اور اخوت کا مظاہرہ کیا اور فرنگیوں کے شاطر پنجوں سے تمام تر مشکلات کے باوجود دنیا کے نقشے پر ایک عظیم الشان اسلامی مملکت کے قیام کے لیے بے مثال قربانیاں دیں، آج کے حالات بھی اسی یکجہتی کا تقاضا کرتے ہیں۔

ذیل میں چند اہم مسائل کا تذکرہ ہے کہ جن کے حل کے لیے قومی یکجہتی وقت کی اہم ضرورت ہے

عصر حاضر کا سب سے اہم اور سنگین مسئلہ جس سے نمٹنے کے لیے قومی یکجہتی کی اشد ضرورت ہے وہ کورونا وائرس ہے ۔اس وقت قومی یکجہتی کا مظاہرہ حالات کا اہم تقاضا ہے کیونکہ کورونا وائرس دنیا میں لاکھوں لوگوں کی جانیں ہڑپ کر چکا ہے اس وبا کا آغاز چین سے ہوا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اٹلی، امریکہ، بھارت، ایران، جاپان سمیت دنیا کے تقریباً 189 ممالک کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پاکستان کے شہر کراچی میں بھی اس وائرس کا پہلا کیس رپورٹ ہوا اور یہ زہر آلود درخت بن گیا جس کی جڑیں تیزی سے پورے پاکستان میں پھیلنے لگیں۔

مؤرخہ 9 مئی 2020ء آٹھ بجے کی جیو ہیڈ لائنز کے مطابق پاکستان 26 ہزار 436 مریضوں کے ساتھ دنیا میں 22 ویں نمبر پر آگیا۔ یہ مریضوں کی وہ تعداد ہے جن میں کورونا کی تصدیق ہو چکی ہے اور کتنے ہی کیس ایسے ہیں جو

رپورٹ نہیں ہوئے۔ ہلاکتوں کی تعداد 599 ہو چکی ہے کورونا وائرس کے بتدریج پھیلاؤ سے حالات انتہائی توجہ طلب ہیں۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم ذمہ داری اور یکجہتی کا مظاہرہ کرے۔ اس کے تدارک کے لیے جس اجتماعی شعور کی ضرورت ہے وہ قومی یکجہتی سے ہی ممکن ہے بالکل اسی طرح جس طرح چین کی حکومت اور عوام نے ایک صفحہ پر ہو کر قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ لیکن ہماری ناعاقبت اندیشی یہ ہے کہ نہ ہم میں یکجہتی ہے اور نہ شعور جس کی وجہ سے ہم اب تک اس وائرس کو جڑوں سے اکھاڑنے میں ناکام ہیں اس لیے عقلمندی کا تقاضا ہے کہ عوام میں حوصلے کو بڑھانے کے لیے سب متحد ہو جائیں کیونکہ ان حالات میں قومی یکجہتی کا فقدان معاشی ڈھانچے کے لیے ایٹم بم ثابت ہو سکتا ہے اس لیے حالات سے نمٹنے کے لیے چشم کشا رہا جائے اور قومی یکجہتی کو فروغ دیا جائے کیونکہ "شجر سے پیوستگی ہی بہار کی امید دلاتی ہے"۔

عصر حاضر کا دوسرا ناسور جو کہ قومی یکجہتی کو پھلنے پھولنے نہیں دیتا وہ فرقہ واریت ہے۔ یہ ایک ایسا فتنہ اور ایسا ناسور ہے کہ جس نے قوم کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ فرقہ واریت نے نفرت اور تعقب کی ایسی آگ جلائی ہے کہ اس کے شہر سے نہ مساجد و مدارس محفوظ ہے اور نہ دفاتر و مکاتب۔ فوج و ریاست سے لے کر مذہبی و سیاسی قائدین تک اور خواص سے لے کر عوام تک، امیر کے ڈرائنگ روم سے لے کر غریب کی کٹیا تک سب فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری و ساری ہے وطن عزیز میں فرقہ پرستی کا زہر خطرناک حد تک سرایت کر چکا ہے حالانکہ یہ قوم کہ جس کا نصب العین ایک ہے خدا ایک ہے رسول ایک قرآن ایک حدیث ایک ہے۔

مخالف مسلک کی مسجد میں نماز ادا کرنا پسند نہیں کرتے کتنی ہی ایسی مساجد ہیں کہ جنہوں نے اللہ اکبر کی صداؤں سے گونجنا تھا آج خطبہ جمعہ، جلسوں اور اجتماعات پر لاؤڈ سپیکر کی پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہیں اور مسلک کے نام پر قتل و

غارت تک کی نوبت آجاتی ہے۔ مولانا اعظم طارق کی اسلام آباد میں ایک جملے میں ہلاکت، ماضی بعید میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی شہادت، مولانا طارق جمیل کو دنیا کے سامنے بے عزت کرنے کی مؤموم کاوشیں، مولانا ناصر مدنی پر ظلم و تشدد، کوئٹہ میں امام بارگاہ پر حملہ یہ سب واقعات فرقہ واریت کے زہر کی ہی کڑی ہیں۔

بد قسمتی سے مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ واریت نے ہمیں نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اس کے علاج معالجے کے لیے مخاصمت کی فضا کی جگہ باہمی موافقت و یگانگت اور محبت و مراوت کی فضا کو ہموار کرنا چاہیئے جو کہ قومی یکجہتی کو فروغ دے گی۔

ایک اور اہم اور قدیم مسئلہ جس کے حل کے لیے پوری قوم کو ایک ہونے کی ضرورت ہے وہ مسئلہ کشمیر ہے یہ مسئلہ جسے ہم یکسر فراموش کر رہے ہیں پاکستان، ہندوستان اور کشمیری حریت پسندوں کے درمیان مقبوضہ کشمیر کی ملکیت کا تنازع ہے کہ جس پر تقسیم ہند کے وقت غیر قانونی طریقے سے بھارت نے قبضہ کر لیا تھا اس مسئلہ پر اقوام متحدہ میں کئی قرار دادیں پاکستان کے حق میں منظور ہو چکی ہیں لیکن بھارت نے ہمیشہ ٹال مٹول اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ہے کشمیر کے معاملے پر پاکستان اور ہندستان کے مابین تین جنگیں بھی ہو چکی ہیں۔

تنازعہ کشمیر کا تاریخی پس منظر تاریخ کا ایسا طویل باب ہے جس کی ایک ایک سطر ظلم کی داستانوں کی عکاس ہے کشمیریوں کی طویل جدوجہد میں کئی نشیب و فراز آئے حتیٰ کہ پاکستانی حکمرانوں نے بھی بعض اوقات بزدلانہ رویے کا مظاہرہ کیا اور عین اس وقت دھوکہ دیا جب دو چار ہاتھ "لب بام" پہنچنے کو رہ گئے۔ کشمیریوں کی قربانیوں کے خون سے یہ سرسبز وادی لالہ زار بن گئی اور کبھی ان کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا یوں گزشتہ ایک ہزار سال سے جاری وساری ہند مسلم تضاد کھل کر سامنے آیا مسئلہ کشمیر کشمیریوں کا حق خود ارادیت دلانے سے حل ہو سکتا ہے اس کے لیے پوری قوم کو یکجہت ہونے کی اشد ضرورت ہے اور اپنے مؤقف پر وہ طلاطم خیز موجوں سے نہیں گھبرائیں۔

پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں ہے جذب باہمی سے قائم نظام سارے

(اقبال)

اس لیے یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم باہم متحد ہو کر کشمیری عوام کے حق خودارادیت کی منصفانہ جدوجہد کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت جاری رکھیں۔

چوتھا اہم مسئلہ جو کہ قومی یکجہتی کا مستحق ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں یکجہت ہو کر اپنے انداز فکر کو انفرادی اور قومی سطح پر بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہم آج بھی ذہنی اور فکری طور پر انگریز کے غلام ہیں ویسے تو ہم بار بار یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ ہم نے برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کرلی ہے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ ہم آگ بھی فکری طور پر غلام ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے انگریز ہم پر بلاواسطہ حکومت کرتا تھا اور اب وہ بالواسطہ حکومت کر رہا ہے۔

آزاد قوموں کے اپنے نظریات ہوتے ہیں اور وہ اپنے نظریات کے مطابق اپنی زندگی خود مختاری سے گزارتی ہیں لیکن ہم آزاد نہیں ہیں مغربی تہذیب نے ہمیں اس قدر اثر انگیز مشروب پلا دیا ہے کہ ہماری سوچ سلب کرکے رکھ دی ہے ہم یہ سمجھتے ہی نہیں کہ مغرب کی طرف جانا تو ڈوبنے کے مترادف ہی ہے۔

قوم جب اپنی اجتماعی طاقت کو پہچان لیتی ہے تو اس کا انداز فکر بدلنے لگتا ہے اس لیے یہ وقت ایک دوسرے کے دست و گریبان ہونے کا نہیں بلکہ بیدار اور یکجہت ہونا وقت کی ضرورت ہے۔ جدید دور کا پانچواں مقام جس پر قوم کو یکجہت ہونا چاہیئے وہ CPEC پاک چین اقتصادی راہداری ہے جو کہ بظاہر تو سونے کی چڑیا معلوم ہوتی ہے لیکن عقلمند قوم وہی ہوتی ہے جو معاہدے کے ہر پہلو پر غور کرتی ہے۔

CPEC میں چین کی طرف سے بہت بڑی سرمایہ کاری کی جارہی ہے جو کہ 46ارب ڈالر ہے قابل توجہ بات یہ ہے کہ سی پیک میں پاکستان کے مفادات سے زیادہ چین کے مفادات شامل ہیں کیونکہ CPEC کی تعمیر کے بغیر چین دنیا میں سپر پاور اور معاشی کنگ نہیں بن سکتا سمندری سپلائی لائن پر کچھ جزائر ایسے ہیں کہ یہ کسی بھی وقت یہ لائن کاٹ دیں تو چین کی معیشت برباد ہو سکتی ہے۔

اس وقت ہم سب کو اپنے قومی مفادات کو پہچان کر CPEC کے ہر روشن اور تاریک پہلو پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ دنیا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر قائم ہے اگر CPEC کا ایک پہلو سنہری ہے یعنی بے روزگاری کا خاتمہ، ملازمتوں کے مواقع، لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ تو دوسرا پہلو تاریک بھی ہو سکتا ہے۔ چین کی معیشت ہم سے کئی گنا مضبوط ہے ایسا نہ ہو کہ برصغیر میں تجارت کی غرض سے آنے والے انگریزوں کی ہندستان پر تسلط کی طرح چین پاکستان پر بھی اپنا تسلط جمانے کی کوشش کرے اور ہم اپنی ہی لڑائیوں، نفرتوں اور تنازعات میں پڑے رہیں۔

مذکورہ مسائل کے علاوہ بہت سے ایسے دیگر مسائل بھی ہیں کہ جن کا واحد حل قومی یکجہتی ہے خود غرضی، نفرت، انتشار اور خلفسار کے شکار معاشرے کو آج بھی قومی یکجہتی کی اہم ضرورت ہے ہمارے یہاں صوبائیت، لسانیت، قومیت اور وطنیت کے جھگڑے ہیں ہم مت بھولیں کہ انہیں تعصبات کی بناپر 1971ء کے سقوط ڈھاکہ میں مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہو گیا۔

غربت، مہنگائی، بدامنی، بے روزگاری اور قتل وغارت جسے موذی امراض نے معاشرے کو خوف وہراس میں گھیرا ہوا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں قرآن کریم میں تحریف کی ناپاک جسارتیں کررہی ہیں۔ ہزار بولہی، چراغ مصطفوی کو بجھانے کی زد میں ہے۔

اگر ہم نے آج رنگ و نسل کے امتیاز کو برقرار رکھا تو پھر اس کا انجام یہی ہو گا کہ

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا

ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

اگر آج بھی ہم دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور ترقیوں کے خواہاں ہیں تو اس کے لیے ہمیں یکدم یکجان ہونے کی ضرورت ہے۔ ہم باہم متحد ہو کر اشرف المخلوقات کی صفات سے مزین خلافت کے منصب پر فائز ہو سکتے ہیں پھر کائنات کی ہر چیز کو مسخر کیا جا سکتا ہے اپنی تقدیر خود بنائی جا سکتی ہے۔ المسلم اخوا المسلم، رحماء بینھم، لا تفرقوا اور بنیان مرصوص کا پیکر بن کر کوشش و پیہم اور یکجہتی ہی حقیقی کامرانی کی ضامن ہے کیونکہ

قومی یکجہتی ایک تقاضا ہے وقت کا

قومی یکجہتی ایک نغمہ ہے وقت کا

قومی یکجہتی ایک نعرہ ہے وقت کا

ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم جسد واحد ہیں وہ جسد واحد کے جس کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔ قومی تشکیل کے لیے یکجہتی کے علاوہ دوسرا کوئی آپشن ہے ہی نہیں۔ فقط اقبال کا یہ شعر

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ ہورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

حقیقت کا روپ دھار جائے تو عجب نہیں کہ نفرت وعداوت اور فسادات کی آگ آتش نمرود کے بجائے گلزار خلیل بن جائے اور ہم فخر سے یہ دعویٰ کر سکیں کہ

یہ رات میرے چراغوں سے ہار جائے گی۔

☆☆☆☆☆

بیٹیوں کے حقوق

(زرشہ لطیف، بی ایس، سمسٹر ہشتم)

حقوق کے لغوی معنی

مص، سچائی، راسی، یقین، انصاف، ثابت شدہ، نصیب، مال، ملک، ہوشیار، فصیل شدہ، امر، موت۔

حقوق کہاجاتاہے، ھو حق بکذاوہ اس کے لائق ہے۔ [1]

حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسا کہ دروازے کے چول اپنے گڑھے میں اس طرح فٹ آجاتی ہے۔ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے اور لفظ "حق" کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے۔ [2]

حقوق کے اصطلاحی معنی

حق کے معنی میں امام رازی نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں،

(الثابت الذی لا یسوغ انکارہ) یعنی جس کا انکار نہ ہوسکے۔ اور حق (الامراذا ثبت ووجب) یعنی جب کوئی امر واجب الوجوب اور ثابت ہو تو اس کے لیے (حق الامر) کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ [3]

اولاد کے شرعی حقوق

اسلام والدین کو درس دیتا ہے کہ بچے کی پیدائش کے دن سے ہی اس کی تربیت شروع کر دی جائے۔

ارشاد ربانی ہے،

"یاایھا الذی امنو اقوا انفسکم وا ھلیکم نارا" [4]

'اے ایمان والوں اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچاو،

1۔آذان دینا

حکم دیا گیا ہے کہ اس کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

نبیؐ نے ارشاد فرمایا

'من ولدلہ ولد افاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ الیسری، [5]

ایک اور مقام پر فرمایا

'اذا نودی الصلوۃ ادبر الشیطان لہ فراط حتی لا یسمع التا ذین، [6]

"جب نماز کے لئے آذان دی جاتی ہے تو شیطان بد حواس ہو کر بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کلمات آذان نہیں سنتا"

2۔اچھا نام رکھنا

بقول امام غزالی

اس کا نام اچھا رکھے یہ بھی بچہ کا حق ہے۔ [7]

نبیؐ کا ارشاد ہے،

'قال رسول اللہ ﷺان احب اسمائکم الی اللہ عبداللہ وعبدالرحمن، [8]

"حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک تمہارے ناموں میں سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں"

3۔عقیقہ کرنا

پیدائش کے ساتویں دن وہ اپنے بچے کا عقیقہ کریں .

نبی کریمؐ نے فرمایا

'علی الغلام شاتان وعلی الجاریۃ شاۃ لا یضرکم ذکراناکن اوناناتا، [9]

"(عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک اور تمہارے لئے نقصان دہ نہیں کہ وہ نر ہوں یا مادہ"

قرآن مجید میں ارشاد

'صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عبدون، [10]'

"ہم نے قبول کرلیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں"

افلاس کے ڈر سے بچیوں کا قتل

عربوں میں جہاں اور کسی قسم کی جاہلانہ رسمیں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ بچوں کو نہایت سنگدلی سے مار ڈالتے تھے، خصوصا لڑکیوں کے وہ ازلی دشمن تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ کون سا لڑکیوں نے کما کے لانا ہے، ان

کے مذہبی عقائد تھے ان دنوں بت پرستی ودیوی، دیوتاوں کی پرستش عام تھی۔ منتیں مرادیں مانتے پوری ہونے پر اولاد کو دیوتاوں کی بھینٹ چڑھادیتے تھے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے،

1۔'ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطا کبیرا، [11]

" اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک ان کا مارنا بڑی خطا ہے"

2۔' وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا، [12]

"اور زمین پر کوئی جاندار نہیں لیکن یہ کہ اس کی روزی کا فرض خدا ہی پر ہے۔"

3۔' قل تعالو اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبا الدین احسانا، ولا تقتلوا اولاد کم من املاق نحن نرزقکم وایاھم، [13]

"کہہ دیجئے، اے پیغمبر آؤ تم کو پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کیا ہے خدا کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان دونوں کو روزی دیتے ہیں۔"

4۔ ' قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم و حرموا ما رزقھم اللہ افترآئ علی اللہ قد ضلو وما کانوا مھتد ین، [14]

"بے شک خراب ہوئے جنہوں نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بے سمجھے اور حرام ٹھرایا جو اللہ نے ان کو رزق دیا جھوٹ باندھ کر اللہ پر بے شک بہکے اور نہ آئے راہ پر۔"

ارشاد نبوی ﷺ

'عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رجل یا رسول اللہﷺ ای الذنب اکبر عند اللہ قال ان تدعواللہ نداوھو خلقک قال ثم ای قال ان تقتل ولدک خشیۃ ان یطعم معک [15]

"عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ خدا کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، فرمایا خدا کے لیے کسی کو شریک ٹھرانا حالانکہ اسی نے تجھ کو پیدا کیا ہے عرض کیا پھر کون سا گناہ فرمایا تیرا اپنی اولاد اس خوف سے قتل کر ڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں گے۔"

زندہ لڑکیوں کو دفن کرنا

اولاد کشی کی ایک اور بڑی صورت پہلی صورتوں سے زیادہ قابل افسوس تھی اور اس کا سبب ان کے نسلی غرور کا غلط مفہوم تھا کہ کوئی عرب یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی اس کا داماد کہلائے چنانچہ اس مصنوعی شرم و عار کے ڈر سے انہوں نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا شروع کر دیا۔اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں قرآن نے کہا کہ تمہارے ہاں لڑکی پیدا ہو تو تمہاری گردن شرم کے مارے جھک جائے اور خدا کو لڑکیوں کا باپ کہتے ہوئے شرم نہ آئے۔

اللہ تعالٰی نے قرآن میں ان کے نظریات کی یوں وضاحت کی۔

'واذا بشرا حدھم بما ضرب للرحمن مثل ظل وجھہ مسودا وھو کظیم، [16]

"اور جب ان میں کسی کو اس کے (لڑکی کے) پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کی وہ رحمت والے خدا پر تہمت باندھتے ہیں تو اندر غصہ کے مارے ان کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

'واذا بشرا حدکم بالانثی ظل وجھہ مسوداوھوکظیم Oیتواری من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الاسآء ما یحکمون O[17]

"اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت اٹھا کر اس کو اپنے پاس رہنے دے یا اس کو مٹی میں دبا دے برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں"

یوں تو عرب کے تمام لوگ اس رسم بد کا شکار تھے لیکن قبیلہ تمیم میں اسکا رواج زیادہ تھا بنو تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے خود آنحضرت کے سامنے اقرار کیا کہ انہوں نے آٹھ دس لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا اے قیس ہر لڑکی کے کفارے میں ایک غلام آذاد کر دو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس غلام نہیں، فرمایا اے قیس ہر لڑکی کے کفارے میں ایک اونٹ کی قربانی کرو۔

بیٹی کی فضیلت

بچی کی پیدائش پر جنت کی بشارت دی اس کو انسانیت کی جڑ قرار دے کر انسانیت پر اس کی اہمیت کو واضح کر دیا جبکہ اس سے قبل واقعات ایسے تھے جن سے روح کانپ اٹھتی ہے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کے ہاں اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں گھر والو: تم پر سلامتی ہو پھر فرشتے بچی کو اپنے سایہ میں لے لیتے ہیں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوتی ہے جو اس کی پرورش اور تربیت کرے گا روز محشر اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہو گی" (طبرانی)

اسلام میں بیٹی کا مقام

جاہلی معاشرہ میں بیٹی اسی مظلومی کی حالت میں تھی جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ خدا کا آخری پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور آپ ﷺ نے دوسرے مظلوموں کی طرح اس مظلوم صنف کی بھی داد رسی فرمائی اور اسے مخصوص مقام عطا فرمایا۔

قرآن مجید نے بیٹی کو زندہ در گور کرنے کو جہنم جانے کا سبب بیان فرمایا،

'واذا اموذة سئلت بای ذنب قتلت، [18]

"اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گی،"

نبی کریم ﷺ نے بیٹی کی تربیت اور اس کے ساتھ شفقت کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا اور فرمایا،

'من ابتلی من البنات بشئی فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار، [19]

"جس پر ان بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے حجاب ہو جاتیں ہیں۔"

ام المومنیں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک فقیرنی میرے پاس آئی اپنی دونوں بیٹیوں کو لیے ہوئے میں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے ہر ایک بیٹی کو ایک ایک کھجور دی اور تیسری کھجور کے لیے منہ سے لگائی اتنے میں اس کی

بیٹیوں نے (وہ کھجور بھی مانگی کھانے کو) اس نے اس کھجور کو جس کو خود کھانا چاہتی تھی دو ٹکڑے کیے اور اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیئے، مجھے یہ حال دیکھ کر تعجب ہوا میں نے جو اس نے کیا رسول اللہ ﷺ کو بیان فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

'ان اللہ قداؤ جب لھا الجنۃ اوا عتقھا بھا من النار، [20]

"اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے اس کے لیے جنت واجب کر دی یا اس کو جہنم سے آزاد کر دیا"

یہی نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ نے بیٹیوں کی اچھی تربیت کرنے والے کو قیامت کے دن اپنے قریب کی خوشخبری سنائی اور فرمایا:

'من عال جاریثین حتیٰ تبلغا جاء یوم القیامۃ انا وھو وضم اصابعہ، [21]

"قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح سے آویں گے اور آپ ﷺ نے انگلیوں کو ملایا"

غرض اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے جو بیٹیوں سے محبت کرنے اور ان کی اچھی طرح پرورش کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ بیٹی ہی جوان ہو کر بیوی بنتی ہے اولاد جننے کے بعد ماں بنتی ہے اگر بیٹی کی پرورش صحیح ہو گی اس کو عمدہ تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ پیراستہ کیا جائے گا تو وہ اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہو گی۔

حدیث کی روشنی میں

ا۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من ولدت لہ ابنۃ فلم ذھا ولم یھنھا ولم یوتر ولدہ علیھا (یعنی الزکور) ادخلہ اللہ بھا الجنۃ۔

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو، پھر وہ نہ تو اسے کوئی ایذاء پہنچائے اور نہ اس کی توہین اور ناقدری کرے، اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اس حسن سلوک کے صلے میں اس کی جنت عطا فرمائے گا۔" (رواہ احمد والحاکم فی المستدرک)

۲۔عن عأشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ من ابتلی من ھذہ البنات بشئ فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار

"حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی" (رواہ البخاری والمسلم)

۳۔عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ من عال جار یتین حتیٰ تبلغا جاءیوم القیمۃ انا وھو ھکذا وضمہ اصا بعہ

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ دو لڑکیوں کا بار اٹھائے اور ان کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے، راوی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا، (یعنی یہ کہ جس طرح یہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص نا کل ساتھ ہوں گے۔" (رواہ المسلم)

۴۔عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ من عال ثلٰث بنات او ثلث اخوات او اختین او بنتین فادبھن واحسن الیھن وزوجھن فلہ الجنۃ۔

"حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بندے نے تین بیٹیوں ے اتین بہنوں یا دو ہی بیٹیوں یا بہنوں کا بار اٹھایا اور ان کی اچھی سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے کے لیے جنت کا فیصلہ ہے۔" (رواہ ابو داؤد و ترمذی)

بیٹی کے خاص حقوق

1۔بیٹی کی ولادت،

حضرت رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں

'من كانت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤ ترولده عليها يعنى الذكور ادخله الجنة۔

"جس کی بیٹی ہوئی اور اس نے نہ تو اسے زندہ در گور کیا نہ حقیر سمجھا نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دی اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا" (سنن احمد، مستدرک حاکم)

2۔بیٹیوں کی تربیت اور پرورش،

تنگی ترشی کے اندر بھی بچیوں کی پرورش اور تربیت پر خاص توجہ دینا اصل کمال ہے اہل ایمان کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ کی زبانی ایک واقعہ سنیے وہ بیان کرتی ہیں،

ایک عورت میرے پاس آئی دو بچیاں اس کے ساتھ تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا میرے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی میں نے وہی دیدی اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں بچیوں کو دے دیئے خود کچھ منہ میں نہ رکھا حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا،

آپ ﷺ نے فرمایا:

من ابتلیٰ هذا البنات بشئ فاحسن الیهن کلن لہ سترا من النار

"ان بچیوں کی وجہ سے جو شخص تکلیف میں مبتلا ہو، پھر بھی ان سے حسن سلوک کرے، وہ بچیاں اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ ودیوار بن جایںٔ گی"(رواہ البخاری والمسلم)

3۔بیٹیاں، بیٹوں کے برابر:

والدین پر ایک بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد میں امتیاز روا نہ رکھیں بیٹوں کو بیٹیوں کے برابر سمجھیں کہ وہ ایک مقدس امانت ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے اس باپ کو جنت کی بشارت دی ہے "جو بیٹی پر اپنی نرینہ اولاد (بیٹوں کو) ترجیح نہ دے"۔

'لم یؤتر ولده علیها یعنی الزکور،(سنن احمد، مستدرک حاکم)

4۔وراثت :

اسی طرح وراثت میں بھی حکم ہے۔

'یوصکم الله فی اولادکم للزکرمثل حظ الانثیین فان کن نسآء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک وان کانت واحدة فلها النصف، 22

"اللہ تعالیٰ اولاد کے بارے میں تمھیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ میں ان کا حصہ دو تہائیؑ ہے اور اکیلی ہو تو اسکا آدھا"

وراثت و ترکہ میں حصہ:

مذہب عالم میں اسلام کا سر فخر سے بلند ہے کہ اس نے بیٹوں کے ساتھ بیٹیوں کو ترکہ و ورثہ میں شریک ٹھرایا ہے اور ان کا جائز حق رکھیں دلایا ہے ان کا حصہ بھائیوں سے نصف ہے کہ ان کی ذمہ داریاں بھی اسی طرح کم ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں سے محبت

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ محبت:

کان النبی ﷺ اذارجع من غزوه او سفر بدا با لمسجد ثم يأتى فاطمة، [23]

"یا رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوہ یا سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد آتے پھر سیدہ فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے"۔

امام مسلم نے حضرت عاشہؓ سے روایت نقل کی ہے،

کن ارواج النبی ﷺ عنده،لم يغادر منهن واحدة فأقبلت فاطمةؓ، تمشى ما تخطئ مشيتها من مشية رسول الله ﷺ شيئا فلما رآها رحب بها فقال: مرحبا با بنتى ثم أجلسها عن يمينه أوعن شماله،

"نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے پاس بیٹھی تھیں، وہاں سے کوئی ایک بھی نہیں گئی تھی کہ فاطمہؓ چلتے ہوئے آئیں ان کی چال ہو بہو رسول اللہ ﷺ والی چال تھی۔آنخضرت ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو خوش آمدید کرتے ہوئے فرمایا(خوش آمدید میری بیٹی) پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے دایئں یا بایئں جانب بٹھایا"(رواہ المسلم)

حضرت زینبؓ سے محبت:

حضرت زینبؓ خلق اور خلق میں اپنے عدیم النظیر سیدالاولین وآخرین اور عظیم بات کی واضح تصویر تھیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے،

'عن انسؓ قال: شهدنا بنت الرسول اللهﷺ وقال ورسول اللهﷺ جالس على القبل

قال فرأيت عينيه تدمعان قال فقال هل منكم رجل لم يقارف الليلة فقال أبو طلحة أنا قال فأنزل قال فنزل فی قبرنا،[24]

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضورﷺ کی ایک صاحبزادی کے جنازے میں شریک تھے اور حضورﷺ قبر پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ آپﷺ نی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے آپﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو، ابو طلحہؓ نے جواب دیا، کہ میں آپﷺ نے فرمایا، کہ قبر میں اترو چنانچہ وہ قبر میں اترے"۔

حضرت رقیہؓ سے محبت:

آپﷺ اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے بھی بے حد محبت فرماتے تھے، آپﷺ اپنی ضروریات پر حضرت رقیہؓ کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے۔ آپﷺ کے گھر کئی دن فاقہ رہتا لیکن کبھی گوشت پکاتے تو پیالہ بھر کر اپنی بیٹی حضرت رقیہؓ کے ہاں بھجوا دیتے۔ [25]

حضرت ام کلثومؓ:

حضرت عثمانؓ نے آپﷺ کی بیٹیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے جو حسن سلوک کیا آپﷺ نے اس کی ہمیشہ قدر کی۔ ام کلثومؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ روتے رہے تو حضورﷺ بڑی شفقت سے رونے کا سبب دریافت کیا، حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ ام کلثومؓ کی وفات سے رشتہ صہر ٹوٹ گیا تو آپﷺ نے فرمایا:

'کلا اندلا یقطع الصهر الموت انما یقطعه الطلاق ولو کانت عندنا ثالثة،

"ہر گز نہیں: موت سسرالی رشتے کو منقطع نہیں کرتی اسے تو صرف طلاق ختم کرتی ہے، اگر ہماری تیسری بیٹی ہوتی تو آپؓ سے شادی کر دیتے"

'بیٹے بیٹیاں اللہ ہی دیتا'

اللہ نے فرمایا،

یہب لمن یشاءاناثا ویہب لمن یشاء الذکورOاویزوجہم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاءعقیما،انہ علیم قدیر O[26]

'اللہ جس کو چاہتا ہے، بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے، یا لڑکے اور لڑکیاں دونوں دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، بیشک وہ بڑے علم اور بڑی قدرت والا ہے۔"

حاصل کلام

بیٹی کے حقوق اسلام نے واضع کیے ہیں۔ بیٹی اللہ کی ایک مقدس امانت ہے۔ اور اللہ نے بیٹی کو رحمت قرار دیا ہے۔ رحمت کا کوئی حساب نہیں۔ بیٹی کو زمانہ جہالیت کی طرح مارنا، زندہ دفن کرنا، ان کو برا کہنا یہ سب انسان اپنے ساتھ غلط کرتا ہے۔ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اور آخرت میں ان سے حساب ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

عورت کے لیے یہ بہت ہی مبارک ہے کہ اسکی پہلی اولاد لڑکی ہو۔

جس شخص کی بیٹیاں ہوں اسے برا مت سمجھو کیونکہ میں بھی بیٹی کا باپ ہوں۔ جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے لڑکی تو زمین پر اتر میں تیرے باپ کی مدد کرونگا۔ جب اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے تو زمین پہ بیٹی پیدا فرماتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. لوئس معلوف، المنجد، کراچی، دارالاشاعت ص:1994،225ء
2. راغب اصفہانی امام مفردات القرآن لاہور المکتبہ القاسمیہ، ص:1963،234ء
3. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:8، ص:1973،438
4. التحریم: 6
5. علی المتقی، علاوالدین، کنزالعمال، حدیث: 45414، بیروت، موسہ الرسالتہ، ج:14، ص:458 ،1979ء
6. صحیح مسلم، قاہرہ، دارالحدیث، کتاب الصلوۃ، باب الفضل الاذان وحرب الشیطان، ص:739
7. غزالی، ابو حامد، امام حجتہ اسلام، احیاء علوم الدین، لاہور، ج:2، ص:63
8. سنن ابی داود، کتاب الاداب، باب فی تغییر رحمانیہ، ج:2، ص:63الاسماء کتاب السنہ ج:4949، ص:1586
9. سنن نسائی، کتاب العقیقہ، باب کم یعتق عن الجاریتہ کتاب السنہ، ص:2364
10. بقرہ:138
11. بنی اسرائیل : 31
12. ہود:6
13. سورۃ الانعام:151
14. سورۃ الانعام:140
15. نذیر احمد، مولوی، الحقوق والفرائض، دہلی المطابع، ج2، ص170

16. سورۃالزخرف:17

17. سورۃالنحل،58،59

18. السنن ابی داؤد(مترجم وحیدالزماں علامہ)قرآن محل کراچی،ط1987ء

19. مسلم بن حجاج،امام،الجامع الصحیح،ج7،ص38،39

20. مسلم بن حجاج،امام،الجامع الصحیح،ج7،ص59

21. مسلم بن حجاج،امام،الجمع الصحیح،ج7،ص59

22. سورۃالنسآء:11

23. ابن سعد،طبقات،ج8،ص22

24. محمدبن اسماعیل البخاری،امام،الجامع الصحیح،کتاب الجنائز،ح1225

25. سیرت شامی،ج11،ص34

26. سورۃالشوری : 49،50

☆☆☆☆☆

اللہ اور انسان سے محبت

(ایمن نعیم، بی ایس، سمسٹر دوم)

اللہ اور انسانوں کی محبت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ میں کہتی ہوں انسانوں سے محبت کر کے وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے آپ خود کو اللہ کی محبت میں مصروف کر لو کیونکہ انسانوں کی محبت بڑی عارضی ہوتی ہے جبکہ اللہ کی محبت دائمی ہوتی ہے اور انسان کی محبت مطلبی ہوتی ہے جبکہ اللہ کی محبت بغیر مطلب کے ہوتی ہے وہ تو اپنے بندوں سے بے تحاشہ محبت کرتا ہے اور وہ خود کہتا ہے میں اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہوں۔ اور پھر کہا میرا بندہ میری طرف ایک قدم بڑھاتا ہے میں اسکی جانب دس قدم بڑھاتا ہوں۔ میں انسانوں سے محبت کرنے کو نہیں مانتی

انسانوں کی محبت رپلیس ہو جاتی ہے کوئی آپ سے محبت کرتا ہے تو کل کو آپکی جگہ وہ کسی اور کو دے دیتا ہے۔ جبکہ اللہ کی محبت رپلیس نہیں ہوتی جب بندہ اسکا بن کر رہتا ہے تو وہ اس بندے کو اپنی محبت عطا کرتا ہے وہ اپنے بندے کو تھام لیتا ہے وہ اپنے بندے کو گرنے نہیں دیتا۔ میں کہتی ہوں ہم انسانوں سے محبت کرتے ہیں اور انسان کی محبت کے لئے مرنے کو تیار ہوتے ہیں سب کچھ لٹانے کو تیار ہوتے ہیں اور بعض اوقات لٹا بھی دیتے ہیں مگر پھر بھی ہمیں کچھ نہیں ملتا اور اگر یہی ہم اپنا مال اللہ کی راہ میں دے دیں اور اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کریں تو اللہ وہ وہ دے گا اور وہاں وہاں سے دے گا جہاں سے کبھی ہم نے سوچا بھی نہ ہو گا۔ انسانوں سے محبت نہیں ہوتی بس عادت ہوتی ہے اور یہ سچ ہے کوئی بھی انسان جب تک ہمارے ساتھ ہوتا ہے ہمیں اسکی عادت ہوتی ہے جب وہ چلا جاتا ہے آہستہ آہستہ ہمیں اسکی عادت ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ اللہ کی محبت یہ وہ چیز ہے کہ جس کے بغیر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں رہ جاتا۔ جب ہم دل میں اللہ کی محبت نہیں رکھتے تو کچھ بھی نہیں بچتا ہمارے پاس، اللہ کی محبت وہ ہے جس کے بغیر ہم انسان جی نہیں سکتے۔

کنفیوشس مت کا مذہبی ادب

(عنبرین کنول، بی ایس-6 سمسٹر)

کنفیوشس اپنے شاگردوں کو قوم کی قدیم تاریخ اور ادب کی تعلیم دیتا، ساتھ ہی ساتھ وہ ان کو انسانی فرائض کے اصول اور حکومت کے اصول سمجھاتا. یہ اس کی زندگی کا کام تھا جس کو نہ اس نے تحریری شکل دی اور نہ ہی خود شروع کر سکا ۔اس کا پہلا سوانح نگار Ze-Ma chien کہتا ہے۔

"اس نے تاریخ کی کتاب پر مقدمہ لکھا، ان رسومات اور تقریبات کا محتاط انداز سے جائزہ لیا جن کو قدیم حکماء اور سلاطین نے نافذ کیا تھا، قدیم نظموں کی تدوین کی اور انہیں مرتب کیا اور موسیقی میں اصلاحات کیں "

1۔ابتدائی تالیف:

لیوس ہاؤڈوس اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"شاہی خاندان (206 قبل مسیح تا 220 عیسوی) کے دورِ حکومت میں پانچ اعلیٰ صحیفے مرتب ہوئے۔252 عیسوی میں ان کو پتھر کی تختیوں پر کندہ کیا گیا اور دار السلطنت میں رکھا گیا، اور اسی طرح ایک معیاری اور مستند نسخہ مہیا کیا گیا بعد میں ان پانچ صحیفوں پر چار کتابوں کا اضافہ کیا گیا۔[1]

2۔کتب کا مقام و مرتبہ:

کنفیوشس کی بنیادی کتب پانچ ہیں اور یہ کتب پانچ کنگ (five kings) کہلاتی ہیں۔اور چار افکاری کتب ہیں اور یہ کتب کنفیوشس مت کی مقدس کتب ہیں۔اس مذہب کو اکثر مذہب کتب کہا گیا ہے۔دونوں مجموعے کنفیوشس مت کی انجیل کے قائم مقام ہیں۔[2]

پانچ بنیادی کتب درج ذیل ہیں :

شو کنگ، شی کنگ، یی کنگ، لی کی اور چون چن شامل ہیں۔

شو کنگ :

چین کی عظیم کتب میں سے یہ قدیم ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب تاریخ کی کتاب ہے۔ جو تاریخی دستاویزات پر مشتمل ہے۔ جس میں اڑھائی ہزار قبل مسیح سے لے کر چھٹی صدی قبل مسیح تک کے مختلف شاہی خاندانوں کے حالات مذکور ہیں نیز ان کی تاریخی تقریریں شامل ہیں جو پہلے سو تھیں اب اٹھاون رہ گئی ہیں۔ کتاب کے پانچ حصّے ہیں: جو یاؤ، یو، سیہ، شانگ اور چو کے خاندان پر مشتمل ہے، لیکن سب سے مکمل اور ہم آہنگ دستاویز یاؤ بادشاہ کی ہے شو کنگ کا مذہب میں ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اس کتاب کو The book of history یا The book of documents بھی کہا جاتا ہے۔ [3]

اس کتاب کا اردو ترجمہ اس وقت موجود ہے۔ جو صحیفہ چین کے نام سے ہے اور مصنف سیّد اسد علی انوری فرید آبادی ہیں۔ اردو ترجمہ اس انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے جو مسٹر ڈبلیو گورن اولڈ نے بک آف ہسٹری کے نام سے 1918ء میں شائع ہوئی۔ [4]

2۔ شی کنگ:

شی کنگ چین کی دوسری قدیم ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر شاعری کی کتاب ہے۔ اس منظوم کتاب میں اٹھارہ سو قبل مسیح سے لے کر چھٹی صدی قبل مسیح تک مختلف خاندانوں کے حالات نظم کی صورت

میں ملتے ہے۔ابتداء میں کوئی تین ہزار نظموں پر مشتمل تھی جن میں سے کنفیوشس نے تین سو پانچ نظموں کا انتخاب کیا جو آگے منتقل ہوئیں۔ [5]

اس میں نظمیں، قصے، گیت، حمد، رسومات اور تقریبات کے گیت ہیں۔لوک گیت کے حصّے کو Song of the Dove، چھوٹی غزلیات کوThe Deer Cries، بڑی غزلیات کو، king wenاور حمدوں کو Temple of purityسے شروع کیا۔اس کتاب کو The Book of Odes بھی کہا جاتا ہے۔[6]

3۔یی کنگ:

اس کو کتاب تغیرات اور ای چنگ بھی کہا جاتا ہے۔یہ وان وانگ کے تصورات کے نتائج ہیں۔ کنفیوشس کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ اس نے بڑھاپے میں یہ کہا: "اگر مجھے زندگی کے چند سال اور مل جاتے تو میں یی کنگ کا مزید مطالعہ کرتا تو تب میں غلطیوں کے ارتکاب سے بچ جاتا " [7]

اس کتاب میں انسانوں کے تمام علوم موجود ہیں جن میں جدید تخلیقی سائنس بھی شامل ہے۔لیکن افسوس کہ triagramاور hexagram کا صحیح مفہوم بھلا دیا گیا ہے اور صدیوں سے یہ سحر اور علم نجوم میں استعمال ہوتے تھے۔

4۔لی کی:

یہ رسموں کی کتاب ہے۔اس کتاب کو لی چی، آئی لی، The Book of ceremonies اور The Book of Rites بھی کہا جاتا ہے۔اس میں ان سب رسوم کا ذکر ہے جو مذہبی اور غیر مذہبی

تہواروں پر ضروری ہیں۔ لی کی میں تعلیم، موسیقی اور مرکزی ہم آہنگی جیسے مضامین پر بحث ہے لیکن اس کتاب کا ایک بڑا حصہ سوگ کی رسومات میں مناسب طریقہ کار کی دقیق وضاحت پر مشتمل ہے۔[8]

-5 چون چن:

اس کتاب کو The spring and Autumn Annals بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب بہار اور خزاں کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں آٹھویں صدی قبل مسیح (481تا722 اپنی وفات کے کچھ عرصہ قبل) تک کے حالات بیان کیے ہیں۔ کنفیوشس جس تحریر کا دعویٰ کرتا تھا کہ وہ اس کی اپنی ہے وہ یہ ہی ہے جس کو ایک ناکافی تالیف سمجھا جاسکتا ہے۔ کنفیوشس نے بارہ سلطنتوں کی تاریخی دستاویزات پر مشتمل چون چن مدون کی۔ اس کتاب میں لو (Lu) کو نمایاں اور اہم حیثیت دی گئی ہے، چو (chou) کو قابل احترام سمجھا گیا ہے، شانگ (shang) کو ماضی کی طرف منتقل کر دیا ہے اور پھر ان تینوں خاندانوں کی شان و شوکت کو ایک رہنما اصول کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔[9]

ان Five Kings کے علاوہ، کنفیوشس مت میں چار مزید کتابیں ہیں وہ درج ذیل ہیں: لن یو، نظریہ اعتدال، علم عظیم اور چونگ جونگ شامل ہیں۔

لن یو (Lun-Yu):

انگلش میں یہ "انیلکٹس" کے نام سے مشہور ہے اس کتاب کے مطالعہ سے کنفیوشس مت کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ یہ کنفیوشس اور اس کے شاگردوں کے مابین مختلف موضوعات پر مبنی گفتگو کی دستاویزات کا مجموعہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں کنفیوشس لوگوں سے باتیں کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں زندگی کے حقائق عام فہم کہانیوں اور تمثیلوں میں بیان کیے گئے ہیں۔[10]

نظریہ اعتدال(Meng-Tzu) :

یہ کتاب کنفیوشس کے اقوال ماننے والے مفکرین کے اقوال پر مبنی ہے اور یہ فلسفہ کنفیوشس کو سمجھنے کے لیے زینے کا کام دیتی ہے۔اس کتاب کو The Works of Mencius اور The Book of Mencius بھی کہا جاتا ہے۔ [11]

علم عظیم(Ta Hsueh) :

کتاب علم عظیم دراصل لی کی کا باب 39 ہے لیکن بعد میں اسے اس کی افادیت کی بناء پر الگ سے تیار کر لیا گیا۔ گیارھویں صدی کے کچھ لوگوں نے اس کو ترتیب دیا۔اس میں کنفیوشس کے تعلیمی، اخلاقی اور سیاسی پروگرام مختصر ترین لفظوں میں بیان ہوئے ہیں۔ The Great Learning کا ایک اصول یہ ہے کہ اس میں ابتداء اور انتہا، اندرونی اور بیرونی، بنیادی اور ثانوی کا بڑے واضح انداز میں فرق بیان کیا ہے۔[12]

چونگ جونگ(Chung Yung) :

چونگ جونگ کو The Doctrine of the Mean بھی کہا جاتا ہے۔یہ کتاب دراصل لی کی کا باب نمبر 28 ہے اور کنفیوشس کے فلسفیانہ افکار کی بڑی عمدہ تشریح ہے، جس میں خاص طور پر فطرت انسانی اور کائنات کے نظامِ اخلاق پر گفتگو کی گئی ہے۔ [13]

حاصل کلام:

کنفیوشس مت کے ادب کی کتابوں کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کتابوں کو مختلف آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کنفیوشس مت کی کتب کی درجہ بندی مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے۔ مختلف فلسفیوں نے ان کتب

Five Classics -یا Five Books کی درجہ بندی سنگ (Sung) خاندان کے دور کے فلسفیوں خصوصاً چو-سی (Chu-Hsi) نے کی اور یہ اب تک اسی ترتیب سے مقبول ہیں۔

مصادر و مراجع

1. احمد عبداللہ، مذاہب عالم، لاہور مکی دارالکتب، جنوری 2002ء، ص:226
2. ایضاً
3. شیخ احمد دیدات، مترجم: مصباح اکرم، کنفیوشس، زرتشت اور اسلام، لاہور، مشتاق بک کارنر، س ط-ن، ص26
4. اسد علی انوری، فرید آبادی، صحیفہ چین، دیلی، مکتبہ جامعہ، س ط-ن، ص:6
5. شیخ احمد دیدات، مترجم: مصباح اکرم، کنفیوشس'زرتشت اور اسلام، لاہور، مشتاق بک کارنر، س ط-ن، ص27،26
6. (Szuma Chien, Selections from Records of the Historian, Foreign Languages press, Peking, 1979,p:22
7. وہاب اشرفی، پروفیسر، تاریخ ادبیاتِ عالم، دہلی، ایجوکیشنل، پبلشنگ ہاؤس، س ط-ن، ج1، ص17
8. Federic Spiegelberg, Living Religious of the World,Pitman, Press ,London, 1957 ,p: 320
9. Relegious System of the World, Swan Sonnenschien & Co.London,1904,p ; 63
10. شیخ احمد دیدات، کنفیوشس، زرتشت اور اسلام، ص:28

11. ایضاً، ص:27

12. S. E Frost,The Sacred Writings of the World's Great Religions,perma Gaints, New York p:113

13. شیخ احمد دیدات، کنفیوشس،زرتشت اور اسلام، ص:28

☆☆☆☆☆

ماں کی بیٹی کو وصیت

(عنبرین کنول، بی ایس، سمسٹر 6)

اے میری پیاری بیٹی !

بے شک اگر وصیت فراوانی ادب کی وجہ سے چھوڑی جاتی تو وہ اس وجہ سے تیرے لئے ہی چھوڑی جاتی۔ لیکن یہ تو غافل کے لیے یاد دہانی اور عاقل کے لیے مددگار ہوتی ہے اور اگر کوئی خاتون اپنے ماں باپ کی دولت اور ان دونوں کو اس کی زیادہ ضرورت کی وجہ سے بے نیاز ہو سکتی تو تُو ہی سب لوگوں سے زیادہ بے نیاز ہوتی۔

اے میری پیاری بیٹی !

بے شک تم ایسی فضا سے جُدا ہو رہی ہو جس میں تم نے جنم لیا، اور اس آشیانے کو چھوڑ رہی ہو جس میں تم پروان چڑھی، ایک ایسے گھونسلے کی طرف (جا رہی ہو) جس سے تم نا آشنا ہو اور ایک ایسے ساتھی (کے پاس جا رہی ہو) جس سے تم نامانوس ہو۔ لہٰذا مجھ سے آٹھ نصیحتیں (اٹھا کر) اپنے ساتھ لے جاؤ جو تمہارے لیے ذخیرہ (فائدہ مند) ہوں گی:

- اس کے ساتھ قناعت کے ساتھ رہو۔
- اور اس کے ساتھ اچھی فرمانبرداری اور اطاعت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔
- اس کی نگاہ تمہارے کسی عیب پر نہ پڑے۔
- اس کے کھانے کے وقت کا خیال رکھو۔

- اوراس کی نیند کے وقت خاموش رہو اس لیے کہ بھوک کی حرارت (غصّہ کو) بڑھکانے والی ہے اور نیند میں خلل اندازی نفرت انگیز ہے۔

- اس کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے اظہارِ خوشی سے بچو اگروہ غمگیں ہو، اوراس کے پاس اظہارِ رنجیدگی سے بچو اگروہ خوش ہو، کیونکہ پہلی عادت کوتاہی میں سے ہے اور دوسری ناگواری میں سے ہے۔

- اور سب لوگوں سے زیادہ اس کی تعظیم کرنے والی ہو جاؤ وہ ان سب سے زیادہ تمہارے لیے عزت کرنے والا ہو گا۔

- جب تک کہ تو اس کی رضا کو اپنی رضا پر، اوراس کی چاہت کو اپنی چاہت پر ترجیح نہ دے ان تمام چیزوں میں جنہیں تو پسند کرے یا ناپسند کرے تم اپنی پسندیدگی تک نہیں پہنچو گی۔ اور اللہ تیرا بھلا کرے۔

☆☆☆☆☆

سد ذرائع

(سوہا رشید، بی ایس، سمسٹر 8)

وہ ماخذ جن کا مرجع غور و فکر اور عقل ورائے ہیں، ان میں بنیادی ماخذ قیاس ہے اور اس میں استحسان، مصالحہ مرسلہ، استصحاب اور سد ذرائع کو بھی شامل کیا جاسکتا ہیں۔ ماخذ کی اس مستقل نوع کو عقلی کہتے ہیں کیونکہ اس میں احکام غور و فکر اور عقل ورائے کے استعمال سے معلوم کئے جاتے ہیں، کیونکہ یہ احکام براہ راست شارع سے منقول نہیں ہوتے۔ ہم یہاں سد ذرائع کی بحث کو تفصیلا پڑھے گے۔ [1]

ذرائع و مسائل اور اسباب کا انسداد کو روک دینا جو مفاسد یا مصیبت کا ذریعہ بنتے ہوں ان ذرائع کو سد ذرائع کہا جاتا ہے۔ ذرائع ایسے کے معنی وسائل کے ہے۔ زریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے لیے وسیلے یا راستے کو کہتے ہے، خواہ یہ چیز خرابی (مفسدہ) کا باعث ہو یا فائدہ (مصلحۃ) کا باعث ہو اور یہ قول یا فعل ہو۔ لیکن موجودہ سیاق وسباق میں لفظ ذرائع کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں۔ چنانچہ جب یہ کہا جائے کہ فلاں چیز سد ذرائع کی قبیل سے ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس کا تعلق ان وسائل واسباب کو روکنے سے ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں۔ جو لوگ سد ذرائع کو ادلہ احکام میں سے کوئی مستقل دلیل نہیں مانتے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب تک ایک فعل مباح ہو اور اس کے کرنے اجازت ہو تو محض اس اندیشہ واحتمال سے کہ وہ خرابی وفساد کا باعث بن سکتا ہے اس کو ممنوع قرار نہیں نہیں دیا جا سکتا۔ اس قسم کے احتمال کبھی وقوع پزیر ہوتے ہے کبھی نہیں ہوتا۔ اگر مقاصد ایسے ہوں جن تک صرف اسباب و ذرائع سے ہوتی ہو، اور ان مقاصد تک پہنچاتے ہوں تو ان مقاصد تک پہنچنے کے ذرائع کے ذرائع ان کے تابع ہوں گے اور وہ انہی کے سبب معتبر ہوگے۔ حرام چیزوں اور معاصی تک پہنچانے والے وسائل مکروہ یا ممنوع کہلاتے ہے۔ کیونکہ

وہ حرام مقاصد تک لے جاتے ہے اور اس مقصد کے ساتھ مربوط ہو جاتے ہے۔ کسی مقصد کا ذریعہ اسی مقصد کا تابع ہوتا ہے۔ [2]

سدذرائع کے معنی:

السد فی للغۃ اغلاق الخلیل والذریعہ الوسیلۃ الی الشیی وفی الصطلاح ھی الاشیاء اللتی ظاھرھا الا باخۃ و یتوصل بھا الی فعل محظور [3]

سد لغت میں بند کرنے کو کہتے ہیں اور زریعہ لغت میں کسی چیز تک پہنچانے والے وسیلہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ذرائع ان اشیاء کو کہا جاتا ہیں جن کا ظاھر اور جن کی ذات تو مباح ہو لیکن وہ شئ کسی ممنوع چیز کی طرف لے جانے کا سبب بنتی ہو۔

سدذرائع کا مطلب:

سدذرائع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس ذریعہ سے روکا جائے جو کسی حرام چیز تک پہنچانے کا سبب بنے اگرچہ وہ ذریعہ فی نفسہ جائز اور مباح ہو لیکن اس کے مفضی الی الحرام ہونے کی وجہ سے اس میں حرمت آجائے گی، ہاں اگر اس میں یہ بات نہ ہو تو پھر اسکا یہ حکم نہیں ہو گا بلکہ وہ اپنے اصل جواز پر باقی رہے گا اور اس سے اس کو روکا نہیں جائے گا، ذرائع دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو حرام فعل کا ذریعہ بنے، دوسرے وہ جو کسی واجب اور مستحب فعل کا ذریعہ بنے لیکن چونکہ یہاں مقصود سدذرائع کو بیان کرنا ہے اس لئے صرف ان ذرائع کو اور ان احکام کو بیان کیا جائے گا جو حرام فعل کا ذریعہ اور وسیلہ بنے۔

سدذرائع کی اہمیت:

قرآن میں سدذرائع کی حجیت

سدذرائع کے نظائر خود کتاب اللہ میں بھی ہیں اس کی مثال درج ذیل ہیں۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

ولا تسبو االذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدو بغیر حساب [4]

"اور برا بھلا مت کہوان کو جن کی یہ لوگ خدا چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں(یعنی ان کے معبودوں کو) کیوں کہ وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کرے گے۔"

آیت بالا میں اللہ جل شانہ نے مشرکین کے معبودوں کو برا کہنے سے منع کیا،جب کہ ان کو برا کہنا اللہ کی حمیت اوران معبودان باطلہ کی اہانت کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔لیکن یہ عمل خود اللہ کو برا کہنے کا باعث اور ذریعہ بنتا ہے اس لئے منع کر دیا گیا،اس آیت سے ایک مباح ااور جائز عمل (معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے) سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ عمل ایک حرام فعل (معبود حقیقی کو برا بھلا کہنے) کو مستلزم تھااور یہی تو سد ذریعہ ہے۔

حدیث کی روشنی میں سدذرائع کے حجیت

سدذرائع کے نظائر احادیث میں بھی ملتے ہیں:

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میدان جنگ میں کسی چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں حالانکہ چور کی سزا قطع ید ہی ہے لیکن میدان جنگ میں اگر چور کا کاٹا جائے تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ کافروں سے مل جائے اور مسلمانوں کی مخبری کر کے انہیں غیر معمولی نقصان پہنچائے اور کافروں کی تقویت کا ذریعہ بن جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں حدود نافذ کرنے سے منع فرمایا:

سمعت النبی ﷺ یقول:لا تقطع الایدی فی الغزو۔ [5]

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ میں کسی کے ہاتھ مت کاٹ۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے موقع پر کافروں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے سے منع فرمایا حلانکہ یہ عمل مباح اور جائز ہے لیکن جنگ کے موقع پر فروخت کرنے سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا کیونکہ وہ ہتھیار مسلمانوں کے خلاف ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ ممنوع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع سے کافروں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنے سے منع کرنا یہی تو سد ذرائع ہے۔

سد ذرائع کی حکمت:

اس کی حکمت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس شریعت اور اس کے متبعین کی ایک جماعت کو قیامت تک باقی رکھنے کی ذمہ داری لی ہے اور ظاہر ہے اس مقصد میں کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب کہ معاصی و فواحش سے ان کی حفاظت ہو اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اس کی تکمیل بغیر ان ذرائع و اسباب پر روک لگائے نہیں ہو سکتی:

وذلک لما تکفل سبحانہ وتعالیٰ حفظ ھذہ الشریعۃ وابقاء طائفۃمن ھذہ الأمۃ علی الشریعۃ السنۃ الی یوم القیامۃ ،وذلک لم یکن متصور االابالحفظ عن الفواحش والمعاصی۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی 751ھ) اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں: اگر معاصی اور محرمات سے اللہ تعالیٰ روک دیتا اور ان ذرائع پر روک نہ لگاتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ ایک طرف معاصی سے تو روکا گیا لیکن دوسری طرف معاصی پر آمادہ کرنے والی چیزوں کو بحال رکھا اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے بار بار معاصی کا ارتکاب ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ اور اس کے ہمہ گیر علم کے سراسر منافی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اصل کو حرام قرار دینے کے ساتھ اس کے ذرائع کو حرام قرار کر دیا۔ اس لئے جب شراب حرام کی گئی تو اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ اس کی بیع و شراء کو بھی حرام قرار دیا گیا کیوں کہ شراب خمر کا ذریعہ بن سکتی ہے، اسی طرح جب ظلم اور اس کے عدم معافی کا اعلان کیا گیا تو ان تمام ذرائع کو بھی حرام قرار دیا جو اس شرک تک پہنچانے والے تھے مثلاً تصویر کشی، اسی طرح طلوع و غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے پڑھنے سے منع کیا گیا تاکہ پرستش آفتاب کا شبہ نہ ہو۔ [6]

سدذرائع کے درجات:

سدذرائع ان جائزافعال کو مسخ کردیناجو شریعت کی منسوخ ہوئی باتوں کاذریعہ بن سکتی ہیں۔ذرائع کے چار درجات ہوتے ہیں:

اول: یہ کہ وہ کام یقینی طور پر کسی مفسدہ کاذریعہ بنے گا جیسے کہ کسی کے دروازہ کے سامنے کنواں کھود دیا جائے۔

دوم: یہ کہ اس کام کے مفسدہ کاذریعہ بننے کا ظن غالب ہو، جیسے شراب ساز سے انگور کارس یااہل حرب سے ہتھیار فروخت کرنا۔

سوم: یہ کہ اس کام سے مفسدہ کاپیدا ہوناماہوم ہواور کبھی کبھی اتفاقااس سے مفسدہ پیدا ہو جاتاہو، جیسے کہ کسی شخص کا کسی مناسب جگہ پر کنواں کھودنا کہ اس میں کسی کا گر کرڈوب جانا، موہوم بات ہے یہ جائز ہے۔

چہارم: یہ کہ اس سے بہ کثرت مفسدہ پیدا ہوتاہو حالانکہ اصل میں وہ جائز و مشروع ہو جیسے: نکاح حلالہ، مرض موت میں طلاق دیناوغیرہ۔

یہ صورت قصد وارادہ پر موقوف ہے۔اگر فعل حرام کے لئے حیلہ اختیار کرنامقصود ہوتاتوناجائز ہوگا ورنہ نہیں۔ [7]

سدذرائع کے حوالہ سے انسانی افعال کی اقسام:

پہلی قسم: ایسے افعال جو شاذ ونادر فساداور خرابی کاذریعہ بنتے ہیں۔اس مصلحت یعنی نفع اور فائدہ کاامکان زیادہ ہوتاہیں،اور مفسدہ یعنی خرابی ونقصان کاکم ہوتاہے۔ جیسے اس عورت کو دیکھنایااس پر نگاہ ڈالناجس کے ساتھ منگنی ہوئی ہو، یاہونے والی ہو،یااس کے بارے میں گواہی دیناہو۔چونکہ یہ اندیشہ اوراحتمال موہوم اور مرجوح ہیں،اس لئے شارع نے۔چہ

مان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی،اوران کواعتبار کے قابل ہی نہیں سمجھااس قسم میں سد ذرائع کااصول استعمال نہیں ہوگا۔

دوسری قسم:ایسے افعال جو مفسدہ یعنی خرابی یانقصان کا کثرت سے ذریعہ بنتے ہوں توان کامفسدہ یعنی نقصان مصلحت یعنی فائدہ سے زیادہ راجح ہے۔ جیسے شورش وفتنہ کے زمانہ میں ہے ہتھیار فروخت کرنا۔اس قسم میں سد ذرائع کے ماخذ کواستعمال کرکے ان پر سختی کرکے ان امور سے روک دیاجایئگا کیونکہ یہ فساد کاذریعہ بنے گے۔

تیسری قسم:اس قسم میں جوذرائع وسائل شامل ہیں اگرمکلف ان کوان مقاصد کے خلاف استعمال کرے جن کے لئے ان کوبنا گیا تھاتووہ خرابی طرف لے جائیں، جیسے ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے پھراس سے شادی کرنے کے لئے اس کانکاح کسی اور شخص سے کروائے تو یہ نکاح کیاغلط استعمال ہے۔ تیسری قسم میں شامل افعال کے بارے میں اختلاف ہے، کہ مفسدہ(خرابی)کاسبب بننے کی وجہ سے اس کی ممانعت ہے یانہیں۔ سد ذرائع اصول فقہ میں ایک تسلیم شدہ اصول ہے۔اور ماخذ احکام میں سے یہ بھی ایک ماخذ(دلیل) ہے کیونکہ یہ ایک ایسی اصل ہے جس میں کتاب وسنت نے بھی معتبر سمجھاہے۔[8]

سد ذرائع بطور ماخذ اصول فقہ:

خاص طور پر امام مالک نے سد ذرائع کوایک اصل مانااوراسکو مشہوراوراس کو مشہور مسائل میں سے شمار کیاہے۔فقہاء نے دعویٰ کیاہے کہ امام مالک کے علاوہ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اصول کااعتبار نہیں کیاگیا۔لیکن مالکی فقہاء کابیان کرتے ہیں کہ بہت سے دوسرے فقہاءامام مالک کے مسلک میں شریک ہوگئے ہیں اگرچہ انہوں نے اس کا یہ نام نہیں رکھا۔[9]

راجح قول:

سد ذرائع ادلہ احکام میں سے ایک دلیل ہے اور جو لوگ اس کو تشریعی اصول نہیں مانتے وہ اپنے بعض اجتہادی مسائل میں اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہے۔ وہ اس کا اعتبار کسی دوسری اصل یا دوسرے قائدے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک اہل ظاہر ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اسلحہ کی بیع اس شخص کے لئے باطل ہے جس کے بارے میں یہ یقین ہو وہ دشمنی کی وجہ سے پر امن لوگوں پر استعمال کریں گے اور انگور کی بیع اس شخص کو باطل ہے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ شیرے سے شراب بنائے گے اس لیے کہ یہ گناہ کے معاملے میں مدد کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے جائز نہیں ''وتعاونوا على البر و التقوى ولا على اثم والعدوان ''[10]

اور احناف مطلقہ فارہ کے مسئلہ میں ایک صحابی کے قول پر عمل کرتے ہیں اس لیے کی اس کی مخالف کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اور اسی طرح ملکیہ بھی سد ذرائع پر عمل کرنے میں تنہا نہیں ہیں جیسے ان کے بارے میں کہا گیا ہے بلکہ وہ اس پر عمل دوسرے حضرات کی نسبت زیادہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مالکی فقیہ قرافی المالکی فرماتے ہیں کہ البتہ ذرائع تو اس علماء کا اجماع ہے۔ [11]

مصادر و مراجع

1. عبدالکریم، زیدان، ڈاکٹر، جامع الاصول (اردو ترجمہ: الوجیز فی اصول الفقہ)، یونیک ویژن اسلام آباد، ستمبر 2014ء، ص169:170
2. عبدالکریم، زیدان، ڈاکٹر، جامع الاصول (اردو ترجمہ: الوجیز فی اصول الفقہ)، یونیک ویژن اسلام آباد، ستمبر 2014ء، ص375

3. احرف السین، لموسوعۃ الفقھیہ، وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیۃ-الکویت، طبع اول:1996، جلد 24، ص:276

4. سورۃ الانعام6: 108

5. امام ترمذی، سنن الترمزی، ابواب الحدود، باب جاء ان لاتقطع الایدہی فی الغزوۃ، ج:4، ص:53، رقم الحدیث:1450

6. صدیقی، ساجد الرحمن، ڈاکٹر سلامی فقہ کے اصول ومبادی، گنج بخش پرنٹر، 2008، ص211

7. رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، آسان اصول فقہ، اشاوت اول: جنوری 2003ء۔ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ص51:52

8. اسلامی اصول فقہ، محمد باقر خان خاکونی، حاجی حنیف پرنٹرز۔لاہور، جون2016، ص:271:272

9. جناب ڈاکٹر فاروق حسن صاحب، فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ سے عہد حاضر تک، دار اشاعت کراچی، اکتوبر2006، ص802

10. سورۃ المائدہ5: 2

11. سید عبدالکریم زیدان۔الوجیز فی اصول فقہ، مکتبہ رحمانیہ، ص293-297

مثل الدنیا فی الاخرۃ

(حافظہ اثناء نعیم، بی ایس، سمسٹر 8)

انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو --------

یا یھا الذین امنوا اتقواللہ حق تقتہ ولا تموتن الا تموتن الا و انتم مسلمون--------

یا بھا الناس اتقواد بکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ --------

یاییھا الذین امنو اتقو اللہ و قو لو اقولاً سدیداً --------

جس صورت حال کا ہمیں سامنا ہے اس کی مناسب سے ایک حدیث ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سے امور نجات کا سوال کیا گیا اور نجات دنیا اور آخرت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین امور کا ذکر کیا تھا۔

عملک علیک لسانک -----اپنی زبان کو اپنے کنٹرول میں رکھو---غمت علی خطیئتک ---اور اپنے گناہوں پر رووں---- ولیسعک بیتک ----اور آپ کے گھر کی چار دیواری آپ کے لیے کافی ہو جائے گھروں میں بند ہو کر محصور ہو کر بیٹھ جاو، تو اس وباء کے دور میں انتہائی کار گر ہے یہ نصیحتیں ہے زبان کو بندر کھنا، افواہیں نہ پھیلانا، اور گھر کو اپنے لیے کافی سمجھنا، اور گھر میں بند ہو کر بیٹھ جانا، اور گناہوں پر رونا، گناہوں کے رونے سے تعلق پر ایک حدیث اور ہے---

اسے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح کہا ہے---ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تھا اس نے اچانک کہنا شروع کر دیا---ہائے میرے گناہ ہائے میرے گناہ---نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا رونا سن لیا فرمایا--

قل اللهم مغفر تک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجع من عملی۔۔۔ کہو کہ اے اللہ تیری مغفرت گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میری امید سے زیادہ امید افزاء ہے تو اس نے یہ الفاظ کہنا شروع کر دیے دو تین بار یہ الفاظ کہے تو رسول اللہ نے یہ ارشاد فرمایا۔۔۔ کھڑے ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے ضروری ہے کہ ہم گناہوں پر نادم ہو اور بار بار استغفار کریں جو اس وقت یہ صورت حال ہے اس کا یہی تقاضا ہے۔

باب مثل الاخرۃ۔۔۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال

یعنی دو گھر ہے ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا، بہت سے لوگ دنیا سے تعلق جوڑے ہوئے ہے توجہ آخرت کی طرف ہے اور ان کے تمام تر تعلق کی بنیاد آخرت ہے تو اس میں کونسا تعلق صحیح اور بابرکت ہے اگر ہم تقابل کریں کہ دنیا کی کیا حث حثیییت اور کیا مقام ہے آخرت کے مقابلے میں اور آخرت کا کیا مقام اور کیا حثیت ہے دنیا کے مقابلے میں

تو امام نجاری نے ایک آیت کریمہ سے اپنے اس باب کا آغاز کیا ہے۔۔۔ واعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب

وتفاخر بینکم وتکاثرفی الاموال والا ولاد۔۔۔ اچھی طرح جان لو کہ بیشک دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور زینت ہے ظاہری سجاوٹ کا نام ہے۔۔۔ و تفاخر بينكم و تكاثرفي الاموال ولا ولا دمال اور اولاد میں کثرت کی ڈور میر امال بڑھ جائے میری اولاد بڑھ جائے میرا کنبہ بڑھ جائے، اس کثرت کی ڈور کا نام دنیا کی مثال ہے۔

دنیا کی زینت، دنیا کا فخر اور کثرت کی ڈور کیا اس کی مثال ہے؟

کمثل غیث ایک بارش کی مانند ہے۔ اعجب الکفار نباتہ۔۔۔ جس کے پودے کسانوں کو خشک کر دیتے۔۔۔۔

الکفار۔۔۔۔ سے مراد کسان زارعین اس کا ایک لغوی معنی۔۔۔ زرع۔۔ ستر چھپا دینا۔۔۔ زمین میں بیج کو چھپاتا ہے جس کے نتیجے میں فصلیں پیدا ہوتی ہے کفر کے معنی ستر یعني زمین میں بیج کو چھپا دینا یعنی کفار کو ذرع کہا جا سکتا ہے یا پھر کفار

سے مراد وہ حقیقی کافر ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے دنیا کی زیب وزینت اور کھیل تماشا اس کی طرف بہت زیادہ مائل ہے اس لے یہاں کافروں کا ذکر ہے عجب الکفار نباتہ۔۔۔اس کے پودے نے کفار کو خشک، کر دیا انگوڑیاں ہریالی گھاس بوس اس سے پیدا ہوتی ہے ہر طرف ایک شادابی اور بہاڑ پھیل گی تو کسان خوب خوش ہوا۔۔۔ ثم یھیج فتر مصفرا ثم یکون فتر حطاما۔۔۔اور پھر وہ اچانک خشک ہو جاتی ہے اور نرم پڑ جاتی ہے اور بوس بن جاتی ہے بھکڑ جاتی ہے، رونقیں کافور ہو جاتی ہے فرمایا یہ دنیا کی مثال ہے کہ بظاہر چند روزہ زیب وزینت کا نام ہے مگر اس کا آخری انجام یہی ہے اور پھر وہ ۔۔۔۔وفی الاخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان۔۔۔اور آخرت میں یہ عذاب شدید باقی بچتا ہے یا اللہ کی مغفرت اور رضا یعنی اس دنیا میں جو لوگوں کا تعلق ہے اس کی دو نوعیتیں ہے

1. وہ جو اس تعلق میں کھو جاتے ہے اور کچھ لوگ جو زینت کی پرواہ نہیں کرتے ایک واجبی تعلق ہے دنیا کے ساتھ دنیا کی محبت کی بجائے آخرت کا فکر کرتے ہے اس کے لیے مغفرت ہے اور اس کی رضا اور محبت ہے۔

2. وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔۔۔اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان یہ جھلک کہ ہریالی اچانک ویرانی میں تبدیل ہو گی اور جو فصلیں تھی بڑے ڑے باغات تھے وہ بوس بن گئے اور ختم ہو گے اور جنھوں نے دنیا کے تعلق سے آراستہ کیا ان کے لیے پچھتاوا اور عذاب شدید باقی رہ گیا۔

اور جس نے تعلق میں اعتدال رکھا اور فکر و آخرت کو اپنا توشہ بنالیا سرمایہ بنالیا ان کے لیے خالق کائنات کی محبت اور اس کی مغفرت اور رضائے کے وعدے سامنے موجود ہے اور یہ خوش نصیب ہو گے

تو یہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں آخرت ایک دائی ٹھکانہ ہے جنت کی نعمتیں ہمیشہ میسر رہے گی بلکہ روزانہ بڑھتی جائے گی ان کا حسن ان کا بہار ان کا جمال ہر وقت کم ہونے کی بجائے ہمیشہ بڑھتا جائے گا۔ دنیا کا انجام

تباہی، ہریالیاں ساری خشک ہو جائے گی اور آخرت جوں جوں وقت بڑھتا جائے گا اس کی نعمتوں میں چمک دمک میں اضافہ ہوتا جائے گا یہ دونوں چیزیں سامنے رکھو کہ ہمارے تعلق کس مقام کس جہاں کس گھر کے ساتھ برقرار دہنا چاہیے۔

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کے ذریعے دنیا کی غیبت واضح کی ہے اور دنیا کے ساتھ تعلق کا نقصان پیش کیا ہے اب دنیا اور آخرت دونوں کی حقیقت کیا ہے اس کو بیان کرنے کے لیے یہ حدیث بہت واضح اور صحیح ہے جناب سہل اس کے راوی ہے فرماتے ہے کہ میں نے خود سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے۔۔۔ موضع سوط فی الجنتہ۔۔۔۔ جنت میں ایک لکڑی جس سے کسی کو مارا جاتا ہے کس کا سائز ایک گز ڈیڑھ دو فٹ۔ یا ایک بالشت ہو سکتا ہے اتنی سی جنت کی جگہ۔۔ خیر فی الدنیا۔۔۔۔ بہتر ہے ومافیھا سے۔ یعنی پوری دنیا ہے اور پوری دنیا میں جو کچھ ہے خواہ وہ چھپی ہو یا وہ ایک طرف ہو دنیا کی ایک بالشت کی جگہ ایک طرف ہو پوری دنیا ومافیھا سے بہتر ہے کہ پوری دنیا کی ثروتیں دنیا کی دولتیں ایک طرف ہو اور جنت کی ایک بالشت کی جگہ ایک طرف ہو تو جنت زیادہ قیمتی ہے بالفاظ دیگر، اگر ہوری دنیا آپ کو مل جائے اپنی تمام دولتوں اور ثروتوں کے ساتھ اور آپ اس پوری دنیا کا سودا کر دیں بیچ دیں تو جو مال آپ کے ہاتھ میں آئے گا اس مال کو شمار کرنے میں ساری دنیا کے کمپیوٹر فیل ہو جائے گے اور وہ سارا سرمایہ اللہ کو پیش کر دیں کہ اس کے بدلے ہم جنت خریدنا چاہتے ہے تو یہ سارا سرمایہ مل کر جنت کے ایک بالشت کا مول نہیں بن سکتا، دنیا کے مقابلے میں آخرت کا تقابل جو لوگ کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یقیناً وہ اس نقطے کو سمجھ کر اپنا تعلق آخرت کے ساتھ استوار کرلیں گے اور اپنی آخرت کو بنانے کی کوشش کرئے گے یہ تو ہے دنیا کے مقابلے میں جنت کی قیمت کہ دنیا کی دولت اور ثروتیں جمع ہو کر ایک بالشت جنت نہیں خرید سکتے۔

اس جنت کو حاصل کرنے کے لیے کتنا عمل درکار ہو گا؟

فرمایاوالغدوۃ فی سبیل اللہاور روحتہ خیر من الدنیاومافیھا۔۔۔۔۔۔۔۔اللہکی راہ میں صبح کو گھر سے نکلنا یا شام کو ۔۔۔۔خیر من الدنیاومافیھا۔۔۔۔۔پوری دنیاومافیھا سے بہتر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہکی راہ میں جہاد فی سبیل اللہ بھی ہو سکتاہے اللہ کی راو طلب علم کا بھی ہو سکتاہے اللہکی راہ دعوت الی اللہکا سفر بھی ہو سکتاہے، جو سفر آپ صبح کو شروع کریں اور رات کو لوٹ آئے یا شام کو صبح کو لوٹ آئے، توایک عمل اللہکی راہ میں ایک نیکی اللہکی راہ میں دنیاومافیھا سے قیمتی ہے اس کے بدلے جنت کے وعدے موجود ہے اور جنت کی دولتیں اور خزانے جو اللہنے اپنے پاس چھپار کھے ہے تو پھر عمل صالح کی فضیلت بڑھ جاتی ہے اور انتہائی برقرار رہتی ہے۔

دنیا کیاہے اور آخرت کیاہے اس کے مقابلے کے بعد جو نتیجہ سامنے آئے اس کی روشنی میں آخرت کے ساتھ تعلق استوار کرلیں کی دنیاتوفانی اور زائل ہے اور پوری دنیاکی قدروقیمت جنت کے ایک بالشت کے برابر بھی نہیں ہے تو پھر ہمیں کس گھر کی محنت کرنی چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور احادیث بھی اس نقطے کو واضح کرتی ہے مثال کے طور پر صحابہ کرام ایک دفعہ مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے تواچانک مدینہ کی کچڑہ گاہ سامنے آئی شہر سے ہٹ کر جہاں لوگ اپنا کچڑہ پھینکا کرتے تھے وہاں سے گزر ہواتو کچڑے کے ڈھیر پر آپ صلی اللہعلیہ وسلم نے مری ہوئی بکری دیکھی جو چھوٹے قد کی تھی اور کن کٹی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پائے کے حکیم اور داناتھے سوچااس بکری کے تعلق سے امت کو کچھ پیغام دیاجائے کوئی درس دیاجائے نصحیت کے لیے آپ بکری کے قریب چلے گئے اور اس کا کان آپ نے پکڑ لیااور فرمایا کہ ایکم۔۔۔۔۔کہ کون ہے جو اس بکری کو مجھ سے ایک درہم کے بدلے خرید لیں صحابہ نے عرض کیایارسول اللہیہ تو مردہ ہے اس کو کون گھر میں رکھے گاتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاالدنیااھون عند اللہ۔۔۔۔۔۔۔تو پھر سن لو تمہارے نزدیک جو ایک بکری کی قدروقیمت ہے اللہکے نزدیک اس دنیا کی حیثیت بھی

اس بکری سے کم ہے یعنی پوری دنیااس مردہ بکری سے کم ہے یعنی پوری دنیااور دنیا کے خزانے مل کر بھی اس مردہ کے برابر نہیں بلکہ اس مردہ سے کم ہے حدیث بھی دنیااور آخرت کے مقابلے میں بہت کافی علم مہیا کرتی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد گرامی ہے۔۔۔۔۔۔لوکان الدنیا۔۔۔۔اگر یہ پوری دنیااللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کسی مشرک اور کافر کو پانی کاایک گھونٹ بھی نہ دیتااور اناج کاایک دانہ بھی نہ دیتاوہ دے رہاہےاور نواز رہاہے کافر کو بھی اور مشرکین کو بھی دے رہاہے جن کا کردار بڑا باغیانہ ہے دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اس لیے کفار جنت سے محروم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث۔۔۔۔۔۔۔واللہ ماالدنیافی الاخرۃ الا مثل مایجعل احدکم اصبعہ فی الیم فلینظر بمایرجع۔۔۔۔اللہ کی قسم دنیا کی آخرت کے مقابلے میں ایک مثال ہے کہ ایک شخص سمندر کے کنارے بیٹھا ہو اور اپنی انگلی سمندر میں ڈبودے اور ڈبو کے نکال لیں تو پھر وہ دیکھے کہ اس کی انگلی سمندر کا کتنا پانی لے کر آئی ہے اور سمندر میں کس قدر کمی واقع ہوئی ہے اور انگلی کتنا کم پانی سمندر سے کر آئی ہے درحقیقت دنیا کی نعمتوں کا آخرت کی نعمتوں سے مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دنیا فانی اور متناہی ہے اور آخرت باقی اور غیر متناہی ہے

1. ایک اور حدیث قیامت والے دن وہ شخص کو لا یا جائے گا۔۔۔۔۔ایک وہ شخص جو پوری زمین میں قیامت تک بڑا مال دار ہے اور دوسرا جو سب سے زیادہ بدبخت، محروم، تنگدست دونوں کو لا یا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ مال دار ہے ایک جھلک جنت کی دکھائی جائے گی اور پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے کبھی کوئی نعمت دیکھی ہے اور آسانی وارائش دیکھی ہے وہ کہے گا کہ میں نے کوئی نعمت کوئی آسانی نہیں دیکھی یعنی جنت کو دیکھ کر دنیا کی آسائش عہدے مال و دولت سب بھول جائے گا۔

2. اور دوسرا وہ شخص قلاش۔۔۔۔۔۔انتہائی بد بخت، بد نصیب، اللہ سے محروم، اسے ایک جھلک جہنم کی دکھائی جائے گی اور پوچھا جائے گا۔۔۔ ھل۔۔۔ کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی وہ کہیں گا نہیں میں تکلیف نام کی کسی چیز کو نہیں جانتا وہ سارے دکھ بھول جائے گا حالانکہ دنیا کا سب سے محروم انسان تھا۔

امام بخاری نے یہ بات قائم کر کے ہمیں تربیت دی یہ نقط ہمیں سمجھا یا دار دنیا دار زائل ہے، اور دار آخرت دار باقی ہے دنیا کی حقیقت اور آخرت کی حقیقت کیا ہے اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کا ساز و سامان کیا ہے؟ ہمار تعلق کس جہاں کے ساتھ ہو؟

آخرت کو کھانا کے لیے کس محنت درکار ہے آخرت کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے جنت کو کیا اس طرح آسانی سے پالو گے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الاجنتہ ولما یاتکم مثل الذین خلو من قبلکم۔۔۔ ذرا غور کر و تم کیا سمجھتے ہو کہ تم اس جنت کو اسے ہی پاؤ گے جو کہ تم نے جنت کو پانے کے لیے کیا کیا جنت کو پانے کے لیے محنت جدوجہد برداشت کرنی پڑے گی راتوں کو جاگنا پڑی گا اللہ کی راہ میں سفر کرنا پڑے گا، مسائل سے گزرنا پڑے گا اور یہ درس اُن حدیث سے ہمیں ملتا ہے اللہ توفیق دے

کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل ---دنیا میں رہو گو یا تم مسافر ہو یا کسی راستے پر عبور کرنے والے ہو کسی راستے پر گزرنے والے ہو اس طرح دنیا میں رہو تو یہ باب کی صراحت کرے گا کہ دنیا میں رہنے کا حسن ادب کیا ہے اور آخرت کے مقابلے میں ہمارے دنیا کے ساتھ کیا رابط اور تعلق ہونا چاہیے۔

یہ حدیث عبداللہ بن عمر کی روایت ہے ان سے ان کے شاگر مجاہد روایت کر رہے ہیں اما مجاہد علماء تابعین میں سے تھے بہت بڑے محدث تھے اور قرآن کی بہت بڑے قاری تھے، عبداللہ بن عمر کے ملازم شاگردوں میں سے تھے جس کا

سنن ابی داوامر وی ہے کہ آخر دم ان کی خدمت میں لگے رہے جناب عبداللہ بن عمر اپنی عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے تھے ان کو خادم کی ضرورت میں رہی تھی توان کے ساتھ رکھتے ایک دفعہ انہیں لے کر کہیں جارہے تھے تو ایک مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی سوچا کہ نماز پڑھ لی مسجد میں داخل ہوئے دیکھا کہ مؤذن نے اذان دی اور اذان کہہ کر کھڑے کھڑے لوگوں کو نماز کی دعوت دی یعنی اذان ہو چکی ہے اپنے گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آجاؤ اسکو شرعا تصویب کہتے ہے تصویب کا معنی کے اذان دینے کے بعد وہی کھڑے کھڑے لوگوں کو نماز کی دعوت دینا بظاہر اچھا کام ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویب کو منع فرمایا عمر نے جب اس مؤذن کی حرکت دیکھی تو اپنے شاگرد سے کہا مسجد میں بدعت آگئی ہے ہم یہاں نماز نہیں پڑھے گے یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ سلف صالحین ایک بدعتی رمل سے کسی قدر نفرت کرتے تھے سلف صالحین کی بدعت سے نفرت اور بدعت سے دوری اختیار کرنا چونکہ جس قدر انسان اہل بدعت کے قریب ہوگا یا اس جگہ کے قریب ہوگا اس قدر ہی شیطان کا وار زیادہ ہوتا ہے ایمان کو بچانے کے لئے اور سنت کی محبت کو بچانے کے لئے بدعت کے مقامات سے دوری اور کنارہ کشی اختیار کریں

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال: اخذ رسول اللہ بمنکزی فقال۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے سے پکڑا۔۔۔۔یعنی کندھا جہاں انسان کا بازو ختم ہوتا ہے وہ جگہ مکزی کہلاتی ہے

) کن فی الدنیا کانک غیب آو عابری سبیل) وکان ابن عمر یقول : ازاامسیت فلا لاتنتظر الصبح، واذا اصبحت فلا تنتظر المساء، وخذ من صحتک لمرضنک، ومن حیاتک لموتک

دنیامیں اس طرح ہو جاو جیسے تم مسافریا راستہ پر چلنے والے ہو حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے، شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح ہو جائے تو شام کے منتظر نہ رہو (بلکہ جو نیک عمل کرنا ہے وہ اسی وقت کرلو) اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے!

i. اس حدیث میں تین چیزیں ہے ایک بندے کا اپنے وطن میں مقیم ہونا

ii. سفر اختیار کر کے کہی جانا

iii. واپس لوٹتے ہوئے راستے کو عبور کرنا

جب انسان اپنے گھر میں مقیم ہوتا ہے تو اس کے پاس گھر کا سارا سامان موجود ہوتا ہے وہ امور جن سے دنیامیں مقیم ہے وہ بندہ جو کسی کام کے تحت سفر اختیار کرتا ہے سفر کے ایام کے مطابق ساز و سامان ساتھ لے کر جاتا ہے اور تیسرا چلنے والا شخص سارا سامان اٹھا کر چلے گا سر پر ایک بوجھ اٹھائے گا وہ ہلکا ہو کر چلنے کی کوشش کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں وہ حیثیت واضح کی ہے کہ یا تو تم غریب الدیار مسافر بن کر رہو ایسا مسافر جو دو چار دن کا ہے ,ایسے شخص کی مانند جو ایک بطور گزر گاہ کے عبور کر رہا ہے تم کم سے کم یہ تعلق دنیامیں قائم رکھو کہ یہ انتہائی کم ساز و سامان آخرت کی تیاری میں حائل نہ ہو ساز و سامان ہلکے پن کا باعث ہو یہ نہ سمجھو کہ میں دنیامیں چلتا پھرتا انسان ہو جس کا تعلق دنیا کا شوق ہو بلکہ بلکہ اپنے آپ کو اھل القبور میں شمار کرو اھل القبور وہ لوگ جو قبروں میں پہنچ گئے، وہ بہت زیادہ تعلق دنیا سے پوشیدہ کر لیتے ہے کوئی دنیا کا شوق اور ذوق باقی نہیں رہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے انتہائی کم سے کم تعلق کو واضح کیا آخرت کا تعلق آپس میں متضاد ہے اگر دنیا کے ساتھ گہرا تعلق ہے تو آخرت کے ساتھ نہیں ہو گا اور اگر آخرت کے ساتھ گہرا تعلق ہے تو دنیا کے ساتھ نہیں ہو گا بالکل ایک اعتدال کا راستہ اختیار کریں کندھے پر ہاتھ رکھنے کا معنی ان سے اظہار محبت اور ان کی توجہ حاصل کرنا چاہی تھی۔

یہ کلام عبداللہ بن عمر کا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اذاامسیت فلاتنتظر الصباح۔۔۔۔۔۔۔

جو ایام صحت ہے ان ایام میں اللہ کی عبادت کر کے ان کو ایام مرض کے لیے رکھو معنی جب مریض ہو جاو گے تو بہت سی عبادتیں چھوٹ جائے گی قبل اس کے مریض ہو جاو اللہ کی عبادت کرتے رہو اللہ اس کو وہی اجر دیتا ہے جو صحت اور استقامت کی حالت میں کرتا ہے بے تحاشا عظیم احسان کے طور پر یہ بات ہے یہ دین کا ایک انعام اور اجر ہے مسلمانوں کے لیے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت پانچ چیزوں کو غنیمت جانیے

"اغتنم خمسا قبل خمس: شبابک قبل ھرمک، وصحتک قبل سقمتک، وغناک قبل فقرک، وفراغک قبل شغلک، وحیاتک قبل موتک،"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، یعنی پانچ حالتیں ایسی ہیں کہ جب وہ موجود ہوں تو ان کو پانچ حالتوں سے پہلے غنیمت سمجھو، جو زمانہ آئندہ میں پیش آنے والے ہیں۔

بڑھاپے سے پہلے جوانی، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر وافلاس سے پہلے تونگری خوشحالی کو، مشاغل و تفکرات میں مبتلا ہونے سے پہلے وقت کی فراغت واطمینان کو، موت سے پہلے زندگی کو۔

دنیا کی زنندگی چاہے سے. واجبی تعلق ہونا اصل تعلق اودربط آخرت کے ساتھ ہو دنیا کی تیاری کی جائے

آپ کی حدیث ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔دنیا آخرت کی کھیتی ہے

یعنی جو یہاں بوؤں گے وہ ہی کاٹو گے آخرت میں کاٹو گے اگر خیر کاشت کرو گے تو قیامت والے دن اچھا اور بہتر ملے گا اور اگر شر بوؤں گے تو قیامت والے دن وہ شر کا سامنے آجائے اور یہ ایسا خسارہ ہو گا کس کی فلافی کی کوئی صورت نہ ہو گی

من یعمل مثقال درۃ خیر یرۃ و من یعمل مثقال ذرۃ شر یرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جو بندہ ذرے کے مطابق آج خیر کریں گا اسے دیکھ لے گا قیامت والے دن اور جو ذرہ کے مطابق شر کریں گا اسے وہ قیامت والے دن دیکھ لیں گا یعنی زرے کے برابر خیر اور شر قیامت والے دن سامنے آئے گا زرے سے مراد وہ شے ہے جس سے چھوٹی کوئی شے نہ ہو ایک حقیر سے حقیر نیکی بھی سامنے آئے اور حقیر سے حقیر گناہ قیامت والے دن سامنے آئے گا۔

دنیا کی محبت کا علاج کریں اور آخرت کی تیاری اور فکر کے ساتھ یہ دعوت قرآن مجید نے بار بار دی ہے سورۃ الاعلی میں ایک ترتیب کے ساتھ دعوت موجود ہے،

قد فلح من تزکی، وذکر اسمہ فصلی، جو شخیص عقیدۃ و عمل ظاہر و باطن پاک صاف ہوا اور پھر اپنے رب کا ذکر کرتا رہا اور نماز قائم کر لی وہ فلاح پا گیا، یعنی یہ

کامیابی کے تین اصول

1. تزکیہ نفس

2. ذکر الہی

3. اور نماز کی اقامت

یہ اصول فلاح کا جو بندہ اپنا لیں اس کے لیے فلاح اور کامیابی ہے

پھر لوگ اس پر آمادہ نہیں ہوتے اس لیے ایک مرض ہے۔۔۔۔بل توثرون الحیوۃ الدنیا۔۔۔۔کہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو آخرت کمانے کی کیسے کوشش کروگے تم دنیا میں منہمک اور پوجاری بن چکے ہو تو پھر آخرت کا خیال کیسے آئے گا آو اس دنیا کی محبت کے بت کو توڑوں اور اس کو پاش پاش کرو اس کے لیے علاج

۔۔۔۔والاخرۃ خیر وابقی۔۔۔۔آخرت سب سے بہتر اور ہمیشہ باقی اور قائم رہنے والا گھر ہے

کامیابی کے تین اصول،،رکاوٹ۔۔۔۔۔دنیا کی محبت

اور دنیا کی محبت کا علاج آخرت

سورۃ العدیت میں بھی انسان کی ناکامی کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ان الانسان لربہ لکنود۔۔۔۔اپنے رب کا ناشکرا ہے اور اس مرض میں مبتلا ہے اس کی وجہ کیا ہے وانہ لحب الخیر لشدید۔۔۔۔دنیا کی محبت دنیا کی زیب وزینت یہ اس مرض میں مبتلا ہے اور اس کا علاج۔۔۔۔افلا یعلم اذا بعثر مافی القبور۔۔۔وحصل مافی الصدور۔۔۔۔اس انسان کو معلوم نہیں ہے کہ اس کو قبر سے اٹھایا جائے گا مرے گا اور پھر قبر میں جائے گا قبر میں جنت کی نعمتوں اور عذاب کے فیصلے ہوگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ اس گھر کی تیاری کرکے آنا بغیر تیاری کے نہ آنا۔

یونیورسٹی رجسٹر کی آپ بیتی

) بینش حسیب،بی ایس، سیمسٹر ہفتم (

ہائے ہائے رکو مجھے بھی دیکھو پہچانو مجھے میں ایک رجسٹر ہوں جو اب ردی کے ڈھیر میں پڑا ہوا ہے اور کوئی پوچھتا نہیں۔

مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کہ اپنی داستان کیسے سناؤں یہ سنانے کے لئے تو بڑا دل اور جگر چاہیے ہوتا ہے۔ لیکن اگر منہ نہ کھولوں تو آپ کو کیسے پتا لگے گا کہ میرے دل پر کیا گزر رہی ہے ہے۔ مجھے تو میر انیس کا یہ شعر یاد آگیا:

اس جنگ کی حالت کو کیونکر کروں بیاں

ڈر ہے کہ مثل شمع نہ جلنے لگے زبان

بہت سنہرے دن تھے جب میں ایک درخت کی لکڑی تھا پھر مجھے کاٹ کر فیکٹری لے کر جایا گیا اور مشین سے مجھے کاغذ بنا دیا گیا۔ پھر اس طرح کے میرے کی بہن بھائیوں کو میرے ساتھ جوڑ دیا گیا اور آخر میں تار پڑو کر مجھے ایک مکمل لکھنے والی کتاب کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ اس کتاب کو رجسٹر یا نوٹ بک کہتے ہیں۔ پھر مجھے اسلم کی دکان پر رکھ دیا گیا۔ وہاں سے مجھے ایک یونیورسٹی کی طالبہ خرید کر لے گئی کیونکہ اس نے اپنی یونیورسٹی کا کام کرنا تھا۔ اس نے میرے جی بھر کر سکے بڑے مجھے بہت مزہ آتا تھا کہ مجھ پر لکھا جائے۔ وہ ویسے بھی دین کی طالبہ تھی جب وہ مجھ پر آیات اور احادیث کو لکھ سکتی تو میرا دل سکون سے بھر جاتا۔

کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے کہ

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

دلوں کا سکون صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔

اس نے شروع شروع میں تو میرا بہت خیال رکھا۔ میرے کسی پیج کو مرنے نہیں دیتی تھی۔ اور نہ ہی اپنے گندے ہاتھوں سے مجھے گندا کرتی تھی۔ لیکن یہ چار دن کی چاندنی تھی۔ پھر اندھیری رات ہو گئی۔ بعد میں اس کا مجھ سے دل اٹھ گیا۔ اور وہ مجھے بے دردی سے استعمال کرنے لگی۔ میرے سارے صفحے آگے پیچھے ہو کر نکلنے لگ گئے۔ اور کثرت سے

فوٹو کاپی پر جانے کی وجہ سے اور بے دردی سے رکھ کر سونے کی وجہ سے میں بہت جلد خراب ہو گیا۔اور میرے تمام صفحے لکھ کر جب ختم ہو گئے تو اس نے مجھے ایک ردی والے کے پاس چند سکوں کے عوض بیچ دیا۔اب تو کوئی مجھے پوچھتا بھی نہیں۔اور میں پانچ سال سے ادھر ہی پڑا ہوا ہوں۔اور یہ کہنے پر مجبور ہوں:

یاد ماضی عذاب ہے یارب

چھین لے مجھ سے میرا حافظہ

☆☆☆☆☆

آن لائن پڑھائی اور ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب کی داستان

(نمرہ نصیر ایم اے سمسٹر چہارم)

دل تو میرا اس موبائل کی آپ بیتی بیان کرنے پر اصرار کر رہا ہے جس کو ہمارے شاہین طالب علموں نے آن لائن پڑھائی کے لیے استعمال کیا مگر میں کم عقل بھلا اس موبائل کے مکمل احساسات وجذبات کا ادراک بھی نہیں کر سکتی تو آپ بیتی لکھنے کی جرأت بھلا کیونکر ہو سکتی ہے۔ خیر آپ آن لائن پڑھائی سے بخوبی واقف تو ہو ہی گئے ہوں گے اور زوم ایپلیکیشن بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی صرف نام ہی کافی ہے۔

کورونا وائرس کی خبروں میں جہاں ہماری میڈیا عوام الناس کو خوف وہراس میں مبتلا کر رہی تھی وہاں محکمہ تعلیم سے تمام تعلیمی اداروں کو بند کرنے کی خبر بھی گردش کرنے لگی اور بالآخر ایسا ہو ہی گیا تمام طالب علموں کو گھروں میں محصور کر دیا گیا۔ طلباء کی ایک جماعت جو پڑھائی کے نام پر ہی بوریا بستر باندھ بھاگنے کو تیار تھی وہ تو لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی پائی گئی اور ایک جماعت جسے کتابی کیڑے جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے وہ اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ پریشان بھی دکھائی دیے اور میں ایسی جاعت کا ذکر نہ کرنے کی خطا بھی کیسے کر سکتی ہوں جن کے کان پر اس تمام مرحلے کے باوجود جوں تک نہ رینگی (شاید وہ المعروف انگلش جوئیں مار شیمپو کا استعمال کرتے ہوں گے) خیر مجھے کیا؟ وہ تمام وقت ٹک ٹاک پر مصروف رہے یا میڈیا پر خبروں سے خوف میں مبتلا رہے کیونکہ وہ تو سوشل میڈیا کی جان بنے ہوئے تھے ناں۔

اب آتے ہیں اصل موضوع کی طرف جس کو پڑھنے کے لیے آپ نے میری باندھی ہوئی تمہید کو پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہے اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔ پنجاب یونیورسٹی واقعتاً اپنے طالبعلموں کے مستقبل کی فکر رکھتی ہے لہذا اس محصوری کے دور میں ہمیں آن لائن ایجوکیشن سسٹم سے متعارف کروایا گیا اس سسٹم کی خوبیاں اور تعریفانہ کلمات بعد میں آپ کی نذر کروں گی پہلے آپ ذرا مشکلات پر نظر ڈالیں:

- اول توزوم ایپ ڈاونلوڈ کرنے کے لیے اپنے موبائل میں میموری بنانا سخت مشکل مرحلہ تھا۔اپنے پسندیدہ ایپ ڈیلیٹ کر کے اسے انسٹال کرنا ایثار کے قائم مقام ہی تھا۔

- جب کلاس کا وقت ہوتا اور لیکچر شروع ہوتا تو بجلی کی لوڈ شیڈنگ نا جانے کون سے ظلم کا بدلہ چکانے آجاتی۔

- اگر بجلی موجود بھی ہوتی تو انٹرنیٹ کو لیکچر کا خوف سُست روی پر مجبور کر دیتا اور ہمارے کئی احباب *loading* کو دیکھ دیکھ کر *whatsapp* پر *GRl CR* کو مسلسل پریشانی بتا بتا کر بے حال کر دیتے اور بے شمار دوستوں کو لیکچر کے آخر تک *please wait the meeting host will let you soon* کے مناظر ہی دیکھنے نصیب ہوتے۔

- اللہ اللہ کر کے جب کنیکشن ہو جاتا تو *mute* کے آپشن کی سمجھ حاصل کرنا نہایت تھکا دینے والا مرحلہ معلوم ہوتا۔اور جب استاد ہاتھ کھڑا کرنے کا مطالبہ کرتے کہ جو سوال پوچھنا ہو پوچھ لیں تو خیال گزرتا جب ویڈیو نہیں جا رہی تو ہاتھ کھڑا کیسے نظر آئے گا یہ تو مجھے اس وقت معلوم ہوا جب میں نے غلطی سے *Hand raise* کے آپشن پر کلک کر ڈالا اور پھر استاد کا استفار کہ نمرہ بیٹا آپ کا کیا سوال ہے۔پھر نمرہ بیٹا کا بھلا کیا سوال ہوتا جھٹ سے آپشن پر دوبارہ کلک کیا اور اس راز سے بھی پردہ اٹھا کہ ہاتھ توزوم نے کھڑا کرنا تھا۔آپ مسکرانا بند کریں جناب غلطی آپ سے بھی تو ہو سکتی ہے ناں!

- استاد صاحب کو بھی ایسی جنگلی صفت عوام کی خوبیوں کو اس اپلیکیشن کے توسط سے ادارک ہوا ہوگا۔جب لیکچر شروع کرتے تو استاد صاحب کی آواز کے ساتھ ساتھ ابوامی کی پکار پر لبیک کہنے والی فرمانبردار قوم اور پھل اور سبزی فروش نیز ٹھیلے والوں کی کانوں کو چیر دینے والی آوازیں بھی سننے کا شرف ملا۔کبھی کسی کے گنگنانے کی آواز مکھیوں کی

جھنجھناہٹ کا احساس کرواتی تو کبھی پتیسے والے کی آواز ایسا رس گھولتی کہ جتنا سبق سمجھا تھا وہ تو دماغ سے رفو چکر ہو ہی جاتا ساتھ ہی ساتھ دماغ کے کونے میں سارا دن بیک گراونڈ میوزک کی طرح یہ آواز بجتی رہتی۔

 دیہی علاقوں میں رہنے والے ہمارے ہم جماعت ساتھی انٹرنیٹ کی عدم موجودگی کی شکایت کرتے نظر آئے۔ یہ کہانی صرف دیہی علاقوں تک محدود نہیں بلکہ شہری علاقوں میں لیکچر کا وقت ہوتے ہی انٹرنیٹ غائب ہو جاتا اور کچھ ساتھیوں کو اپنے پڑوس میں جا کر مستعار انٹرنیٹ لینے پر مجبور کر دیتا۔

 شادی شدہ احباب کے لیے یہ وقت لمحہِ فکریہ بن کر رہ گیا کہ اِس وقت شوہر کے لیے کھانا بنانا ہے یا زوم ایپلیکیشن کے نخرے اٹھانے ہیں۔ اور غیر شادی شدہ کنوارے احباب اس سے پہلے ایسی لذب بھری نیند کے مزے سے روشناس نہ تھے جو زوم پر لیکچرز کے دوران نصیب ہوتی گویا کہ ہم مہینے بھر کے جاگے ہوئے اور پل بھر کی میٹھی نیند کو ترسی ہوئی عوام ہیں۔

 سنا تو ہے گندم کے ساتھ گیہوں بھی پِستا ہے تو اس کا تجربہ بھی حاصل ہوا کہ شریر ساتھیوں کی وجہ سے کلاس کا ماحول بھیانک آوازوں سے آلودہ ہو گیا تو استاد صاحب کی ناراضگی کے مستحق ہم سب ٹھہرے اور نہ صرف لیکچر سمجھنے سے ہاتھ دھونا پڑے بلکہ نوٹس کی عدم دستیابی کا خطرہ بھی منڈلاتا دکھائی دیا کہ دن میں تمام ستارے نظر آ گئے جن نوٹس کے سہارے پر ہم نے لیکچر مکمل نہیں لکھے تھے اور انٹرنیٹ کے نخرے اٹھائے تھے اب وہ نہ ملے تو اپنا انجام سوچ کر بھی ہاتھ کانپ اٹھے لیکن بعد میں استاد صاحب نے اپنے بڑے پن کا اظہار کیا، در گزر فرما کر معاف بھی کیا اور ہمیں نوٹس بھی عنایت کیے۔ جزاک اللہ خیراً استاد صاحب۔

 ریکارڈنگ کرنے کا ابھی تک مجھے علم نہ ہو سکا نہایت محنت کی کہ کسی طرح ریکارڈنگ کا کوئی آپشن مل جائے اس سلسلے میں یوٹیوب کو بھی استاد ماننے پر مجبور ہو گئی لیکن وہ بھی کسی کام نہ آیا شاید یہ ہوسٹ کی طرف سے کسی آپشن کی

دستیابی کی عنایت ہوتی ہے جو مجھے تو نصیب نہ ہو سکی بہر حال میری ایک ہم جماعت دوست نے ایک نئے طریقے سے متعارف کروایا جس میں ایک موبائل پر لیکچر لگاتے ہوئے دوسرے موبائل میں ریکارڈنگ کرنا تھا۔

 ایک مصیبت ہینڈ فری کی بھی برداشت کرنا پڑی کبھی ایک کان میں آواز آتی تو کبھی دوسرے کان میں اور بعد ازاں دونوں ہی محروم ہو گئے جب اس کے بغیر آواز سمجھ نہ آئی نئی ہینڈ فری خریدی جو چند ہی دن ساتھ نبھا سکی اور بے وفائی کا داغ لیے رخصت ہو گئی۔

یہ تو مشکلات کا خلاصہ بیان کیا ہے تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اب اس ایپلیکیشن کے لیے تعریفانہ کلمات کا وقت ہے اس میں بخل سے کام لینا تو ناجائز ہو گا مشکلات اپنی جگہ لیکن اس ایپ سے حوصلہ افزائی ضرور ہوئی تھی اور مستقبل کی ناکامی کا خطرہ سر سے ٹلا تھا۔ لہٰذا آن لائن ایجوکیشن سسٹم کی خوبیاں اور چند سفارشات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

 گھر بیٹھے تعلیم حاصل کرنے کا نہایت اچھا طریقہ ہے کورونا وائرس کے پھیلنے سے پہلے بھی لوگ اس سے متعارف تھے لیکن اس وبا کے دوران مشکل وقت میں اس سسٹم کو مزید تقویت ملی اور ہر عام و خاص اس سے متعارف ہو گیا۔ مختلف ایپلیکیشنز کی مدد سے آن لائن پڑھائی کا نظام مشہور و معروف ہو گیا ہے۔

 اگر یہ سسٹم ہمارے روایتی ایجوکیشن سسٹم کے ساتھ ساتھ لاگو رہے تو زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے جو طالب علم دور علاقوں میں رہنے والے اور تعلیمی اداروں میں روزانہ آنے سے قاصر طالب علموں کے لیے آن لائن سسٹم سے لیکچرز کا منظم طریقے سے اہتمام کیا جائے۔

- آڈیو اور ویڈیو اسٹریمنگ، اسکرین شیئرنگ اور آن لائن وائٹ اور بلیک بورڈ کے ذریعے براہِ راست کلاسوں کے لیے بہت سے پلیٹ فارم اور پروگرام دستیاب ہیں۔ صوتی مباحثوں اور تحریری گفتگو کے لیے مختلف فنکشن بھی موجود ہیں، جن کی مدد سے لائیو کلاس کے دوران لوگ 'ہاتھ کھڑا' کر کے اپنی بات کر سکتے ہیں۔ یوں ماحول کسی حد تک کمرہ جماعت جیسا بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ مکمل طور پر ویسا نہیں ہو سکتا مگر کسی حد تک فرق ضرور پڑتا ہے۔

- وہ یونیورسٹیاں جو آن لائن درس و تدریس کا نظام قائم کر رہی ہیں انہیں سوفٹ ویئر یا ہارڈ ویئر کی صلاحیتوں سے جڑے مسائل کا ابھی سے حل ڈھونڈنا ہو گا اور اس کام میں ایچ ای سی اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

- ہارڈ ویئر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی دستیابی (وہ بھی لاک ڈاؤن کے دوران) مشکل ہوتی ہے لیکن اگر کمپیوٹر اور اسمارٹ فون کی سیکنڈ ہینڈ مارکیٹ تک رسائی حاصل کر لی جائے اور یونیورسٹی کی جانب سے مستحق طلبہ کو الاؤنس اور تکنیکی مدد فراہم کی جائے تو اس مسئلے کو باآسانی حل کیا جا سکتا ہے۔

- ہر لیکچر کو ریکارڈ کیا جائے اور ہر کلاس کے بعد طلبہ سے شیئر کر دیں۔ آسانی سے ڈاؤن لوڈ ہونے والی آڈیو فائل کے ذریعے نہ صرف طلبہ جب چاہیں لیکچر سے مستفید ہو سکتے ہیں بلکہ اس طرح ان طلبہ کا مسئلہ بھی کسی حد تک حل ہو جاتا ہے جن کو کمزور انٹرنیٹ کنیکشن کی وجہ سے براہِ راست ویڈیو دیکھنے میں دشواریوں کا سامنا ہے۔

- تمام طالب علموں کو کلاس سے پہلے مطالعاتی مواد اور لیکچر پریزنٹیشن تک رسائی فراہم کر دی جائے۔ انہیں یہ مواد یا تو بذریعہ ای میل یا پھر لرننگ مینجمنٹ سسٹم (ایل ایم ایس) کے ذریعے پہنچایا جائے۔ یہ لرننگ سسٹم مواد کی رسائی، اسائنمنٹ اور دیگر تحریری کاموں کو جمع کرنے اور امتحان دینے کی سہولت فراہم کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

- آن لائن درس تدریس کے عمل کی طرف بڑھنے کے ساتھ ہمارا معیار تعلیم تبدیل ہوا ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کے لیے بڑے پیمانے پر تحقیق درکار ہے۔ ہمیں آن لائن ذرائع میں انفرادی آلات اور انفرادی ٹیکنالوجی کے پڑھائی کے عمل پر ہونے والے اثرات کا پتا لگانے کے لیے طویل مدتی تحقیق کرنا ہوگی۔

اللہ ہم سب طالب علموں کو اپنی حفاظت و عافیت میں رکھے اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کے لیے ہمیں اپنے چنے ہوئے بندوں کی لسٹ میں شامل فرمائے اساتذہ کرام پر اپنا خاص فضل فرمائے امت مسلمہ میں فتنہ و فساد کو ختم کر دے اور ہمارے پیارے ملک پاکستان میں شریعتِ اسلامیہ کو نافذ کرنے کا اہتمام فرمادے۔ ہم پر اور ہم سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کے ساتھ ہمیشہ احسان کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

☆☆☆☆☆

منظومات

غزل

مریم عباس، ایم اے، سمسٹر سوم

ترے لب کی وہ مٹھاس ترے لہجے کی وہ شیرینی
پسیج لیتی ہے دل سنگ دل ہر شخص کا

ہے جس کا دل جذبہ محبت سے عاری
ایسا بھی ہے دنیا میں دل کسی شخص کا؟

سرشار ہے جو بشر معرفت خودی
معمور ہے عارفت خدا سے دل اس شخص کا

باوجود لاتقنطو طاری ہے جس پہ مایوسی
بھنور ہے ویرانی کا دل ایسے شخص کا

بھروسہ نہیں اک پل کا یہ عالم ہے فانی
ہوا ملعون مقام فرعون نامی شخص کا

☆☆☆☆☆

غزل

مریم عباس، ایم اے، سمسٹر سوم

دل لگی آخر لے آئی وہاں جہاں پہنچ کر ہر غم بے قرار ہو گیا،

مُسکرائے ہم جس کرب سے، آپ پہ اُن آنسوؤں کا اُدھار ہو گیا،

اوڑھ لی ہے اب چادر صبر و ضبط کی، دیکھیے اب مکمل یہ سنگھار ہو گیا،

وہ جو ہر کسی کو سُنادیا کرتا تھا داستانِ غم وہ اب خُدا کے سوا کسی سے کچھ کہتا نہیں

دیکھو تو! وہ شخص کتنا پردہ دار ہو گیا،

نہ مانگنے میں کمی کی ہے اور نہ عطا میں کمی ہو گی اب،

اس یقین کے ساتھ دُعا کا ہر پہلو معجزے کا حقدار ہو گیا،

لوگ کہتے ہیں بدکار ہے محبّت

اور یہ دل بعدِ محبّت صاحبِ کردار ہو گیا،

سراپائے گناہگار تھا جو دل وہ آپ کی محبت سے تہجد گزار ہو گیا۔

کچھ خُشک آنسو، کچھ خاموشی کی گفتگو، کچھ ادھے ادھورے لفظ،

کچھ ٹوٹی پھوٹی سی دعائیں لے کر خدایا آپ کا یہ بندہ آپ سے ملنے کے لئے تیار ہو گیا،

لیجئے آج خدا سے محبّت کا مکمل اقرار ہو گیا۔

☆☆☆☆☆

چند اشعار

فروا اعجاز (مہکِ فروا)

بی ایس سمسٹر 8

ایک مُٹھی فرض کی کہانی

کتنے واجبوں سے لپٹی تھی

مہکِ فروا

دن بھر مسکرا مسکرا کے ملنے والے مہک

کبھی دیکھنا شب میں ہوتے ہیں بے حال کتنے

مہکِ فروا

منافقت بڑھ گئی ہے شاید کہ

میرے شہر میں سانس لینا محال ہے

مہکِ فروا

بلوچستان کے گمشدہ بھائی

فروا اعجاز (مہکِ فروا)

بی ایس سمسٹر 8

یہ بہنیں جو بھائیوں پہ مٹی جا رہی ہیں
ان کے بھائیوں کو کوئی ڈھونڈ لاؤ
یہ شہر منصفیں ہے
کہیں سے کوئی انصاف کی نوید سناؤ

کہ کل جب تمھاری بہن تمھیں ڈھونڈنے نکلے گی
ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ پاؤں شکست زدہ سے ہو جائیں گے

آنکھیں وحشت زدہ ہو جائیں گی
یہ بہنیں جو بھائیوں کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس قدر روئی ہیں
کہ تھک ہار قبر میں جا سوئی ہیں

ان کے لیے کچھ تو بولو

یہ لب کھولو

کہ تمھارا بھی تو کوئی بھائی ہے

کہ تمھاری بھی تو کوئی بہن ہے

یہ گمشدگین کے لواحقین

یہ غمگیں بہت ہیں

اور ان کی آنکھیں نمکین بہت ہیں

تمھارے لب خاموش بہت ہیں

تم آخر کب بولو گئے ؟ کب لب کھولو گئے ؟

تب جب تمھاری بہن تمھیں

ڈھونڈتی ڈھونڈتی تھک کے ہار بیٹھے گی ؟

اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے

شہر منصفیں کے منصفیں کو جگالاؤ

اس بہن کا بھائی کہیں سے ڈھونڈ لاؤ

مہکِ فروا

☆☆☆☆☆

فروا اعجاز (مہکِ فروا)

بی ایس سمسٹر 8

کر کے احسان ہم نے کبھی جتلایا نہیں

ہم ہیں کون، کیا کبھی تمھیں بتلایا نہیں؟

یہ شہرِ منافقت ہے، منافق بن کے ملو

میری ماں نے مجھے یہ سمجھایا نہیں

گر دوستی تو دوستی، گر محبت تو محبت

کیا کوئی فرض ہم نے نبھایا نہیں؟

مجھ پہ انگلی اٹھانے والے، تیری تربیت بری

تیری ماں نے تجھے "بہن" کا مطلب سکھایا نہیں؟

براوہ جس کی نظر بری، نیت بری

ہے سزا کیا اس کی، قرآن نے بتلایا نہیں؟

روزِ محشر تیری نیت سے اٹھے گا پردہ مہک

اور اُن پر کھلے گا کہ تو نے ان کو ستایا نہیں

مہکِ فروا

☆☆☆☆☆

اردو شاعری

ام الا تقی، ایم اے پ، سمسٹر دوم

گونگی ہو گئی آج زباں کچھ کہتے کہتے
ہچکچا گیا میں خود کو مسلماں کہتے کہتے
یہ بات نہیں کہ مجھ کو اس پر یقیں نہیں
بس ڈر گیا خود کو صاحب ایماں کہتے کہتے
توفیق نہ ہوئی مجھ کو اک وقت کی نماز کی
اور چپ ہوا موزن اذاں کہتے کہتے
کسی کافر نے جو پوچھا کہ یہ کیا ہے مہینہ
شرم سے پانی ہوا میں رمضاں کہتے کہتے
میرے شیلف میں جو گرد سے اٹی کتاب کا جو پوچھا
میں گڑھ گیا زمیں میں قرآں کہتے کہتے

یہ سن کہ چپ سادھ لی اقبال اس نے

یوں لگا جیسے رک گیا ہو مجھے حیواں کہتے کہتے

(علامہ اقبال)

☆☆☆☆☆

نمرہ ذوالفقار ایم اے، سمسٹر 2

مجھے منزلوں کا شعور تھا

مجھے راستوں نے تھکا دیا

کبھی جن لوگوں پہ غرور تھا

مجھے انہوں نے دغا دیا م

گر وہ میرا خدا ہی تھا

جو مجھے لے گیا میری منزلوں کے قریب تر

میں جو ڈھونڈتی تھی سکون کہیں

میرے رب نے مجھے عطا کیا

یہ میری جستجو کا ہی انعام تھا کہ

میں نے اپنی منزل کو پا لیا

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

سدرہ اسلم، بی ایس، سمسٹر 4

دہقان تو مر کھپ گیا اب کس کو جگاؤں
ملتا ہے کہاں خوشہ، گندم کہ جلاؤں
شاہین کا ہے گنبد شاہی پہ بسیرا
کنجشک فرومایہ کو اب کس سے لڑاؤں
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

شاہیں کا جہاں آج گرگس کا جہاں ہے
ملتی ہوئی ملا سے مجاہد کی اذاں ہے
مانا کہ ستاروں سے بھی آگے ہیں جہاں اور
شاہیں میں مگر طاقت پرواز کہاں ہے

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناوں

جھگڑے ہیں یہاں صوبوں کے ذاتوں کے نسب کے
اگتے ہیں تہ سایہ، گل خار غضب کے
یہ دیس ہے سب مگر اس کا نہیں کوئی
اس کے تن خستہ پہ تو اب دانت ہیں سب کے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناوں

دیکھو تو ذرا محلوں کے پردوں کو اٹھا کر
شمشیر و سناں رکھی ہیں طاقوں پہ سجا کر
آتے ہیں نظر مسنر شاہی پہ رنگیلے
تقدیر امم سو گئی طاوس پہ آ کر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناوں

کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن

قائل نہیں ایسے کسی جنجال کا مومن

سرحد کا ہے مومن کوئی بنگال کا مومن

ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناوں

(علامہ اقبال)

☆☆☆☆☆

میں فتوے لاواں ہر اک تے

عائدہ عرفان، بی ایس، سمسٹر 4

میں فتوے لاواں ہر اک تے

میں چار جماعتاں کی پڑھیاں

میں فتوے لاواں ہر اک تے

کدی بے عملاں تے

کدی بے عقلاں تے

کدی شاعری تے، کدی گاؤن تے

کدی ہسن تے کدی رون تے

میں فتوے لاواں ہر اک تے

میں آپ مسیتی جاواں ناں

جے جاواں من ٹکاواں ناں

میں فتوے لاواں اوتھے وی

کدی وضو تے کدی نماز تے

کدی اچی نیویں آواز تے

کدی منن یا نہ منن تے

ہتھ اتے تھلے بنھن تے

میں فتوے لاواں ہر اک تے

کدی ٹوپی تے کدی داڑھی تے

گل چنگی یا گل ماڑی تے

کدی جنگاں تے کدی جہاد تے

کدی دین دی ہندی واد تے

میں فتوے لاواں ہر اک تے

کدی رسم آکھاں دین نوں

کدی دین آکھاں رسماں نوں

کدی عیداں تے شبراتاں تے

کدی جاگن والیاں راتاں تے

کدی زیراں تے کدی زبران تے

کدی مزاراں تے کدی قبراں تے

میں فتوے لاواں ہر اک تے

میں سنی وہابی حنفی ہویا

میں مالکی شافعی حنبلی ہویا

میں سب کچھ ہویا

پر ہویا نہ مسلمان

ایہہ میں جو چار کتاباں پڑھیاں

اپنے علم دیاں لاواں تڑیاں

ویلا میرے علم دا ٹھوٹھا جے

ہر فتوی میرا جھوٹھا جے

میں آپ تاں فرض نبھاواں نہ

دین دے نیڑے جاواں نہ

پر کافر آکھاں ہر اک نوں

میں فتوے لاواں ہر اک نوں

☆☆☆☆☆

ایک بہت عمدہ نظم

ابلیس کا اعتراف

("سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں)"

تو نے جس وقت یہ انسان بنایا یارب
اُس گھڑی مجھ کو تو اِک آنکھ نہ بھایا یارب

اس لیے میں نے، سر اپنا نہ جھکایا یارب
لیکن اب پلٹی ہے کچھ ایسی ہی کایا یارب

عقل مندی ہے اسی میں کہ میں توبہ کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں!

ابتداً تھی بہت نرم طبیعت اس کی
قلب وجاں پاک تھے، شفاف تھی طینت اس کی

پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی
اب تو خود مجھ پہ مسلط ہے شرارت اس کی

اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

بھر دیا تُو نے بھلا کون سا فتنہ اس میں
پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوا اس میں

اِک اِک سانس ہے اب صورتِ شعلہ اس میں
آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں

اپنا آتش کدۂ ذات ہی ٹھنڈا کرلوں!

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

اب تو یہ خون کے بھی رشتوں سے اکڑ جاتا ہے

باپ سے، بھائی سے، بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے

جب کبھی طیش میں ہتھے سے اکڑ جاتا ہے

خود مرِے شر کا توازن بھی بگِڑ جاتا ہے

اب تو لازم ہے کہ میں خود کو سیدھا کرلوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

میری نظروں میں تو بس مٹی کا مادھو تھا بَشَر

میں سمجھتا تھا اسے خود سے بہت ہی کمتر

مجھ پہ پہلے نہ کھُلے اس کے سیاسی جوہر

کان میرے بھی کترتا ہے یہ قائد بن کر

شیطانیت چھوڑ کے میں بھی یہی دھندا کرلوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں !

کچھ جِھجکتا ہے، نہ ڈرتا ہے، نہ شرماتا ہے

نِت نئی فتنہ گری روز ہی دکھلاتا ہے

اب یہ ظالم، میرے بہکاوے میں کب آتا ہے

میں بُرا سوچتا رہتا ہوں، یہ کر جاتا ہے

کیا ابھی اس کی مریدی کا ارادہ کرلوں !

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں !

اب جگہ کوئی نہیں میرے لیے دھرتی پر
مرے شر سے بھی سِوا ہے یہاں انسان کا شر
اب تو لگتا ہے یہی فیصلہ مُجھ کو بہتر
اس سے پہلے کہ پہنچ جائے واں سوپر پاور

میں کسی اور ہی سیّارہ پر قبضہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں !
ظُلم کے دام بچھائے ہیں نرالے اس نے
نِت نئے پیچ مذاہب میں ڈالے اِس نے
کردیئے قید اندھیروں میں اجالے اس نے
کام جتنے تھے مرے، سارے سنبھالے اس نے

اب تو میں خود کو ہر اِک بوجھ سے ہلکا کرلوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

شاعر نامعلوم

☆☆☆☆☆

باب (مضامین اور نظمیں)

کچھ بابا جان کے بارے میں!

(بسمہ خالد، ایم اے، سمسٹر 2)

اسلام علیکم!

دوستو میرا نام بسمہ خالد ہے اور میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اسلامیات کی طالبہ ہوں۔ ایک دن یونہی بیٹھے بٹھائے اپنے پسندیدہ رشتے کے بارے میں لکھنے کا دل چاہا تو جس شخصیت کا میرے ذہن میں فوراً آیا وہ میرے پیارے بابا جان ہیں۔

"اس قدر پیار سے پالا ہے مجھے بابا نے

باپ کا گھر مجھے فردوس بریں لگتا ہے"

میرے بابا جان کا نام خالد مقصود ہے۔ میرے بابا جان میرے لیے ایک رول ماڈل ہیں ان میں وہ ساری صلاحتیں موجود ہیں جو ایک بہترین باپ میں ہونی چاہیے وہ نہ صرف میرے بابا ہیں بلکہ میرے ایک بہترین دوست بھی ہیں کیونکہ وہ مجھے وقتاً فوقتاً مجھے اچھی اور بری چیزوں کے بارے میں خبردار کرتے رہتے ہیں۔

"باپ کی موجودگی بیٹی کے لیے سورج جیسی ہوتی ہے جو گرم ضرور ہوتا ہے لیکن نہ ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔" باپ وہ پہلا مرد ہوتا ہے جس کی محبت بیٹی ساری زندگی اپنے دل میں بسا کر رکھتی ہے اور یہی وہ پہلی محبت ہے جس کو عورت ساری زندگی نھیں بھلا پاتی اس دنیا میں "باپ" وہ واحد شخص ہوتا ہے جو چاہتا ہے کہ آپ اس سے زیادہ کامیاب ہوں۔

میں اپنے باباجان کو اپنا ہیرو سمجھتی ہوں اور آج میں جس مقام پر ہوں وہ سب میں اپنے بابا کی بدولت ہوں گھر والوں سے بھی ان کو خاص لگن ہے بچے اپنی ماؤں کے ساتھ زیادہ منسلک ہوتے ہیں اور ہر بات ان کے ساتھ شیئر کرتے ہیں لیکن میرے معاملے میں مختلف ہیں میں تمام راز اپنے بابا کے ساتھ شیئر کرتی ہوں میرے بابا کبھی کسی کام سے ہار نہیں مانتے زندگی کے مشکل سے مشکل وقت کا سامنا بھی نہایت پر سکون ہو کر کیا ہے۔اس دنیا میں باپ سے بہتر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا۔

میرے باباجان اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی جانتے ہیں اور ان سے بچنے کی بھی کوشش نہیں کرتے وہ میرے اہل خانہ کی ہر ذمہ داری نبھانے کے لیے ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں۔وہ میرے خاندان میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔وہ ہماری ہر ذمہ داری نبھانے کے لیے ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں۔وہ ہمیشہ ہمارے لیے بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کیونکہ باپ کی محبت چٹان سے بھی زیادہ محفوظ اور پھول سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتی ہے جس کے اپنے کپڑے چاہے جتنے مرضی پرانے ہو جائیں لیکن خود کپڑے لینے کی بجائے کہیں سے ادھار لیکر بھی بچوں کو نئے کپڑے دلوانے والے کو باپ کہتے ہیں۔

"باپ وہ عظیم ہستی ہے جس کے پسینے کی ایک بوند کی قیمت بھی اولاد ادا نہیں کر سکتی۔"

میں جب کبھی بھی اپنے زندگی کے معاملات میں الجھ جاتی ہوں تو اپنے باباجان کے پاس جا کر مشورہ کرتی ہوں وہ ہمیشہ مجھے صبر کرنے اور پر سکون رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔وہ زندگی کے بارے میں ایک نظریہ رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ افراتفری والے معاملات کو کس طرح پر سکون کرنا ہے۔

" باپ ایک ایسا شجر ہے جس کے سائے میں بیٹیاں راج کرتی ہیں شاید ہر لڑکی اپنے شوہر کے لیے ایک ملکہ نہ ہو لیکن وہ اپنے باپ کے لیے شہزادی ضرور ہوتی ہے۔

ایک بیٹی کے لیے دنیا کی سب سے محفوظ جگہ اس کی باپ کی بانہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بابا جان کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور ان کا سایہ شفقت م سب بہن بھائیوں کے سر پر سلامت رکھیں۔

(آمین)

☆☆☆☆☆

والدین کی نصیحت اور آج کی نسل

(سندس سردار، ایم اے، سمسٹر چہارم)

والدین دنیا کی وہ واحد عظیم ہستی ہیں جن میں اپنی اولاد کے لئے کوئی لالچ اور طمع نہیں ہوتی، وہ اپنی اولاد کے لیے زندگی کے کسی بھی موڑ پر ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اس نے اولاد کو اچھا اور سمجھ دار شہری بنائیں اور ان کی بھرپور اخلاقی تربیت کریں۔

یقیناً تمام والدین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کریں اور انہیں زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب اور باعزت دیکھیں۔ اس لیے یہ اپنی اولاد کو وقتاً فوقتاً نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن موجودہ معاشرے میں نہایت پر سوز اور المناک صورتحال در پیش ہے ان کے ساتھ اولاد کا رویہ ناقابل برداشت ہے۔

عموماً والدین اگر اپنے کسی بچے کو نصیحت کرتے ہیں تو اولاد میں سے اکثریت کا جواب یہ ہوتا ہے کہ آپ دقیانوسی باتیں کرتے ہیں، نہیں اب وہ وقت نہیں رہا۔

سوال یہ ہے کہ کیا وقت کی تبدیلی کے ساتھ انسان کی حیثیت تبدیل ہو گئی ہے یا اس نافرمانی کی وجہ اخلاقی پستی ہے۔ کیونکہ پرانے وقت میں تو والدین کے حکم کی تعمیل اولاد کا فرض عین ہوا کرتی تھی یہی اولاد کی اعلی اخلاق کا مظہر بھی تھی۔ کیونکہ قرآن میں والدین کی فرمانبرداری کی بہت تاکید کی گئی ہے اور نافرمانی کرنے والے کو انتہائی سخت الفاظ میں تنبیہ بھی کی گئی ہے۔ تو کیا یہ وقت کی تبدیلی اللہ کے حکم کو بھی تبدیل کر دیتی ہے نہیں، ہر گز نہیں۔

اللہ کا قانون آج بھی وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچایا گیا تھا۔ والدین کی نصیحتیں ان کی زندگی کے تمام تجربات کا نچوڑ ہوتی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد وہ نقصانات نہ اٹھائے جن کا سامنا ان کو ماضی میں کرنا پڑا جو شخص ان پر عمل کرے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہے، لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین کی اچھی پرورش کرنے کے باوجود بھی بچے والدین کی نہیں سنتے ہیں۔

اس میں کچھ قصور والدین کا بھی ہے کہ وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے بچپن سے بچوں کو ٹائم نہیں دے پاتے جس کی وجہ سے بچے والدین سے دور ہو جاتے ہیں اور جب وہ اپنے شعور کو پہنچتے ہیں تو انہیں والدین کی ہر نصیحت بری لگتی ہے۔ اس عمل سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین بچپن سے ہی اولاد کی تربیت شفقت کے ساتھ جاری رکھیں۔

لیکن اس کے بعد بھی اولاد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ والدین کی نافرمانی کریں۔ کیونکہ والدین کی رضا کو اللہ نے اپنی رضا کے ساتھ مشروط کر دیا ہے

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

رضی الرب فی رضی الوالدین، وسخط الرب فی سخط الوالدین

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے، اور رب کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

لہذا اگر اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے والدین کی رضا حاصل کی جائے۔ قرآن میں اللہ نے اکثر مقامات پر جہاں والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس سے پہلے اپنی توحید کا حکم دیا ہے۔ لہذا یہ ثابت شدہ امر ہے کہ اللہ کے توحید کے بعد سب سے زیادہ ضروری والدین کی اطاعت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا

اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔

اس آیت مبارکہ میں والدین کے ساتھ خصوصاً اس وقت حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے جب وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں کیوں کہ اس عمر میں انسان عموماً چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی طبیعت میں بے قراری و بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا والدین کو اس کیفیت میں اولاد کی طرف سے اچھے رویے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اور اللہ نے حکم دے دیا ہے کہ سوا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے والدین جو بھی حکم دیں اس کی تعمیل کرنا ہمارا فرضِ عین ہے۔

خود کو چاہے کتنی ہی تکلیف ہو ماں باپ اپنی اولاد کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ یقیناً ماں کی دعا موت کے علاوہ ہر مصیبت کو ٹال سکتی ہے۔ ہر علاقہ میں ماں باپ پر ظلم ڈھانے کے دل دہلانے والے واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

آج سماج میں کچھ کم ظرف اپنے معیار کو سوسائٹی میں اونچا دکھانے کے لیے باپ کو باپ کہنے سے بھی کترا رہے ہیں۔اولاد کی خاطر اپنی جوانی میں سخت سے سخت محنت کرتے ہوئے اپنی اولاد کو تعلیم یافتہ بنانے والے باپ کو اس لیے بھیک مانگتا دیکھا جا رہا ہے کہ باپ اب نابینا ہو گیا ہے۔

باپ ایک ایسی کتاب ہے جس پر بہت سے تجربات تحریر ہوتے ہیں جو زندگی گزارنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔اس لیے انہیں اپنے سے کبھی دور مت رکھو۔

والدین باغ میں ایک ایسا پھول ہیں جن کی خوشبو مرجھانے کے بعد بھی باغ کو مہکاتی رہتی ہے

والدین کی نافرمانی دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی ہے اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو والدین کی فرمانبرداری کرنے اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

عنوان ہے محبت اور کتاب ہے زندگی

ماں باپ کے بغیر عذاب زندگی

☆☆☆☆☆

والد محترم کی عظمت

(عنبرین کنول بی ایس، سمسٹر ہفتم)

عزیز تر مجھے رکھتا ہے وہ رگ جاں سے

یہ بات سچ ہے مرا باپ کم نہیں ماں سے

والدہ کی طرح والد بھی ایک ذمہ دار ہستی ہے جو اپنے خون پسینے کی کمائی سے اولاد کی پرورش کرتا ہے اور اس کے روشن مستقبل کے لیے آجر) مالک (کی غلامی کرتا، اولاد کے لیے تلخ ترش باتیں سنتا ہے اور سارا دن جو کما کر لاتا ہے وہ بچوں پر خرچ کر دیتا ہے۔ والد ایثار و قربانی کا مجسم ہوتا ہے اور اولاد کے لیے سراپا دعا بھی۔ ہر والد کا یہی خواب ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو اعلیٰ معیار زندگی فراہم کرے تاکہ وہ معاشرے میں باعزت زندگی بسر کر سکیں اور معاشرتی ترقی میں بہتر طور پر اپنا کردار ادا کر سکیں۔

والد کی قدر کرنی چاہیے۔ باپ کی کمائی اور ورثے کی تو اولاد حق دار بنتی ہے مگر اس کے دیگر تجربات اور اصولوں سے کم ہی فائدہ اٹھاتی ہے۔ حالاں کہ باپ ایک ایسی کتاب ہے جس پر تجربات تحریر ہوتے ہیں۔ اپنے والد کو خود سے دور مت کریں بلکہ

اس کے تجربات سے سیکھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نئی نسل والدین سے خود کو زیادہ عقل مند خیال کرتی ہے۔

جب کوئی اپنے والدین سے سختی سے بات کرتا اور اونچی آواز سے ان کو جھڑکتا ہے تو اس وقت اللہ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا " (سورة بنی اسرائیل : 23)

"اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا"

حدیث مبارکہ ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ . (سنن ابن ماجہ : 3663)

"سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، چاہے تم اس دروازے کو ضائع کردو، یا اس کی حفاظت کرو"

اکثر والدا ایسے دیکھے ہیں جن کو یہ گلہ ہے کہ اولاد نافرمان ہے، کہنا نہیں مانتی جہاں سے روکیں وہیں جاتی ہے، مخالفین سے تعلقات رکھتی ہے اور جن کو ہم عزیز رکھتے ہیں ان سے دور رہتی ہے، جن سے ہم کو الفت ہے ان کا احترام نہیں کرتی وغیرہ۔

والد کا احترام کریں تا کہ آپ کی اولاد بھی آپ کا احترام کرے۔ والد کی عزت کرو تا کہ اس سے فیض یاب ہو سکو۔ والد کی باتیں غور سے سنو تا کہ دوسروں کی باتیں نہ سننی پڑیں۔ اپنے والد کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو ورنہ اللہ پاک تم کو نیچا دکھادے گا۔ والد کے آنسو تمہارے دکھ اور تکلیف سے نہ گریں ورنہ اللہ پاک تم کو جنت سے محروم کر دے گا۔

ایک بار ایک شخص خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے والد نے میرا سارا مال لے لیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ۔

اسی وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب اس لڑکے کا والد آجائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں، اور اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا۔ جب وہ نوجوان اپنے والد کو لے کر آیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں؟

والد نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اسی سے پوچھ لیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہیں خرچ کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پس حقیقت معلوم ہو گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے والد سے دریافت فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں جو تم نے دل میں کہے اور تمہارے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا؟

اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو بات کانوں نے بھی نہیں سنی اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئی۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے چند اشعار دل میں پڑھے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اشعار ہمیں بھی بتاؤ۔

اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے دل میں یہ کہا تھا: " میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد تمہاری ہر ذمے داری اٹھائی، تمہارا سب کچھ میری کمائی سے تھا۔ جب کسی رات تمہیں کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے رات نہ گزاری مگر سخت بیداری اور بے قراری کے عالم میں، مگر ایسے جیسے کہ بیماری تمہیں نہیں مجھے لگی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے تمام شب روتے ہوئے گزار دیتا۔ میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا، اس کے باوجود کہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ جب تُو اس عمر کو پہنچ گیا تو پھر تم نے میرا بدلہ سخت روئی اور سخت گوئی بنالیا۔ گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کر رہے ہو۔ اگر تم سے میرا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم اتنا ہی کر لیتے جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔ تُو نے مجھے کم از کم پڑوسی کا حق ہی دیا ہوتا۔ میرے ہی مال میں مجھ سے بخل سے کام نہ لیا ہوتا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو بیٹے کو فرمایا: کہ تُو اور تیرا مال سب تیرے والد کا ہے "

سوچیے! اولاد کے ستائے والد کے دل سے نکلے الفاظ کس طرح عرش الٰہی تک پہنچے، اور رحمت الٰہی جوش میں آئی

باپ ایک رحمت خداوندی ہے جو سدا ایک چادر کی طرح سر پر تنی رہتی ہے۔

ایک عقلمند باپ نے اپنے عقلمند اور باادب بیٹے کے دونوں کاندھوں پہ ہاتھ رکھا اور

کہا بیٹے بتاؤ اس دنیا میں سب سے بڑا طاقتور کون ہے؟

اس نے جواب دیا: میں

پھر باپ نے دونوں اپنے ہاتھ اس کے کاندھوں سے اٹھائے اور کہا اس کائنات میں سب سے زیادہ کمزور کون ہے؟

اس نے جواب دیا: میں

باپ نے اپنے بیٹے سے کہا میرے بیٹے ایک ہی مجلس میں تم نے کہا سب سے طاقتور میں ہوں اور سب سے کمزور بھی میں ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے

عقلمند بیٹے نے جواب دیتے ہوئے کہا، میرے ابو جان! جب آپ کے دونوں ہاتھ میرے کاندھوں پر تھے تو سب سے بڑا طاقتور میں تھا

اور جب آپ نے دونوں ہاتھ میرے کاندھوں سے اٹھا دیے تو سب سے زیادہ کمزور میں ہو گیا

اگر ماں کی طرح والد کی عظمت کا پاس رکھتے ہوئے اس کی اطاعت، فرماں برداری خدمت اور تعظیم کر کے اس کی رضا حاصل کی جائے تو اللہ پاک کی طرف سے ہمیں دین و دنیا دونوں کی کامیابیاں، سعادتیں اور جنّت کی بے شمار نعمتیں نصیب ہو سکتی ہیں

اللہ تعالیٰ والد جیسی بے مثل نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی فرمانبرداری، خدمت اور تعظیم کر کے دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مجھ کو چھاؤں میں رکھا اور خود جلتا رہا دھوپ میں

میں نے دیکھا اک فرشتہ باپ کے روپ میں

میرے باباجان

شازیہ رشید، ایم اے، سمسٹر دوم

بیٹی چاہے امیر کی ہو یا غریب کی۔ بیٹی کی نظر میں اس کا باپ ایک بادشاہ سا ہوتا ہے کیوں کہ وہ خود کو باپ کی گود میں شہزادی تصور کرتی ہے۔ جس کے سائے میں بیٹی کو غم کی کسی دھوپ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جو سارا دن تھک ہار کر آتا ہے اور پھر بیٹی کی ایک مسکان پر سب درد غم اور تھکاوٹ ایک پل میں بھول جاتا ہے۔ ہاں یہ وہ ہی محافظ ہے جو ساری زندگی ایک اولاد کی نگرانی اور حفاظت کرتا ہے باپ کے ہوتے ہوئے کسی کی جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس کی اولاد کو برا نظر سے دیکھ سکے باپ سے بڑھ کر کوئی اور رشتہ خیر خواہ نہیں ہو سکتا دنیا میں اگر کسی مرد کے ساتھ دوستی کرنے کو دل کرے تو اپنے باپ کو اپنا دوست بناؤ کیونکہ اس سے زیادہ سچا دوست کوئی نہیں ہو سکتا۔

آج میں آپ سے اپنے باباجان کی کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں بچپن میں ہی میری امی جان کا انتقال ہو گیا ان کے بعد میرے باباجان نے ہمارے باپ اور ماں دونوں بن کر پالا ہے۔ ماں جیسی اللہ کی رحمت تو میرے پاس نہیں رہی لیکن وہ وہ باپ جو میرے اللہ کی عظمت نعمت ہے جو کہ اپنے بچوں کے لئے اپنی جان تک لڑا دیتا ہے ہر باپ کا یہی خواب ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلی سے اعلی معیار زندگی فراہم کرے۔ بالکل اسی طرح میرے باباجان نے بھی پیار، محبت، وقت ضرورتیں اور آسائشیں دینے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی مجھے آج بھی یاد ہے کہ میرے ایک آنسو پر میرے بابا کا تڑپ جانا اور میری زبان سے خواہش کا ایک لفظ نکلنے پر فوراً اسے پورا کر دینا میں ایک نارمل فیملی سے تعلق رکھتی ہوں جب کبھی کسی ایسی چیز کی خواہش کر دیں جو وہ نہ پوری کر سکے ہو تو مجھے یاد ہے ان کا پریشان ہو جانا اور کہنا بیٹا جلا دوں گا اللہ تعالی نے یہ رشتہ بھی کتنا خوبصورت بنایا ہے کہ جس کی آغوش میں آرام ہی آرام ہے جس کے سارے تلے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں یہ تو اتنا پیارا رشتہ ہے کہ جسے خود اللہ تعالی نے اپنی بندگی کے فوراً بعد ذکر فرمایا

ارشاد باری تعالی ہے:

"وقضی ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا "

"تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو "

کیونکہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے بعد انسان پر والدین کے جتنے احسانات ہوتے ہیں اتنے احسانات مخلوق میں سے اور کسی کے نہیں ہوتے آج میں جس مقام پر کھڑی ہوں اس میں اللہ کی رحمت کے بعد میرے بابا جان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے مجھے گاؤں سے دور شہر میں آنے کی اجازت دی مجھ پر یقین کیا اور میرے باقی خواہشات کے ساتھ ساتھ اعلی تعلیم کی خواہش بھی پوری کرنے کے لیے اپنی نظروں سے دور کر کے اپنے اپنے دل کی نظر مجھ پر رکھے ہوئے ہیں اور اب ایسی خوش نصیب بیٹیاں بہت کم ہوتی ہیں خاص طور پر گاؤں میں رہنے والیں کہ جن کی یہ خواہش پوری ہوتی ہو گی

۔

میرے بابا جان کی دعا ہے اور ان کا یقین ہے جس کی وجہ سے ہر جگہ آج مجھے عزت مل رہی ہے اور میں کامیاب سے کامیاب تر ہو رہی ہو آج سوچتی ہوں جس طرح نے اپنی جان کو مشکل سے مشکل مشقتوں میں ڈال کر اور اتنی تکلیفیں و برداشت کر کے میری ضرورتوں اور خواہشوں کو پورا کیا اور ابھی تک کر رہے ہیں جبکہ ان کے جسم میں اب ویسی طاقت بھی نہیں تو اب مجھے ان کا سہارا بننا چاہیے لیکن میں جو مرضی کر لو ان کے ایک بھی احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی میری اپنے رب تعالی سے دعا ہے کہ اس بے لوث محبت کرنے والی ہستی کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھنا دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرما اور مجھے اپنے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے (آمین)

میری زندگی میرے بابا

سحر النسا، بی ایس، سمسٹر 2

اللہ تعالیٰ نے دونوں کا درجہ بہت بلند رکھا ہے۔ عموماً ہر کوئی اپنی ماں کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ لیکن آج میں آپ سب کو بتانا چاہتی ہوں کہ ہماری زندگی میں باپ کی شکل میں اللہ کا بہت انمول تحفہ موجود ہے۔

بچپن سے بیٹی کے آئیڈیل اس کے بابا ہوتے ہیں۔ میرے بابا نے میری ہر خواہش پوری کی ہے۔" باپ تو وہ ہے جس کی مسکراہٹ بچوں کی خوشی پر انحصار ہے "

ایک باپ کی آمدن اگر کم ہو تب بھی وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے بچوں کی خواہشات کو پورا کر سکے۔ باپ کے لیے اس کی اولاد ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ اپنی اولاد کی بہتر پرورش، تعلیم فراہم کرنا اور اپنی اولاد کو اونچے مقام پر پہنچانا باپ کا خواب ہوتا ہے۔

میرے سب سے اچھے دوست میرے بابا ہیں۔ میں جب کوئی بات ان کو بتاتی ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے کتنی ہی بڑی مشکل کیوں نہ ہو وہ بہت آسان ہو جاتی۔ اس لیے میں ہر بات سب سے پہلے انہی سے کرتی ہوں۔ ہمارے معاشرے میں سمجھا جاتا ہے کہ صرف ماں ہی بچوں سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہے اور صرف وہ ہی خیال رکھ سکتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ ماں بہت قربانیاں دیتی ہے اور بچوں کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن ذرا سوچیے ایک باپ جو صبح سے رات تک دفتر میں کام کرتا ہے، دن رات کمانے کی دھن سوار رہتی۔ تو کیا یہ صرف اپنی ذات کے لیے ہوتا؟ نہیں بلکہ وہ گرمی سردی کی پرواہ کیے بغیر صرف اپنے بچوں کی خاطر کماتا۔ ہر باپ کے دل میں پیار ہوتا ہے پرواہ ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ الفاظ سے ظاہر نہیں کرتا۔

میری زندگی کے ہر فیصلے کا اختیار میں نے اپنے بابا کو دیا ہے صرف اسلیے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیشہ میرا اچھا ہی سوچیں گے۔یقین کریں "باپ" دنیا کا وہ واحد شخص ہے جو خود سے بھی زیادہ آپ کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔

باپ ایک مضبوط شخصیت کا نام ہے جو حوصلہ بڑھاتا ہے۔

وہ سب سے اچھا دوست ہے۔

وہ ہر وقت مدد کرنے کو تیار رہتا ہے۔

ضرورت پڑھنے پر وہ ماں کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔

باپ اور بیٹا پچھلے لان میں کرکٹ کھیل رہے تھے والد بیٹے کا دل رکھنے کے لیے جان بوجھ کر ہار رہا تھا اور بیٹا جیت کی سرشاری میں خوش تھا۔ نعرے لگا رہا تھا اور سات برس کی بیٹی بینچ پر بیٹھی سارا منظر دیکھ رہی تھی وہ ابو کی مسلسل ہار سہ نہ پائی اور دوڑ کر اپنے باپ سے لپٹی، رو کر بولی :

ابو میرے ساتھ بھی کھیلیں آپ کو جتوانے کی خاطر میں ہاروں گی۔

بابا اپنی بیٹی کو عزیز تر رکھتے ہیں اسی طرح بیٹی کی زندگی میں بھی سب سے زیادہ اہمیت اس کے بابا کی ہوتی ہے۔

ممکن اگر ہوتا کسی کو عمر لگانا

میں ہر سانس اپنے بابا کے نام لکھتی۔۔۔!!

میں آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں جن سے باپ کی تعریف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا تحفہ ہے جس کا جتنا شکر ادا کیا کم ہے۔ اپنے والد کو عزت اور محبت دیں اور ان کا سہارا بنیں۔

اے اللہ! ہم سب کے والد کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرما۔

آمین

☆☆☆☆☆

باپ

(عائشہ محمود، بی ایس، سمسٹر 2)

- باپ کا حکم مانو تاکہ خوش حال ہو سکو۔
- باپ کے سامنے اونچا نہ بولو ورنہ اللہ تم کو نیچا کر دے گا۔
- باپ اور استاد کی مار برداشت کرو تاکہ دنیا کی مار سے بچ سکو۔
- باپ ایک مقدس محافظ ہے جو ساری زندگی خاندان کی نگرانی کرتا ہے۔
- باپ ایک زمہ دار ڈرائیور ہے جو گھر کی گاڑی کو اپنے خون پسینے سے چلاتا ہے۔
- ماں کی دعا کا شوق رکھ کر باپ کی بددعا سے بھی ڈر۔
- اگر ماں جنت ہے تو باپ جنت کا مین دروازہ ہے۔
- باپ سے بہتر کوئی غمخوار نہیں۔
- باپ سے بہتر کوئی دردمند نہیں۔
- باپ سے بہتر کوئی ہمدرد نہیں۔
- باپ سورج کی مانند گرم ضرور ہوتا ہے اگر نہ ہو تو اندھیرا ہوتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اور آپ کو باپ اور استاد کا احترام بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پیارے باباجان

(سندس سردار، ایم اے، سمسٹر چہارم)

پیارے بابا کہاں گئے

ہم کو یوں تنہا چھوڑ گئے

اب رات اور دن سب ایک سا ہے

فقط اندھیرا ہے ہر دم

کوئی بھی نہیں تم سا بابا

کیوں ہم سے رخ یوں موڑ گئے

ہم کو یوں تنہا چھوڑ گئے

اب بھی مجھ کو وہ یاد ہے سب

پیار اور شفقت سے تم جب

میرا ماتھا چوما کرتے تھے

پھر اب وہ ریت کیوں توڑ گئے

ہم کو یوں تنہا چھوڑ گئے

یہ دنیا والے ظالم ہیں

ہر موڑ پہ یاد دلاتے ہیں

یتیم مجھ کو یہ بلاتے ہیں

کیوں رشتے سارے توڑ گئے

ہم کو یوں تنہا چھوڑ گئے

اب خوشیاں بھی ہیں مدھم سی

اور غم ہیں بہت دراز ہوئے

انجانی اس دنیا میں

کیوں درد سے رشتہ جوڑ گئے

ہم کو یوں تنہا چھوڑ گئے

پیارے بابا کہاں گئے

ہم کو یوں تنہا چھوڑ گئے

☆☆☆☆☆

"باپ بطورِ سائبان"

(حمنہ خان، ایم اے سمسٹر ۴)

خدائے بزرگ و برتر کا ہے یہ انعام

اور عطائے ربِّ کائنات ہے یہ نگہبان

جب آنکھ کھلی تو آغوش اس کی میں

خود کو پایا ایک مضبوط بانہوں کے بندھن میں

اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھایا جس نے

میری آنکھ کے ہر آنسو کو پلکوں پر سجایا جس نے

میرے رب نے دیا ہے اُس کو یہ اعزاز

کہ رکھا ہے پوشیدہ اپنی رضا کو اُس کی رضا میں

یہ رشتہ، فرشتہ تھا یا سائبان

سایہ بن کر چلتا رہا یہ سائبان

ٹوٹ کر چاہا اُس نے مجھے کچھ اس قدر

گمان میں نہ تھا کہ جُدا ہو کر جی پائیں گے کیونکر

رِدا ہے میری ربِّ ذوالجلال سے

سدا یہ آغوشِ محبّت قائم رہے

ہمارے آنگن کی یہ بہار آباد رہے

یہ رشتہ، یہ سائبان، یہ نگہبان سلامت رہے۔۔۔آمین

☆☆☆☆☆

میرا باپ کم نہیں میری ماں سے

قندیل اللہ رکھا، بی ایس، سمسٹر دوم

میرا باپ کم نہیں میری ماں سے

میرے بغیر اسکے سب خواب ویران ہے

یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں ہے میری ماں سے !

وہ ماں کے کہنے پر کچھ رعب مجھ پر رکھتا ہے

یہی وجہ ہے کہ مجھے چومتے ہوئے جھجکتا ہے !

جڑی ہے اسکی ہر اک ہاں میری ہاں سے

یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں میری ماں سے !

وہ لوٹتا ہے کہیں رات کو دیر گئے، دن بھر

وجود اسکا پسینے میں ڈھل کر بہتا ہے !

پرانا سوٹ پہنا ہے، کم وہ کھاتا ہے

مگر میرے لیے ہر وہ چیز نئی لاتا ہے!

عزیز رکھتا ہے وہ رگ و جان سے

یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں میری ماں سے

والد کی فریاد

قندیل اللہ رکھا، بی ایس، سمسٹر دوم

بوڑھا ہو گیا ہوں میں کچھ وقت دے دیا کر
بیٹھ کر دو چار ہی سہی مگر مجھ سے باتیں کیا کر

تو ہی میری لاٹھی ہے تو ہی میری روشنی
کچھ پل کیلئے ساتھ میرے راستہ طے کیا کر

مر جاؤں گا اک دن چھوڑ جاؤں گا تجھے
جو بچی ہے زندگی صاحب، کچھ لمحے میرے لیے بھی رکھا کر

☆☆☆☆☆

روزینہ حسن، ایم اے، سمسٹر چہارم

باپ ایک نعمت ہے بیٹیوں کے دکھوں کے ہم راز کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

آدھوری خواہشوں کو پورا کرنے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

غموں کی تپش میں چھاؤں بننے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

بیٹیوں کے زخموں کی مرہم بننے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

بیٹی کی خوشی میں دنیا کی قیمت لگانے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

بیٹی کے درد کا ہمدرد بننے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

بیٹیوں کی مسکراہٹوں کی وجہ بننے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

اپنی نازک کلیوں کے آشیانے سجانے والے کو آسان الفاظ میں باپ کہتے ہیں

☆☆☆☆☆

باپ کے نام ایک غزل

فروا اعجاز

بی ایس سمسٹر 8

پرانے گھر کو گرایا تو باپ رونے لگا

خوشی نے دِل سادُکھایا تو باپ رونے لگا

یہ رات کھانستے رہتے ہیں کوفت ہوتی ہے

بہو نے سب میں جتایا تو باپ رونے لگا

نہ جانے کب سے وُہ نمبر ملا رَہا تھا مرا

کہ جونہی فون اُٹھایا تو باپ رونے لگا

ہمیں بنا دِیئے کمرے خود اُس کو ٹی وی پر

مدینہ جب نظر آیا تو باپ رونے لگا

کل اُس کے دوست کو باہر سے ٹالنے کے بعد

اُسے فقیر بتایا تو باپ رونے لگا

بہن رَوانگی سے پہلے پیار لینے گئی

جو کچھ بھی دے نہیں پایا تو باپ رونے لگا

کیا ہی کیا ہے بھلا آج تک ہمارے لیے

سوال جو نہی اُٹھایا تو باپ رونے لگا

آذان بیٹے کے کانوں میں دے رہا تھا میں

آذان دیتے جو پایا تو باپ رونے لگا

طبیب کہتا تھا پاگل کو کچھ بھی یاد نہیں

گلے سے میں نے لگایا تو باپ رونے لگا

لحد پہ ابّو کی کل رات ایک مدت بعد

چراغ جو نہی جلایا تو باپ رونے لگا

نہ جانے قیسؔ نے کس جذبے سے یہ کیا لکھا

کہ جو نہی پڑھ کے سنایا تو باپ رونے لگا

شہزاد قیس

☆☆☆☆☆

باپ کے لازوال مقام پر

ثمرہ سلیم، ایم اے، سمسٹر 2

یہ راتوں کی وحشت بہت تکلیف دیتی ہے

جب سے بابا گئے ہیں روز مجھے آزماتی ہے

ایک خاموشی سی کانوں میں دستک دے کر گزر جاتی ہے

میں مڑ کر دیکھتی ہوں تو بابا کی یاد دلاتی ہے

وہ ہسنا کھیلنا روٹھنا منانا

یہ سب اچھا لگتا تھا بابا کے ساتھ

وہ چھوٹی سی تکلیف پر بابا کا بے چین ہو جانا

آج بڑے بڑے غموں کو برداشت کر جانا

سنا تھا زندگی مسکراتی ہے

بابا تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا

اب زندگی کو جینے کا دل نہیں کرتا

کچھ ایسے ہو گئے ہیں ہم بابا کے جانے کے بعد

زندگی تو پھر زندگی ہے گزر ہی جائے گی

زندگی میں زندگی کا مزہ رہا بابا کے بعد

سنا تھا یتیمی بہت تکلیف دیتی ہے

آج یتیم ہوئے تو پتہ چلا ہمیں

تھا وہ اک شخص فرشتے کی مانند

جیسے ہم روز کئی بار بابا کہتے تھے

☆☆☆☆☆

باپ کی یاد

روزینہ حسن، ایم اے، سمسٹر 4

تیری یاد جو لکھنے بیٹھی جو آج بابا میرے

کسی لفظ نے سہارا نہ دیا درد کے سوا مجھے

مجھے جب بھی پکارا کسی نے پیار سے

میں درد سے بھر اٹھتی ہوں بابا تیری یاد میں۔

میری آنکھوں کی سرخ دڑاڑوں سے

تیری یادوں کے احساس جھلکتے ہیں

کب گود کی تلاش میں میری درد بھری آہیں

ہر روز دل کی اداسیوں کو جھنجھوڑ دیتی ہیں

تیری یاد کے یاد آجانے سے

میری آنکھوں میں نمی سلگتی ہے۔

تیری یادوں کا درد کاش زخم بن جائے

جو گزرتے وقت کی مانند کم پڑھ جائے

ختم ہو جائیں گے اک روز یہ دن بھی میرے

تیری یادوں کے سہارے زندہ ہوں

بابا میرے!

☆☆☆☆☆

باپ کی عظمت

عائشہ محمود، بی ایس، سمسٹر 2

کہہ رہی ہے نوعِ انسانی سے یہ صبحِ ازل

باپ کے رشتے کا کوئی بھی نہیں نعم البدل

زندگی کی دھوپ میں ہے ایک شجر سایہ دار

اک پناہ گاہ محبت اک حصار پائیدار

عمر بھر جہد مسلسل اپنے بچوں کیلئے

لمحہ لمحہ سو جتن مطلوب خوشیوں کیلئے

سب سے آگے دیکھنا چاہا سدا اولاد کو

باپ نے عنوان بخشا عزم کی روداد کو

باپ کے احسان کی مقروض ساری زندگی

تلخیاں سہہ کر نکھاری ہے ہماری زندگی

خود الجھ کر مشکلوں سے دیں ہمیں آسانیاں

ہر قدم ہر موڑ پہ ہیں ان گنت قربانیاں

باپ کی عظمت پہ ہے عاجز بیاں میرا قلم

ہیچ ہیں افضال اسکے سامنے جاہ وحشم

کلام افضال صدیقی

☆☆☆☆☆

چند اشعار

عائشہ محمود، بی ایس، سمسٹر 2

یتیمی ساتھ لاتی ہے زمانے بھر کے دُکھ عابی

سنا ہے باپ زندہ ہو تو کانٹے نہیں چُبھتے

عابی مکھنوی

مجھ کو چھاؤں میں رکھا اور خود جلتا رہا دھوپ میں

میں نے دیکھا اک فرشتہ باپ کے روپ میں

جاسمین (مدیر)

باپ بوجھ ڈھوتا تھا، کیا جہیز دے پاتا

اس لیے وہ شہزادی آج تک کنواری ہے

منظر بھوپالی

باپ سچ بات بتاتے ہوئے گھبراتا ہے

اسکو یہ خوف کہ بیٹا کہیں ناراض نہ ہو

ڈاکٹر یاسین عاطر

اسی کی اپنی بیٹی کی ہتھیلی خشک رہتی ہے

جو بوڑھا دھوپ میں دن بھر حنا تقسیم کرتا ہے

حسن محمود جماعتی

ان کے سائے میں بخت ہوتے ہیں

باپ گھر میں درخت ہوتے ہیں

جاسمن

☆☆☆☆☆

بیٹی

عائشہ محمود،بی ایس، سمسٹر2

مجھے اتنا پیار نہ دو بابا

کل جانا مجھے نصیب نہ ہو

یہ جو ماتھا چوما کرتے ہو

کل اس پہ شکن عجیب نہ ہو

میں جب بھی روتی ہوں بابا

تم آنسو پونچھا کرتے ہو

مجھے اتنی دور نہ چھوڑ آنا

میں دور ہوں اور تم قریب نہ ہو

میرے ناز اٹھاتے ہو بابا

میرے لاڈ اٹھاتے ہو بابا

میری چھوٹی چھوٹی خواہش پہ

تم جان لٹاتے ہو بابا

کل ایسا نہ ہو اک نگری میں

میں تنہا تم کو یاد کروں

اے اللہ! میرے بابا سا

کوئی پیار جتانے والا ہو

میرے ناز اٹھانے والا ہو

میرے بابا مجھ سے عہد کرو

تم مجھے چھپا کے رکھو گے

دنیا کی ظالم نظروں سے

تم مجھے بچا کر رکھو گے

☆☆☆☆☆

بابا!

عائشہ محمود، بی ایس، سمسٹر 2

ہر دم ایسا کب ہو پاتا ہے

جو سوچ رہی ہو میری لاڈو تم

وہ سب تو بس اک مایہ ہے

کوئی باپ اپنی بیٹی

کب جانے سے روک پایا ہے

سچ کہتے ہیں دنیا والے

بیٹی تو دھن پرایا ہے

گھر گھر کی یہی کہانی ہے

دنیا کی ریت پرانی ہے

ہر باپ نبھاتا آیا ہے

تیرے باپ کو بھی نبھانی ہے

دنیا کی یہ رسم پرانی ہے

شاعر نامعلوم

☆☆☆☆☆